۱۶ ۔ ۷ ۔ ہ

کنفیوشس کی کتاب شوکنگ
کا اردو ترجمہ

صحیفۂ چین

معہ
مختصر تاریخ چین
و
حالات کنفیوشس
از

سید اسد علی انوری فرید آبادی بی ایس سی۔ آئی ایف ایس

مکتبہ جامعہ دہلی

بار اول ایکہزار — جید برقی پریس دہلی — قیمت عہ

فہرست مضامین

صفحہ

تمہید

یہ مختصر سی کتاب اس مقصد سے پیش کی جاتی ہے کہ اردو داں طبقے کو ان زبردست اور تاریخ ساز ہستیوں سے شناسائی ہو جائے جنھوں نے چین کی تاریخ کی صبح صادق میں لعبت خانہ چین کی صناعی کی تھی اور خاقانِ چین کو چار دانگِ عالم میں منوا دیا تھا۔

کنفیوشس کی اصل کتاب شو کنگ جس کا یہ ترجمہ ہے دنیا میں تاریخ کی سب سے پرانی کتاب ہے۔ اس کا زمانہ ۲۳۵۵ ق م سے ۶۲۰ ق م ہے۔ اس عرصے میں دراصل مملکتِ[1] وسطےٰ پر چار خاندانوں اور ۵۰ بادشاہوں نے حکومت کی لیکن کنفیوشس نے اپنی کتاب میں صرف سترہ بادشاہوں

---

(۱) یُو نے چین کی حکومت کو نواہم مرکز مربعوں میں تقسیم کیا تھا۔ مرکزی مربع میں شہنشاہ کی نشست تھی اس لئے چین کی حکومت کا "مملکت وسطےٰ" نام پڑ گیا۔ جمہوریت کے بعد سے اسی مناسبت سے حکومت کو "کُل مرکزی" کہنے لگے۔ حکومت چین کو چینیوں نے مختلف ناموں سے لکھا ہے۔ بعض جگہ "حکومت نگارین" بعض جگہ "حکومت زعفرانی" اور بعض جگہ "سلطنت آسمانی" لکھا ہے۔ یہ نام اس کتاب میں کئی جگہ آئے ہیں اور ہر جگہ ان کا مطلب حکومتِ چین سے ہے۔

کا جستہ جستہ حال لکھا ہے۔ حالات میں تسلسل یا تکمیل کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔
اردو ترجمے میں ان ۷ میں سے بھی صرف ۱۱ بادشاہوں کا حال نذر ناظرین کیا جا رہا ہے۔ اردو ترجمہ اس انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ہے جو مسٹر ڈبلیو گورن اولڈ[1] نے بک آف ہسٹری کے نام سے ۱۹۱۸ء میں شایع کیا۔ کنفیوشس نے یہ کتاب خاندان چو کی تاریخی دستاویزات کی مدد سے تیار کی تھی۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ ہی سے درباری یا صدر مورخ (جس کو چین میں طائی شی کہتے تھے) ہر بادشاہ کے چار خاص الخاص وزرا میں سے ایک ہوتا تھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان قدیم صدیوں میں کسی وقت بھی یہ عہدہ خالی نہ رہا، تا آنکہ خاندان چو کے وقت تک بھی صدر مورخ اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس لئے کنفیوشس نے جن مسودوں اور دستاویزوں سے اپنی تاریخ مرتب کی ان کی صحت میں شک کی گنجائش نہیں۔

لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب کہ تمام ادب چین اور خصوصاً چین کی تاریخ بہت معرض بربادی میں تھی۔ ۲۲۰ ق م میں شہنشاہ چی ہوانگ طی نے حکم دیا کہ ملک کی تاریخ کی تمام کتابیں جلا دی جائیں اور تمام مورخین و علما کو زندہ دفن کر دیا جائے (اس کی تفصیل ضمیمہ ب میں دیکھیے) صحیفۂ چین کے لئے خاص طور پر چھان بین کی گئی اور جہاں جہاں ملا نذرِ آتش کر دیا گیا

---

(۱) W. Gorn Old

چنانچہ جب وان طی نے ادب چین کو دوبارہ زندہ کرنا چاہا تو اس کو ایک سن رسیدہ فقیر فوہ سانگ کی مدد لینی پڑی۔ اس نے اگرچہ دیوانگی کا بہانہ کر لیا تھا لیکن پھر بھی موت سے بچنے کے لئے اس کو اپنی آنکھیں نکلوا دینی پڑی تھیں۔ اس پیر سال کو صحیفہ کا زیادہ حصہ زبانی یاد تھا۔ تیس سال بعد کنگ وانگ کو کنفیوشس کا گھر ڈھاتے ہوئے صحیفہ کا ایک پرانا نسخہ اس میں سے مل گیا۔ کنگ آن کاؤ نے اس کو پڑھا اور رائج الوقت ابجد میں منتقل کر کے معہ شرح شایع کرا دیا۔

صرف یہی نہیں کہ دنیا کی قدیم ترین صحیح تاریخ کا علم ہونا خوش مذاقی اور تعلیم یافتہ ہونے کا ثبوت ہے، بلکہ ان لوگوں کے لئے تو یہ نہایت ضروری ہے جو مشرق بعید کے ادب اور ذہنی ارتقا کا بالتفصیل مطالعہ کرنا چاہتے ہیں یا جو مقامی احساسات اور ملکی روایات سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں۔ غالباً یہ کہنا بالکل بے بنیاد نہ ہو کہ جلد ہی مملکت چین میں سیاسی طاقتوں کا توازن نئے سرے سے قائم ہونے والا ہے اور وجہ خواہ ہوس ملک گیری ہو یا تجارتی مفاد، قوموں کی اضافی اقتدار اور افضلیت کی جنگ چین میں لڑی جائے گی۔

قدیم تہذیبوں میں بھی غالباً چین کی تہذیب قدیم ترین ہے۔ غور تو کیجئے سن عیسوی کی ابتدا سے ۲۵ صدیاں بیشتر ہی چین میں فوجداری دیوانی قانون جاری تھے۔ دستور وضابطہ تھا۔ نو وزیروں کی محکمہ دار وزارت کابینہ شاہنشاہ کے ماتحت کام کرتی تھی۔ مستقل فوج تھی، صنعت و حرفت بڑے

پیمانہ پر موجود تھی۔ برآمد و درآمد کا توازن قائم تھا۔ جہازرانی اور آبپاشی کے لئے دریاؤں اور نہروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ فلاحت ترقی پر تھی۔ لوکل گورنمنٹ موجود تھیں۔ ٹیکس کے اصول طے ہو چکے تھے ادب موسیقی اور سائنس کے مدارس قائم تھے۔ انجینئرنگ اور علم الافلاک ہی میں چینیوں نے اتنی ترقی کر لی تھی کہ آج تک بھی اس سے زیادہ کم ہی دریافت ہوا ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ یاؤ نے جنتری سیاروں کی رفتار اوران کے مدوّر کی مدد سے صحیح کی۔ اور مشاہدے سے شمسی سال کی مدت قائم کی۔ طابو کے متعلق روایت ہے کہ اس نے طغیانیوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ بند بنا بنا کر ہوانگ ہو[1] اور ینگ سی کیانگ[1] دریاؤں کے رخ موڑ دیئے۔ دلدلیں خشک کر دیں اور ملک کو دوبارہ کاشتکاری کے قابل بنا دیا۔

اس زمانے کی اخلاقیات و سیاسیات بھی ایسی نہیں کہ فی زمانہ بعید از عمل ہوں، بلکہ یہ کہنا شاید بے جا نہ ہو کہ آج بھی کوئی ایسے اوامر و نواہی سیاسیات یا اخلاقیات میں نہیں ہیں جن کا وجود قدیم تہذیب چین میں نہ مل سکے۔ اسی لئے یہ کتاب اس امید پر پیش کی جا رہی ہے کہ اب یہ پانچ ہزار برس

---

(۱) شمالی چین میں "دریا" کے لئے ہو بولا جاتا ہے اور جنوبی چین میں کیانگ۔ اس لئے صحیح طور پر تو صرف ہوانگ ہو یا دریائے ہوانگ کہنا ٹھیک ہے، لیکن اردو کی جغرافیہ کی کتابوں میں عموماً دریائے ہوانگ ہو وغیرہ لکھا جاتا ہے۔ اور یہی طریقہ یہاں بھی رکھا گیا ہے۔

پرانی باتیں سال خوردہ شراب کی طرح اور بھی زیادہ لطیف اور سودمند ثابت ہوں گی۔
اصل ترجمے کے علاوہ اس کتاب میں تین ضمیمے بھی شامل کر دیئے ہیں۔ پہلا کنفیوشس کے مفصل حالات، اس کے فلسفے اور اخلاقیات سے بحث کرتا ہے۔ دوسرے میں چین کے متعلق عام اور کارآمد واقفیت جمع کردی گئی ہے۔ تاریخ چین کو مختصر کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی لیکن پھر بھی یہ داستان بہت سے صفحوں پر پھیل گئی۔ اختصار تو اس قابل قدر ہستی کی طرح بھی کیا جا سکتا تھا جس نے قصۂ حضرت یوسف کو چار مختصر فقروں میں یہ کہہ کر ادا کر دیا تھا کہ "شخصے بود۔ پسر داشت۔ گم شد باز یافت۔" لیکن خیال یہ ہوا کہ ان رموز کو سمجھنے والے اب کہاں۔ تیسرا ضمیمہ چین کے تمام بادشاہوں کی سن وار فہرست ہے، جس کا تسلسل عجائبات چین کی گویا ایک مثال ہے۔
شوکنگ کے ترجمے کے ساتھ ان مفصل ضمیموں کو پیش کرنے سے جہاں یہ مقصد ہے کہ اس صحیفۂ تاریخی کو ناظرین زیادہ اچھی طرح سے سمجھ سکیں اور اس سے پورا پورا مزہ لے سکیں وہاں اس چیز کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے کہ اگر ہو سکے تو ہماری زبان میں چین کے متعلق کارآمد صحیح اور عہد حاضر تک کی معلومات کی ایک کتاب ہو جائے۔ ہماری تعلیمی دقتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ نصاب بذات خود اس قدر منتشر اور دوسری زبان میں ہونے کی وجہ سے اس قدر مشکل ہو جاتا ہے کہ طالب علم اس کے علاوہ عام واقفیت کے لئے پڑھنے کے لئے بمشکل وقت نکال سکتا ہے۔ اور پھر اگر وقت نکالے بھی تو اس کے پڑھنے کے لئے کوئی مناسب اور عام واقفیت بڑھانے

کی کتاب سوائے انگریزی زبان کے نہیں ملتی۔ ایسی انگریزی کتاب کو عموماً انٹرمیڈیٹ جماعت تک کا طالب علم نہیں سمجھ سکتا اس لئے اس کے لئے ایسی کتاب کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ بی اے میں پہنچکر البتہ نصاب کے علاوہ بھی انگریزی کتابیں سمجھنے کی تمیز آ جاتی ہے تو اول تو امتحان کے خوف سے فرصت عنقا اور پھر اگر کسی نے ہمت کی بھی تو ان آخری دو سال میں آخر کیا کچھ پڑھ لے گا اور اس وقت تک کی کمی کو کیسے پورا کرے گا ایسے طالب علم کا پھر اس سے کیا مقابلہ کیا جا سکتا ہے جس نے شروع ہی سے اپنی زبان میں بہت سی مختصر آسان اور دلچسپ کتابیں پڑھ کر تمام دنیا اور اس کی چیزوں سے تعارف کر لیا ہو۔ کیوں نہ ہم بھی اپنی زبان میں مفید اور پُراز معلومات لیکن مختصر آسان اور دلچسپ کتابیں مہیا کریں تا کہ چھوٹی جماعتوں کے طالب علم بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں۔ اس وقت تک اردو میں ایسی کتابیں بمنزلہ نفی کے ہیں۔ افسانہ، ناول، ڈرامہ اور شاعری پر تو خیر کچھ ہیں بھی لیکن عام واقفیت بڑھانے کی کتابیں تو بالکل عنقا ہیں اب چین ہی کو لے لیجئے۔ اگر بالفرض کوئی دسویں جماعت کا طالب علم چین کے متعلق اپنے جغرافیہ سے علاوہ کچھ مزید واقفیت بہم پہنچانا چاہے تو غالباً اردو میں کوئی کتاب اس کے لئے نہ مل سکے گی۔ انگریزی اس کے بس کی نہیں اب فرمائیے کہ وہ اگر اغیار کے لڑکوں کی طرح ہمہ دان نہ ہو تو اس کا کیا قصور۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں بسرعت تمام ایسی کتابیں مہیا کر لینی چاہئیں، کیونکہ جوں جوں تعلیم اپنی زبان میں زیادہ ہوتی جائے گی اسی قدر ایسی کتابوں کی ضرورت بڑھتی

جائے گی۔ زیادہ تر اسی نقطۂ نظر سے یہ ضمیمے شامل کتاب کئے گئے ہیں۔ اب یہ ایسی چیز بن گئی ہے کہ اس کے پڑھ لینے کے بعد قاری چین یا اس کے کسی شعبہ مثلاً تاریخ۔ ادب۔ مذہب۔ فلسفہ۔ جغرافیہ۔ سیاست۔ تجارت مشاہیر وغیرہ سے ناآشنائے محض نہیں رہ سکتا۔ اس سے زیادہ کا نہ میرا دعوے نہ کسی کو توقع رکھنے کا حق۔

انوری فرید آبادی

صحیفۂ چین

۱

یاؤ کی یاد

کاؤسن اور کنگ ٹو کا بیٹا فانگ ہیون شہر طان لنگ میں پیدا ہوا اس نے صوبہ اِی میں پرورش پائی اور بعد میں صوبہ کی میں سکونت اختیار کی، اسی لئے اسے اِی کی بھی کہا جاتا تھا۔ اس کے بڑے بھائی چے نے مملکت وسطےٰ پر نو برس تک اس ڈھنگ سے سلطنت کی کہ خدا اور مخلوق خدا دونوں اس سے عاجز آگئے تو اس وقت طاؤ طانگ[1] المعروف بہ یاؤ[2] بمقام پنگ یانگ تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر سولہ برس کی تھی۔

چار دانگ عالم میں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کس طرح اس نے سب سے پہلے جنتری کی تصحیح کی۔ چیون ہیا کے زمانے سے اس نے وقت کا حساب

---

(۱) و (۲) :۔ فانگ ہیون ہی کے مختلف نام ہیں۔

لگایا اور رات کے ستاروں سے موسموں کی مدّت قائم کی۔ پھر اس نے اپنے دربار میں یُوشانگ کے وحشیوں سے "سنگ پشت اعظم" کا خراج وصول کیا۔ اس کی پشت پر کھدی ہوئی عبارت کو پڑھ کر اس کو معلوم ہوا کہ طوفان سے قبل قدیم زمانے میں کیا کیا ہوا تھا۔ پھر تمام ملک میں امن و امان کا دور دورہ رہا کیونکہ ظلِ اللہ مخلوقِ خدا پر بھلائی اور خدا ترسی سے حکومت کر رہا تھا۔

چنانچہ ایک دفعہ وہ ملک کے شہروں اور قصبوں میں دورہ کر رہا تھا تو اسے معلوم ہوا کہ لوگ اپنے سادے گیتوں میں اس کے گن گاتے ہیں جن میں سے مثال کے طور پر دو ایک یہ ہیں :-

۱۔ اللہ کا وہ بندہ طاقت ور و یگانہ
فضل و کرم کا جس کے ہے معترف زمانہ
وہ شاہِ نیک خو ہے نام جس کا یاؤ
بخشش ہے جس کی ہر سو اور لطف جاودانہ
ہر وقت ہم پر اس کا اکرام بیکراں ہے
ہر دم ہے ہم پر اس کا الطاف خسروانہ
محکوم ہم ہیں اس کے حاکم ہے وہ ہمارا
ہم لوگ اس کی خدمت کرتے ہیں خادمانہ

جس طرح کوہِ طُوہ پر لوگوں کا ہے سہارا
ہم معتمد ہیں اس کے وہ معتمد ہمارا

۲۔ لوگ اب کوہ طُوہ کے بل پر جیسے اینڈا کرتے ہیں
ہم یا اُوپر ویسے ہی تہہ دل سے بھروسا کرتے ہیں
جب کہ سارے خاموشی سے رات کو دورا کرتے ہیں
سونے والے طُوہ پر اکثر چین سے سویا کرتے ہیں
ہم کیا جانیں اہل جہاں کو کیا سوچا سمجھا کرتے ہیں
ہم تو اپنے شاہ کے احکامات کو مانا کرتے ہیں
شاہ پرستی مشرب ہے، اور شاہ پرستی مذہب ہے

یہ سُن کر بادشاہ کا دل بہت خوش ہوا۔ اور وہ بولا: "الحمدللہ" میں نے تو کبھی اس خاطر پریشانی بھی نہ اٹھائی پھر بھی لوگ حکومت سے خوش ہیں۔ میں گمنامی میں رہا، لیکن پھر بھی میری رعایا بام شہرت پر پہنچ گئی" لیکن اسی بھارت ماتا کے بعض کپوت جن کو اس نے دانا پانی دے کر پالا پوسا تھا ایسے بھی سے تھے جن کے دلوں میں کدورتیں تھیں۔ وہ ناشکری کرتے تھے اور بڑبڑاتے تھے۔ "اندھیرے مُنہہ ہم اپنے دھندوں میں جُت جاتے ہیں اور شام سے پہلے اپنی کمر سیدھی نہیں کر پاتے۔ پانی پینا ہو تو خود ہی کنواں کھود کر پینا پڑتا ہے اور اپنے ہی ہل جوت کر اناج پیدا کرتے ہیں

پھر بادشاہ کی طاقت سے ہمیں کیا فائدہ ہے۔" اس پر بادشاہ نے اپنے دل میں کہا "تو پھر اب کیا ہو۔ ممکن ہے میرے انکسار اور خاکساری میں کمی رہ گئی ہو۔ اغلباً یہ میرا ہی قصور ہے مجھے کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنی بھلائی اور نیکی کو ترقی دوں اور غور کروں کہ اللہ کی راہ سے میں کہاں بھٹک گیا ہوں۔"

جب معائنہ کی خاطر شہنشاہ دورے پر گیا تو کوہ ہوا کے پجاری نے مودبانہ طریقہ سے دُعا دی کہ "خدا ہمارے بادشاہ کو دولت کثیر، عمرِ طویل اور بہت سی اولادِ نرینہ عطا فرمائے۔"

لیکن یا اُو نے کہا "آپ کی عنایت کا شکریہ۔ لیکن مجھے تو اس دُعا سے بخشئے۔ جس کے بہت سے لڑکے ہوتے ہیں اس کو اتنی پریشانی اور دردِ سری ہوتی ہے۔ جس کے پاس بہت دولت ہوتی ہے اس کو بے حد فکر اور خوف لگا رہتا ہے! اور جو زیادہ دن تک جیتا ہے پھر وہ بوڑھا اور کمزور بھی ضرور ہوتا ہے اور اس میں گھٹاؤ ہوتے لگتا ہے۔"

اس پر خانقاہِ ہوا کے پجاری نے کہا "جب خدا آدمی پیدا کرتا ہے تو اس کے لئے کام بھی مقدر کر دیتا ہے۔ لہٰذا اگر تمہارے کئی ایک بیٹے ہوں اور سب نیک کاموں میں لگے ہوئے ہوں تو پھر تم کو کس بات کا فکر۔ اگر تم امیر ہو تو اپنی دولت غریبوں میں بانٹ سکتے ہو، پھر اس کا خوف ہی کیا۔

اور اگر تم بہت دن تک زندہ رہو اور صحیح راستہ اختیار کرو تو اپنی رعیت کے ساتھ تم کو عروج ہوگا۔ لیکن اگر ملک کو عروج کے بدلے ضلالت اور گمراہی سے واسطہ پڑے تو پھر تمہیں چاہیئے کہ راج پاٹ چھوڑ کر گمنامی میں زندگی بسر کرو اور اپنی ذات میں نیکیاں اور بھلائیاں پیدا کرو، تاکہ جب دنیاوی زندگی ختم ہو اور انسانی تعلق قطع، تو تم دیوتاؤں سے جا ملو۔ اور اس طرح بادلوں کو عبور کر کے رفعت اعلیٰ پر جا پہنچو۔ پھر بھلا گھٹاؤ اور تنزل کا کیا موقعہ ہے؟"

پھر یاؤ نے کہا "کوہ ہوا کے پجاری! عقل کی بات تک بہت مختلف خمیدہ اور شاخدار راستوں سے پہنچ ہوتی ہے۔ میں نے بہت مسافت طے کی ہے۔ بہت دنیا دیکھی ہے اور بہت باتیں سنی ہیں، لیکن یہ بات کہ آدمی باوجود مال و متاع کثیر اولاد نرینہ اور درازئ عمر کے بھی بے خطر، بے فکر اور بے گھٹاؤ رہ سکتا ہے صرف آج تم سے ہی سُنی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنگل کے درخت بہت مختلف قسم اور مختلف پیمائش کے ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ جب ان میں پھل لگتا ہے تو وہ سب ایک ہی شاخ میں سب کا سب نہیں لگ[1] جاتا۔ میں تمہاری بات پر غور کروں گا۔

(۱)۔ استعارہ ہے: مطلب یہ ہے کہ سنیاسی بن باسی لوگوں میں مختلف طریقوں کے آدمی ہیں اور یہ ضرور نہیں کہ ساری عقل کسی ایک ہی آدمی میں ہو۔ بلکہ ہر ایک میں موجود ہے اس لئے تمہاری بات بھی قابل غور ہے

نیک بخت باؤ کے متعلق یہ روایت ہے کہ اس نے مملکتِ وسطیٰ پر ایک سو سال تک حکومت کی۔ اس کی عمر ایک سو سولہ برس کی ہوئی۔ وہ خدا کی طرح مہربان اور رحمدل تھا اور دیوتاؤں کی طرح عقلمند اور ہشیار۔ دور سے اس کی چمک ابرِ تاباں سے مشابہ تھی اور قریب سے خورشید زر فشاں جیسی۔ وہ امیر تھا لیکن مغرور نہیں۔ وہ شاہی طبیعت رکھتا تھا لیکن عیاش نہ تھا۔ لباس میں وہ زرد ٹوپی اور گہرے سیاہی مائل رنگ کا کوٹ پہنتا تھا اس کی گاڑی سرخ رنگ کی تھی اور اس کے گھوڑے سفید۔ اس کے چھپر[۱] کی اولتیاں ہموار کٹی ہوئی نہیں تھیں، اور نہ کڑیاں چوکور[۱] اور چورس تھیں اس کے گھر کے اندر شہتیروں پر کسی قسم کا نمائشی کام نہ تھا۔ اس کا روزمرہ کا کھانا ایک قسم کا دلیہ ہوتا تھا جو بغیر کسی خاص اہتمام کے بنایا جاتا تھا۔ وہ غلہ پسند کرتے وقت میں بیخ نہیں نکالتا تھا۔ اپنا روز کا دلیہ مٹی کے پیالے میں لکڑی کے چمچے سے کھاتا تھا۔ وہ اپنے جسم کی زینت کسی قسم کے جواہرات سے نہ کرتا تھا اور نہ اس کے کپڑے زرنگار ہوتے تھے، بلکہ نہایت سادہ اور ہمیشہ ایک سے۔ وہ غیر معمولی اشیا یا تعجب انگیز حادثات پر کوئی توجہ نہ دیتا تھا نہ عجائب و غرائب کی اس کی نظر میں کوئی خاص قیمت تھی[۲]۔ وہ

---

(۱) - انتہائی سادگی کی علامت

(۲) - یہی مضمون آخر میں امیر شاؤ کے خط میں ہے۔ دیکھو صفحہ ۸۲ نوٹ نمبر ۲

اپنا وقت گانا سننے میں ضائع نہ کرتا تھا۔ اس کے دربار کی گاڑی بھی مرصّع نہ تھی، اور نہ اس کے گھر کی دیواروں پر رنگ و روغن تھا۔ گھر کی دریاں اور چاندنیاں بے جھالر کی تھیں۔ گرمیوں میں سادہ سوتی لباس پہنتا تھا اور سردیوں میں ہرن کی کھالوں کو اوڑھتا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے وہ مملکتِ وسطیٰ کے گذشتہ اور آیندہ سارے بادشاہوں سے زیادہ متمول، زیادہ عقلمند اور زیادہ عمر والا بادشاہ تھا۔" بزرگ صرف خدا ہے۔ اور یاؤ کے سوائے کوئی بھی اس کی پیروی نہ کرسکا۔"

(۲۲۵۶ - ۲۲۵۶ ق م)

شُن کی شعاع

چُنگ ہوا المعروف بہ لی اُدیو، گُہہ ساؤ کا بیٹا تھا۔ وہ اگرچہ بہت گمنامی میں پیدا ہوا تھا لیکن آگے چل کر اس کو اتنی ترقی ہوئی کہ چار دانگ عالم میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو اس کی عظمت و شان کا شاہد نہ ہو۔ شُن کا باپ کج عقلی کی بے بصیرتی سے اندھا تھا اور اُس کی ماں خود ستائی اور کج فہمی کے ضعف سے نحیف۔ اس کا بھائی سیانگ جو اس کی سوتیلی ماں کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اس کے باپ کا بہت لاڈلا تھا، صابر شُن پر اپنا غضب اور غصّہ دکھانے میں کبھی کسر نہ چھوڑتا تھا۔ تاہم شُن نے کبھی اپنے والدین کی اطاعت میں کمی نہ کی اور نہ اپنے چھوٹے بھائی کی ہمدردی میں کوتاہی۔ بخلاف اس کے وہ ہمیشہ اپنے فرائض کو بطریقِ احسن بجالاتا رہا۔ وہ نہایت مودّب، منکسرالمزاج اور باوفا تھا۔ اس کا برتاؤ اپنے ہمسایوں اور ساتھیوں سے بھی ایسا ہی نیک اور ہمدردانا تھا جیسا کہ اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ۔ چنانچہ بچپن ہی میں اس کی نیکی اور اس کا صبر، اس کی وفاداری اور اس کی بھلائی زبان زدِ خلائق ہوگئی۔ وہ ہل چلانے میں ایسا مشّاق تھا کہ لوگ اس کے آگے اپنا کام بھول جاتے تھے۔ مچھلیاں پکڑتا تو لوگوں کی ہنسی ڈور ڈھیلی پڑجاتی۔ اِس نے دریائے ہوانگ ہو کے کنارے مٹی کے صاف اور غیر مسام دار برتن بنائے

شوشان میں اس نے اوزار اور ہتھیار بھی تیار کیئے۔ جہاں وہ ایک سال رہا لوگوں نے وہاں ایک چھوٹی سی بستی بنائی۔ جہاں وہ دو سال ٹک گیا وہاں شہر بن گیا اور جہاں اس نے تین سال گذار دیئے وہاں تو خاصہ دارالسلطنت آباد ہو گیا۔

نیک بخت یااُو کے کان تک بھی یہ خبریں پہنچیں۔ اس کو اپنے جانشین کی تلاش ہی تھی کیونکہ خود اس کا بیٹا طان چُو خوبیوں سے بالکل مُعرّا تھا۔ اس لئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ شُن کو آزما کر دیکھا جائے کہ آیا وہ بارِ سلطنت بھی اُٹھا سکے گا یا نہیں۔ شُن نے مُلک کے عرض وطول میں اخلاقِ عظمےٰ کے پانچ قانون نافذ کئے اور چونکہ وہ بہت تدقیق وتحقیق سے بنائے گئے تھے اس لئے وہ کامیاب ہوئے۔ اس نے حکم دیا کہ محل کے چاروں دروازوں پر مہمانوں کا عزت کے ساتھ استقبال کیا جائے چنانچہ وہ وہاں خوشی خوشی آئے اور مطمئن لوٹے۔ ابھی تک دریاؤں کی طغیانی میں کمی نہ آئی تھی۔ اس لئے شُن کو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھیجا گیا تاکہ وہاں جاکر موقعہ کا نقشہ بنائے۔ وہاں اگرچہ سخت ترین بادِ طوفانی، گرج کڑک اور موسلا دھار بارش کا دور دورہ تھا لیکن شُن نا امید نہ ہوا اور کام سے مُنہ نہ موڑا۔ اس میں مطلق شبہ نہ تھا کہ

(نوٹ صفحہ ۱۹) (۱)۔ ریتیلی مٹی (دریا کے کنارے والی) سے غیر مسام دار برتن بنانا کمال ہے

اس کی لیاقت اور ہمت دوسرے لوگوں سے بدرجہا بہتر تھی اسی لئے زمین وآسمان، جن و دیوتا سب اس کی مدد پر تیار ہو گئے۔

تب نیک بخت یاؤ نے اس کو مخاطب کر کے کہا "شاباش شن! میں نے تمہارے اعمال کا بہ غور معائنہ کیا اور اقوال کو جانچا۔ تمہارے اعمال طویل ہیں اور تمہارے اقوال مختصر، لیکن ہیں دونوں نیکی سے معمور۔ اس لئے اب تم ہی بادشاہت کرو، کیونکہ اپنے بیٹے طان چو میں تو میں کوئی اچھی بات پاتا نہیں۔"

شن نے سارے ملک کو ۱۲ صوبوں میں منقسم کیا۔ اور یو کو حکم دیا کہ وہ زمین کا پانی کا بہاؤ ٹھیک کرے اور طغیانیوں کو قابو میں لائے۔ اس نے بارہ پہاڑوں کو مخصوص قربان گاہیں مقرر کیا۔ مجرموں کی تعزیر کی حد قائم کی روایت ہے کہ اس نے کہا "خبردار! قانون کے اطلاق میں بے حد احتیاط رہے۔ بے خبری اور بدقسمتی سے جو گناہ سرزد ہو جائیں ان کو بلا تکلف معاف کر دینا چاہیئے۔ اور شک و شبہ کے تمام قضیوں میں فیصلے کا رُخ رحم اور عفو کی طرف ہونا چاہیئے۔"

اٹھائیس برس بعد جب نیک بخت یاؤ کا بمقام یانگ انتقال ہوا تو خلقت باوفا، محنتی اور سچے شن کے ساتھ ہو گئی۔ اس نے سولہ معزز ترین خاندانوں کے سرپنچوں کی ایک کابینہ مقرر کی تاکہ حکومت کا کام چلائیں۔ اپنی ذاتی رائے

کو ان کی صلاح اور اصلاح کے ماتحت ماننے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس کے علاوہ اس نے ایک محکمۂ تنقید و تبصرہ بھی قائم کیا تاکہ ہر وہ شخص جس کو اس کی طرزِ حکومت سے شکایت یا تکلیف ہو بلا تکلف اور پوری آزادی سے اپنا نقطۂ نظر پیش کر سکے اس نے درباری مغنّی کوی کو حکم دیا کہ وہ ۲۳ تاروں کا ایک ساز بنائے۔ مغنّی نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور ساز بنا دیا۔ اس نے "نوجہان" "چھ امراء" اور "چھ جانباز" کے گیت بھی بادشاہ کے فضائل میں بنائے۔

چنگ لی بالکل مسحور ہو گیا۔ اور مشورہ دیا کہ اور دوسرے ماہر اور اہل کمال گویوں کی تلاش کرانی چاہیے۔ لیکن شاہنشاہ نے جواب دیا کہ "نہیں کوی ایک ہی کافی ہے"

تیسرے سال سالانہ قربانی کے موقعہ پر شن نے سرکاری ملازمین کی ذاتی صفات کی چھان بین کی۔ اور لائقوں کو ترقی دی اور نالائقوں کا تنزل کیا۔ اس وجہ سے تمام سرکاری افسران نے شاہنشاہ کے نام کا قصیدہ گانا شروع کر دیا:-

جو فطرت کے بازیگر ہیں کھیل تماشا کرتے ہیں۔
قدرت کے بھروسے جو ہیں بھیس وہ بدلا کرتے ہیں
چرخِ نیلی فام پہ انجم شب کو چمکا کرتے ہیں

چاند اور سورج اپنے اپنے نور کو یکجا کرتے ہیں
تا یہ دونوں شاہِ شُن کی جوت جگت میں پھیلائیں۔

اپنے عہدِ مبارک کے تیئیسویں سال شاہنشاہ شُن نے زی شان (شان = خانقاہ) کے صدر کو بلایا اور کہا "اگر میری سلطنت میں کوئی ایسا ہے جس کی نیکی باعثِ فخر ہو اور جو نیک بخت یا اُو کے نیک ارادوں کی تکمیل کرنے کا اہل ہو تو میں اس کو وزیر اعظم بنانا چاہتا ہوں، تاکہ وہ اپنی عقلمندی سے ہر چیز میں جلا پیدا کردے اور ہر چیز کو اپنے کام کے لیئے اپنا تابع فرمان بنا لے"

حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا "کوان رئیسِ شُنگ کا فرزندِ ارجمند امیر یُو اس کام کے لیئے انسب ہے۔ کیا میر نقشہ کی حیثیت سے اس نے اپنی لا انتہا لیاقت کی دھاک ملک پر نہیں بٹھا دی ہے؟"

"بالکل ٹھیک" شاہنشاہ نے کہا۔ اس نے یُو کو آگے آنے کا اشارہ کیا، لیکن یُو نے خاکساری دکھائی کیونکہ وہ نہایت منکسر المزاج تھا۔ اس نے کاڈِیا اُو ہسیا اور زیہہ کی طرفداری میں اس عزت افزائی سے انکار کر دیا اور کہا "یہ سب بہتر اور بھلے آدمی ہیں۔ جہاں پناہ ان میں سے کسی کو بھی منتخب کر سکتے ہیں"

"شاباش" شاہنشاہ نے جواب دیا "لیکن میں تمہیں سے کہتا ہوں

کہ تم انتظام حکومت اپنے ہاتھ میں لو اور اس کام کو شروع کر دو"

یُو نے اصول قوانین مرتب کئے۔ اور مراتب کے نو درجے[1] قائم کئے۔ اور از سرِ نو سلطنت کو نو صوبوں میں تقسیم کیا۔ اس نے نو وزرا سلطنت بتفصیلِ ذیل مقرر کئے :-

میر نقشہ، وزیر فلاحت، وزیرِ تعلیمات، وزیر قانون فوجداری وزیر امورِ رفاعِ عامّہ، میر مراسم، صدر مغنی، وزیرِ خارجہ اور حاکم دادل۔

---

(۱)۔ نو کے ہندسے کو ہمیشہ سے بہت سعد مانتے چلے آئے ہیں۔ نجوم و دیگر علوم باطنہ میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ اس کا حاصل ضرب کبھی گھٹتا نہیں۔ یعنی اگر حاصل ضرب کے ہندسوں کو اکائی سمجھ کر جمع کیا جائے تو مجموعہ ہمیشہ ۹ رہے گا اس سے کم نہ ہو گا۔ مثلاً

۹ × ۱	= ۹		= ۹
۹ × ۲	= ۱۸،	۱ + ۸	= ۹
۹ × ۳	= ۲۷،	۲ + ۷	= ۹
۹ × ۴	= ۳۶،	۳ + ۶	= ۹

علیٰ ہذا القیاس۔ کسی اور ہندسے میں یہ بات نہیں۔ ان کی قیمت اکثر گر جاتی ہے۔ اکائی میں بھی نو کی قیمت سب سے زیادہ ہے کیونکہ اس کے بعد پھر صفر ہے۔

پھر اس نے یا اُو کے بیٹے طان چُو کو بلایا اور کہا " اے بسرِ یا اُو یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ عوام میں اور دیوتاؤں میں اور حاکم اعلیٰ اور حاکم حقیقی میں معرفت اور طریقت کا رشتہ قائم رہے۔ اس لئے طان کی حکومت کو سنبھالو اور اپنے اسلاف کے نام کی قربانیاں باقاعدہ اور بلاناغہ کرتے رہو۔

پھر شاہنشاہ اپنے باپ کُہ ساؤ کے پاس گیا اور اس کی خدمت بجا لایا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی سیانگ کو صوبہ یُوپیہہ کا حاکم بنا دیا۔

سارے لوگ خوش حال تھے اور ملک میں امن و امان تھا۔

اپنے عہد کے اڑتالیسویں سال میں صحرائے سانگ وہ میں شاہنشاہ کا انتقال ہوگیا۔ تیس سال تک اس نے یا اُو کی زندگی میں اور اس کے ساتھ بادشاہت کی۔ اور وہ پچاس(۱) سال تک اس کے بعد تنہا بادشاہ رہا۔ پھر وہ بہت دور پہاڑوں میں چلا گیا اور وہیں مر گیا۔ اور لوگ یُو کی طرف رجوع ہوئے۔

(۲۲۸۴ - ۲۲۰۴ ق م)

---

(۱) اس میں باقاعدہ تخت نشینی سے قبل کے دو سال بھی شامل ہیں۔

۳

طا۔یُوکی طاقت

کوان رئیس سُنگ اور یوسن کی امیرزادی سوکی کے بیٹے وانگ ہنگ۔ زسے المعروف بہ یُو یا طایُو کو اپنی لا انتہا محنت اور جفاکشی کے باعث ملک میں سب سے اعلیٰ اور ارفع جگہ ۔ بادشاہت ، مل گئی ۔ شاہنشاہ شُن نے اس کے باپ کوان کو وزیرِ امورِ رفاہِ عامہ مقرر کرکے وادیوں کو طغیانی کے پانی سے بربادی سے بچانے کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن ۹ سال کے عرصے کے بعد بھی طوفان زدہ وادیاں غرقاب ہی رہیں۔

آخر شاہنشاہ نے اپنے وزیروں سے کہا "کوئی ہے جو ایسے شخص کا پتہ دے جو دریاؤں کو اُن کے اپنے پاٹوں میں محصور رکھ سکے ۔ اور جو اِن طوفانوں کو قابو میں لا سکے جو میری رعایا کی زمینوں کو برباد کئے ڈالتے ہیں۔"

حاضرین نے یک زبان ہوکر کہا: "امیر یُو سے زیادہ کون اس بات کا اہل ہوسکتا ہے۔" چنانچہ کوان کا بیٹا میرِ نقشہ مقرر کیا گیا اور اس نے وہ کام سرانجام دیا جو خود اس کا باپ بھی نہ کرسکا تھا۔

اپنی شادی کے دوسرے ہی دن صبح وہ اپنے کام پر چل کھڑا ہوا۔ شاہنشاہ کا حکم ملنے کے بعد اس نے لہو و لعب بلکہ شادی کی معمولی رسموں تک

میں بالکل وقت نہ ضائع کیا بلکہ فوراً ہی اس حکم کی تعمیل کے لئے کمربستہ ہو گیا اس نے ملک کو نو صوبوں میں تقسیم کیا۔ زمین کو باقاعدہ بانٹ کر بلند پہاڑوں اور گہرے دریاؤں سے اس کی حدود قائم کیں۔ پھر پہاڑوں پر جاکر وہاں لکڑی مہیا کی اور بند، پل اور کشتیوں کے بیڑے بنا بنا کر نہروں کو چوڑا اور گہرا کیا۔ دلدلوں کے پانی کو چھوٹے چھوٹے تالوں میں نکالا اور پھر ان نالوں کو دریائے ینگ سی اور دریائے ہوانگ میں سے جا گرایا۔ اس پیمائش اور جریب کشی کے دوران میں وہ تین بار اپنے گھر کے دروازے کے آگے سے نکلا اور اپنی دلہن کی آواز اور اپنے دودھ پیتے بچے کی آغوں آغوں سنی لیکن وہ اندر نہ گیا۔ اس طرح آٹھ سال کے عرصے میں اس نے اپنا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا اور شاہنشاہ کے حضور اپنے کام اور اپنے محکمہ کے کارکنان کو پیش کیا۔

اس پر شاہنشاہ شن نے کہا "جزاک اللہ۔ یُو جب طوفان کی وجہ سے میں پریشان تھا اور میری رعیت زرخیز وادیوں کو چھوڑ چھوڑ کر خشک اور کوری پہاڑیوں کی طرف بھاگ رہی تھی تو تم نے اپنا وعدہ پورا کیا اور وہ کر دکھایا جس کا دعوے کیا تھا۔ تم نے ملک کے کام میں محنت اور جانفشانی برتی اور نجی معاملات میں کفایت شعاری اور یہ سب کچھ تم نے بغیر غرور اور بے جا فخر کے انجام دیا۔ اس سے تمہاری لیاقت ظاہر ہے

لیکن پھر بھی تمہیں گھمنڈ نہ ہوا۔ اور گو کہ ویسے میں سے کوئی بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اگرچہ اس دنیا میں کوئی بھی یہ کام نہ کر سکتا تھا جو تم نے کر دکھایا لیکن پھر بھی تم شیخی نہیں بگھارتے۔ میں تمہاری نیکی کا اقبال کرتا ہوں اور تمہاری بے پایاں خوبی کی عزت کرتا ہوں۔ آج سے تم میرے وزیر اعظم مقرر کئے جاتے ہو"

اپنے عہد کے ۳۳ ویں سال میں شاہنشاہ نے اپنے وزیر اعظم کو بلا کر کہا "دیکھو یُو میں اب بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں اور زیادتی کار کی بنا پر تھک گیا ہوں۔ اب تم سلطنت کو بے پرواہی اور بے توجہی سے بری رکھنے کا بار اپنے اوپر لو اور میری رعایا کی خیر خواہی کرو"۔ چنانچہ یُو نے بار حکومت اپنے ذمّے لیا اور باقاعدہ جدّ نیک بخت یعنی یاؤ کے مندر میں مسند حکومت پائی تشن کے ساتھ ۱۹ برس حکومت کرنے کے بعد یعنی نویں منزل⁽¹⁾ کے تیرھویں سال میں بہار کے مہینے کی پہلی تاریخ کو ہان میں یُو تخت

---

(۱) ۔ چینیوں کا سن چیوئن ہیا کے زمانے یعنی ۲۶۹۶ ق م سے شروع ہوتا ہے۔ یہ یاؤ نے مقرر کیا تھا، اور منزلوں میں منقسم ہے۔ ہر ایک منزل کے ساٹھ سال مقرر کئے گئے ہیں۔ اب (۱۹۳۷) ۷۸ ویں منزل اور ۱۳ واں سال ہے۔

وقت اور زمانے کو ۶۰ کے اجزا ضربی میں تقسیم کرنا علم الافلاک اور نجوم کے

بقیہ صفحہ ۲۹ پر

پر بیٹھا۔ اس نے فولادی(۲) پنجے سے حکومت کی۔ اس نے ہی آگے خاندانی گیت مرتب کئے اور مختلف مراتب کے لئے مختلف رنگوں کے جھنڈوں کا استعمال مقرر کیا اس نے مراتب کے نو درجے قائم کئے اور نو ہی حکومت کے وزراء مقرر کئے۔ زمانہ قدیم میں چینی بادشاہوں نے گاڑی ایجاد کی تھی شاؤ ہاؤ نے اس میں بیل جوتے تھے۔ لیکن کی چنگ نے گھوڑوں کو جوتنے کے لئے سدھایا۔ اس لئے یو نے کی چنگ کو داروغہ اصطبل اور میر سواری مقرر کیا۔

(صفحہ ۲۸ کا بقیہ۔ اصولوں پر مبنی ہے) اب بھی ہندوستانی جوتش میں وقت کی تقسیم یہ ہے

۶۰ انوپل	=	ایک وپل	ایک سیکنڈ کا ۲۵ واں حصہ
۶۰ وپل	=	ایک پل	۲۴ سیکنڈ
۶۰ پل	=	ایک گھڑی	۲۴ منٹ
۶۰ گھڑی	=	ایک دن	۲۴ گھنٹہ
۶۰ دن	=	ایک رُت	
۶۰ رُت	=	دس سال	

مروجہ گھنٹہ میں ساٹھ منٹ اور منٹ میں ساٹھ سیکنڈ بھی اسی اصول کے زیر اثر ہیں۔

(۲) ۔یعنی سختی اور استقلال سے۔

یو نے چاروں اطراف میں عالموں کو مطلع کر دیا کہ "وہ شخص جو مجھے صحیح راستہ دکھانا چاہے۔ اور وہ جو راست بازی کی تلقین کرنا چاہے یا وہ جو مجھے معاملاتِ تجارت میں مدد دے سکے یا وہ جس کو کوئی شکایت اور یا وہ جو کسی بھی معاملہ میں میرا فیصلہ چاہتا ہو ایسے سارے اشخاص میرے محل میں داخل ہو کر بطریق مقررہ مجھ سے ملاقات کریں۔ اس بات کا مجھے اتنا زیادہ فکر نہیں ہے کہ علماء میرے دروازے پر کچھ دیر تک انتظار میں رہیں بلکہ مجھے تو یہ خوف بہت زیادہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسے لوگ مجھ سے مل ہی نہ سکیں"

ایک دفعہ ایک کھانے کے دوران میں شاہنشاہ کو دس بار اُن لوگوں سے ملنے کی خاطر اُٹھنا پڑا جنھوں نے اس کے نام کی دُہائی دی اور ایک غسل کے درمیان میں تین مرتبہ اس کو اپنی زلفیں سر کے اوپر باندھنی پڑیں تاکہ وہ فریادیوں کی فریاد سُن سکے۔ اس طرح اس نے رعیت کو راست بازی اور فرائض شناسی کی ترغیب دی۔

زمانہ قدیم میں لوگوں نے میٹھی شرابیں بنائی تھیں اور گھوڑیوں کے دودھ سے شراب کھینچی تھی۔ لیکن اب ایک شخص آئی طِہہ اٹھا جس نے پینے کے لئے روح شراب ایجاد کی۔ شاہنشاہ نے اسے چکھا اور مزیدار پایا۔ اس لئے اس نے آئی طِہہ کو شہر بدر کر کے بہت دور ایسی جگہ بھیج دیا

جہاں سے اس کے واپس آنے کا احتمال نہ ہو اور نشہ آور شراب کا استعمال ناجائز ٹھیرایا۔ اور کہا "آئندہ ایسا وقت آنے والا ہے جبکہ شراب کا استعمال میرے ملک کے لئے باعثِ بربادی ہوگا"

اسی زمانے میں تین دن تک سونے کی ریت کی بارش ہوتی رہی۔ نو صوبوں کے حاکموں نے جو سونا بطور خراج شاہنشاہ کو پیش کیا تو اس میں سے شاہنشاہ نے نو تپائیاں بنوائیں ہر ایک تپائی سلطنت کے نو صوبوں میں سے ایک ایک کی نمائندہ تھی۔

ایک دفعہ بادشاہ دورے پر جا رہا تھا کہ اس نے ایک مجرم کو دیکھا وہ سواری سے اتر پڑا اور مجرم کے جرم کے متعلق دریافت کیا۔ درباریوں نے جو دیکھا کہ شاہنشاہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں، تو عرض کیا "جہاں پناہ بھلا حضور اس شخص کی خاطر کیوں ملول ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نے خلاف قانون کام کیا ہے"۔

"افسوس" شاہنشاہ نے جواب دیا "یاؤ اور شن کی رعیّت نے اپنے بادشاہ کے اخلاق کی پیروی کرنا فرض سمجھا تھا۔ لیکن جب سے میں ان کا بادشاہ ہوا ہوں یہ لوگ اپنی مرضی کی بات کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کا افسوس نہیں ہے کہ اس شخص نے کیوں خلاف قانون کام کیا، بلکہ رنج تو اس علم سے ہوا کہ اس قسم کی خلافِ قانون حرکت کا ارتکاب میری رعایا سے

ممکن ہے"

یُو نے لِہہ شان سے آئے ہوئے سونے کا سکہ ڈھالا اور اس زر سے ایسے غریب بچوں کو آزاد کرایا جن کو ان کے والدین نے فاقوں سے عاجز آ کر غلامی میں بیچ دیا تھا اس کے بعد وہ دریائے ینگ سی کیانگ کے جنوب میں اور دور تک دورے پر گیا۔ اور سلطنت کے سارے امرار و حکام کو کوہ ماؤ پر جمع کیا۔ اس وقت سے اس پہاڑ کا نام کوئی کی یعنی "عام تحقیق اور صلاح و مشورہ کا پہاڑ" ہو گیا۔

یُو کے متعلق روایت ہے کہ اس نے نہایت استقلال اور طاقت سے حکومت کی۔ رنگوں میں اسے کالا رنگ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا پرچم گہرا نیلے رنگ کا تھا۔ اور اس کے قربانی کے جانور ایسے تلاش کئے جاتے تھے جن کا رنگ صوفیانہ ہو۔ اس کا قد نو ہاتھ(۱) اور دو انچ تھا۔ اس کے عالمانہ خطبے

---

(۱) یہ صاف نہیں ہے کہ ہاتھ سے کیا مراد ہے۔ فی زمانہ "ہاتھ" ڈیڑھ فٹ کا مانا جاتا ہے اس حساب سے تو یُو کا قد ۲۲ فٹ ۸ انچ ہوا جو خلافِ قیاس ہے۔ برخلاف اس کے آجکل گھوڑوں کے قد بھی "ہاتھوں" سے ناپے جاتے ہیں لیکن وہ ہاتھ صرف ۴" (مٹھی بند) ہوتا ہے۔ اس حساب سے یُو کا قد صرف ۳ فٹ ۲ انچ رہ جاتا ہے جو دوسری حد پر ہے۔ اگر ایک ہاتھ سے ایک بالشت تصور کیا جائے تو اوسطاً دس انچ

اور شاہنشاہی فیصلے تمام ملک میں مشہور تھے، بلکہ سمندر تک ان کا ڈنکا تھا۔ ۸۶ سال تک اس نے اپنے ملک کی خدمت کی۔ آٹھ سال تک وہ طغیانیوں سے لڑتا رہا تا آنکہ زرخیز وادیاں پانی کے نیچے سے پھر سے نکل آئیں۔ اس کے بعد ۲۰ برس تک اس نے شاہنشاہ یاؤ کے ماتحت ملک کی خدمت کی۔ ۴۲ برس تک وہ شاہ شُن کا میر نقشہ رہا۔ اور اس کے بعد آبائی مندر میں ولی عہد مقرر کر دیا گیا۔ ۱۰ سال تک وہ شُن کے ساتھ

(صفحہ ۴۲ کا بقیہ) کا بالشت سمجھ کر اس کا قد ۷ فٹ ۸ انچ ہوا جو قرین قیاس ہے۔

اس سلسلے میں حسب ذیل اعداد دلچسپی سے پڑھے جائیں گے:

آئرلینڈ کا ایک باشندہ جس کا نام چارلس اوبرین تھا ۸ فٹ ساڑھے سات انچ لمبا تھا۔ وہ معماری کا پیشہ کرتا تھا اور صبح اپنے کام پر جاتے وقت وہ سڑک کی لالٹینوں سے بلا تکلف اپنا سگرٹ جلا لیا کرتا تھا۔

آئرلینڈ ہی میں اسی نام کا ایک اور شخص تھا جس کا قد آٹھ فٹ چار انچ تھا وہ ۲۳ سال کی عمر میں لندن میں فوت ہوا اور اس کا ڈھانچہ رائل کالج آف سرجن میں محفوظ ہے۔ امریکہ کا ایک باشندہ کپتان وان برن بیٹس سات فٹ ساڑھے گیارہ انچ لمبا تھا اس کا وزن چھ من آٹھ سیر تھا۔ ۱۸۷۱ء میں اس نے ایک انگریز عورت مسماۃ انا سوان سے شادی کی جس کا قد بھی بالکل اتنا ہی تھا لیکن وزن صرف پانچ من تھا۔

حکومت کرتا رہا - پھر اس کے بعد آٹھ سال تک وہ اکیلا بادشاہ رہا، اور گوئی کی کے مقام پر فوت ہوا اور وہیں دفن بھی کیا گیا۔

(۲۲۸۲ ـــــ ۲۱۹۶ ق م)

خاندانِ ہی آ کا خاتمہ

آن یِی واقع ہانَ میں شاہنشاہ طائیُو کی تخت نشینی کے وقت سے خاندانِ ہی آ کے خاتمہ تک ۴۰۴ برس ہوتے ہیں۔ اس مدت میں حکومت نگارین پر سترہ بادشاہوں نے حکومت کی۔

ہی آ خاندان کا خاتمہ اس طرح ہوا:۔

کیاکوئی بن فابن کاوَ پندرھویں منزل کے چالیسویں سال سلطنتِ زعفرانی کے تخت پر بیٹھا۔ اس کی غیر معمولی طاقت اور ظالمانہ رویہ کی لوگوں کے دلوں پر ہیبت بیٹھ گئی۔ وہ اس زعم میں عیاشی اور آرام طلبی میں پڑ گیا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ لوہے کے کڑوں کو سیدھا کر دیتا تھا اور سلاخ کو بل دے کر رسی کی طرح بٹ دیتا تھا۔ لیکن اپنی کج روی کو وہ سیدھا نہ کر سکا اور نہ اپنی عادتوں کو قابو میں لا سکا۔ وہ چاؤ لیانگ کی ہر رائے پر عمل کیا کرتا تھا کیونکہ اس کی رائے بھی بادشاہ کی طبیعت کے موافق ہی ظالمانہ اور جاہلانہ ہوتی تھی۔ شاہنشاہ نے چاؤ لیانگ کے کہنے سے یورشی والی مانگ شان پر حملہ کر دیا اور اپنی فوج کو اپنی ہی رعایا کے جتے ہوئے کھیتوں کو روندتا ہوا لے گیا۔ منجملہ اور مالِ غنیمت کے جو اس یورش میں اس کے

ہاتھ آیا ایک نوعمر عورت مئی ہی نامی بھی تھی شاہنشاہ اس پر فریفتہ ہوگیا یہاں تک کہ معزز عہدہ دار امرا اور وزرا کی رائیں بھی مئی ہی کی رائے کے آگے رد ہونے لگیں۔ مئی ہی نہایت مغرور تھی اور خودنمائی اور خودستائی کی دلدادہ۔ چنانچہ شاہنشاہ نے اس کی خوشنودی کی خاطر رعایا پر بہت سخت ٹیکس لگا کر دولت جمع کی اور مئی ہی کے لئے مونگے کا ایک محل بنوایا جس میں ہاتھی دانت کے کمرے تھے اور جواہرات کے کٹہرے اور نشست گاہیں۔ اس نے اس کے لئے مجلاً فیروزہ کی ایک مسہری بھی بنوائی۔ اس طرح گیا کوی عیاشی اور مدہوشی میں غرق رہنے لگا۔ اس نے ہر قسم کے جانوروں کے تازہ اور سکھائے ہوئے گوشت جمع کرائے اور ایک اتنا بڑا حوض شراب سے لبریز بھروایا جس میں کشتی چل سکتی تھی۔ مقررہ نقارے کی چوٹ پر تین ہزار نفوس اس حوض میں سے ڈھور ڈنگروں کی طرح سے شراب پیتے تھے اور مست اور از خود رفتہ ہو جاتے تھے۔ غرضیکہ ملک آئے دن کے ٹیکسوں سے قلاش ہو گیا اور اندرونی بدنظمی سے دم ضیق میں آگیا۔ رعایا چیخ اٹھی کہ اے خدا ایسا فرشتہ بھیج جو ہمیں اس ظالم کے چنگل سے نجات دے۔

اسی اثنا میں شانگ کا حکمران چوکوی چل بسا اور اس کی جگہ اس کا لڑکا تائی شو نیعمر ۲۰ سال گدی پر بیٹھا۔ لوگوں کی نظریں اس پر مدد کے لئے

پڑنے لگیں اور اس کو وہ نجات دہندہ سمجھنے لگے۔ جب کو کے حکمران نے
پجاریوں اور زائرین پر ظلم توڑا تو لی شو المعروف بہ چنگ طانگ نے ہی
جاکر اس کو مغلوب کیا اور کو کی حکومت بھی اپنے ہی ذمے لے لی۔ جب وہ
مشرق میں قانون کی اصلاح کرتا تو مغرب والے حسد کرتے اور مطمئن نہ ہوتے
اور جب جنوب میں بدنظمی کا انسداد کرتا تو شمال والے بڑبڑاتے اور کہتے
"ہمیں ہی کو اس نے کیوں فراموش کر رکھا ہے۔"

اور جدھر وہ جاتا تھا لوگ خوشیاں مناتے تھے اور کہتے تھے "ہم تو
اپنے شاہزادے کا انتظار ہی کر رہے تھے کہ وہ جب آئے گا تو ہر چیز کا
صحیح بندوبست کر دے گا۔" اس کی وجہ کچھ یہ بھی تھی کہ لوگ شانگ کے حاکموں
کی طرف سے ایک عرصے سے بہت خوش عقیدہ تھے۔

چنانچہ چنگ طانگ نے آئی ین ولی کے پاس جو یوسن میں رہتا تھا
اپنا ایک پیغامبر معہ تحفہ و تحائف روانہ کیا۔ اور جب آئی ین شانگ کے
دارالسلطنت شہر پو میں آیا تو طانگ نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی اور
پھر اس کو شاہنشاہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کی عادتوں کو ٹھیک کرے اور
اس کو راہ راست پر لائے۔ لیکن باوجود پانچ بار تلقین کرنے کے (جب کہ
آئی ین نے یاؤ اور شن کے اصول اور ضابطے شاہنشاہ کو سمجھائے اور
التجا کی کہ وہ بھی ان پر کاربند ہو) شاہنشاہ پر اس کی نصیحتوں کا بالکل کوئی

اثر نہ ہوا، اور وہ نہایت محزون ہوکر واپس آیا۔ سارے رئیسوں نے یہ ماجرا سنا اور بولے " ہمارا شاہزادہ طانگ تو جانوروں تک کی ہمدردی کرتا ہے، آدمیوں کی خاطر تو وہ کیا کچھ نہ کرے گا" چنانچہ سب نے اس کی مدد اور طرفداری کا تصفیہ کر لیا۔ جب شاہنشاہ نے یہ سنا تو اس کو خوف ہوا کہ کہیں طانگ کا اثر و اقتدار بہت زیادہ نہ بڑھ جائے۔ چنانچہ اس نے طانگ کو ہی آ کے قلعہ میں قید کر دیا۔ اور اس طرف سے بے فکر ہو کر خود اور بھی زیادہ ظلم و تعدی اور نشہ و تعیش میں مشغول ہو گیا۔ اور اپنی طاقت اور حکومت کی پائیداری کی بڑائیاں ہانکنے لگا اور کہنے لگا " میں تو اپنی سلطنت پر اس درجہ حاوی و قابض ہوں جیسا کہ سورج آسمان پر ہے۔ جب سورج بجھ جائے گا تو میں بھی فنا ہو جاؤں گا" یہ فقرہ بھی لوگوں کی آہ وزاری کا گویا ٹیپ کا بند ہو گیا، کیونکہ ہر جگہ اس جابر شاہنشاہ کے خلاف اس طرح بدگوئی ہونے لگی :۔ "اے سورج تو کس دن بجھے گا کیونکہ اب تو بس ہم یہی چاہتے ہیں کہ تیرے ساتھ ہم بھی فنا ہو جائیں"

اب کیا کو یہ خیال ہوا کہ شانگ جیسی سربرآوردہ اور ترقی یافتہ ریاست کی مخالفت مول لینا بھی ٹھیک نہیں۔ یہ بھی خوف تھا کہ اور دوسرے امراء اور رؤسا نہ باغی ہو جائیں۔ چنانچہ اس نے چُنگ شوئن کے مقام پر طانگ کو قید سے رہا کر دیا۔ تاہم کیا کوئی کسی طرح اپنی حماقتوں سے باز نہ آیا، بلکہ

فسق و فجور میں اور زیادہ غرق ہوتا چلا گیا۔ تیس دن تک وہ اپنے
پیروؤں اور ہمراہیوں کے ساتھ اپنے تہہ خانے میں شراب و شہوت پرستی
میں دُھت پڑا رہا۔ اس وقت مشہور مورخ چُنگ کو ملک کی دستاویزات
و نقشہ جات لے کر پیش کرنے کے ارادے سے اس کے پاس گیا۔ ایک
شخص کوان۔ لُنگ۔ پانگ نامی بھی اس کے پاس آیا تاکہ اس پر لعن طعن
کرے۔ رعایا کی طرف سے اس کی بے حسی کو سمجھائے۔ مذہبی رسومات کو تہہ
کر دینے پر اس کی سرزنش کرے اور اس کی انتہا پسندی اور ضحاکیت سے
اس کو آگاہ کرے۔ المختصر اس نے بادشاہ سے کہا کہ "اگر تیری رعایا کو کوئی رنج
پانگ ہے تو یہی کہ ابھی تک تیرے دن پورے نہیں ہوئے ہیں" ظالم شاہنشاہ
نے اس کو تقریر کے دوران ہی میں قتل کر دیا، لیکن چُنگ کو جان بچا کر شانگ
بھاگ آیا۔ اسی طرح طائی اور لوگ بھی معہ اپنے ساتھیوں کے ہی آسے شانگ
چلے آئے۔ انہی ایام میں آسمان پر دو سورج نمودار ہوئے۔ ایک مشرق
میں اور ایک مغرب میں۔ اور ایک دوسرے کے مقابل چمکنے لگے۔ طائی
کہتا تھا کہ میں نے پنگ آئی سے دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو
معلوم ہوا کہ مغربی سورج سے ہی آ اور مشرقی سورج سے شانگ مراد ہے،
پس میں فوراً طانگ کی طرف ہو گیا۔(۱)

---

(۱)۔ مغربی سورج غروب ہونے والا ہوتا ہے اور مشرقی سورج کو عروج ہوتا ہے

اس طرح طانگ کے مددگار بڑھتے ہی چلے گئے اور اس کی طاقت بہت ہوگئی۔ روسار، معزز خاندان اور حکومت کے عہدہ دار ان سب اس کی طرف تھے۔ چنانچہ اپنے عہد کے آٹھویں اور اپنی عمر کے ۴۲ ویں سال میں اس نے اپنی فوج جمع کی اور ان سے حلف وفاداری لے کر اس طرح خطاب کیا۔

"یہ چیز جو میں اب کرنے والا ہوں کچھ مجھے پسند و مرغوب نہیں ہے۔ یہ تو ہی آ کی زیادتیوں پر خدائی فیصلہ ہے۔ یہ خیال بھی نہ کرنا کہ میں صرف ہی آ فتح کرنے کی خاطر تمہاری جانوں کو قربان اور تمہاری صنعت و حرفت اور کاشتکاری کو تباہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے تم لوگوں کی شکایتیں سنیں، لیکن چونکہ مجھے خدائے بزرگ و برتر کا خوف ہے میں اس کام سے باز نہیں آ سکتا۔ تم میں سے بعض کہتے ہیں "ہی آ والوں نے ہمارا تو کچھ بگاڑا نہیں ہے"۔ لیکن ہی آ کے باشندے تمہارے جیسے حالات میں نہیں ہیں۔ ان کی طاقتیں سلب ہو چکی ہیں اور ان کی ہمتیں مفقود۔ اگر میں اس فساد کا سدباب نہ کروں تو پھر اللہ کی عنایت اور مدد کا کس طرح طالب ہو سکوں گا۔ اگر تم میرا ساتھ دو گے تو تمہارا انعام یقینی ہے، لیکن اگر تم نے میرا حکم نہ مانا اور آج کی قسم کا پاس نہ کیا، ور بد اسلئے تو میں تمہیں اور تمہاری اولادوں کو تہ تیغ کردوں گا۔

سمجھ لو کہ میں بات کہہ کر بھولنے یا بدلنے والا نہیں ہوں"۔

چنانچہ طانگ نے ہی آ کے حاکم پر جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور اس کو شکست دے کر فان یاؤ کی طرف بھگا دیا جہاں وہ بن باس رہا۔ طانگ نے آ ئی ین کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا اور ہی آ کے افسروں اور عالموں کو شانگ کی حکومت میں بڑے بڑے عہدے دئیے۔ وہ پھر لو واپس چلا آیا اور پہلے کی طرح ہنسی خوشی حکومت کرنے لگا۔ اس طرح اس خاندان کا جس کا بانی طایو تھا ایک فرد[1] کی زیادتی سے خاتمہ ہوا۔ اور ایک متنفس[2] نے لوگوں کی ایک حکمران کے ناقابلِ برداشت ظلم سے گلو خلاصی کی۔

(۱۷۶۴-۱۷۹۴ ق م)

---

(۱) کیاکوی

(۲) طانگ

۵
طائی کیا کی توبہ

طائی کیا کے عہد کے پہلے سال میں بارھویں مہینے کے دوسرے دن آئی ین نے مرحوم شاہنشاہ چنگ طانگ کے نام کی قربانی کی اور اسی وقت نئے بادشاہ کی بھی باقاعدہ طور پر تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ نئے بادشاہ نے نہایت ادب سے اپنے والد بزرگوار کی رسم کو ادا کیا۔ قرب وجوار کی باجگزاریوں کے تمام روسا موجود تھے۔ وزرا سلطنت و دیگر حکام اعلیٰ بھی اپنے اپنے محکمہ کی روئداد سنا کر وزیر اعظم کے احکام کا انتظار کر رہے تھے۔

تب آئی ین نے شاہنشاہ کے فائدے کے لیے مرحوم شاہنشاہ کے فضائل کو ایک بصیرت آموز تقریر میں اس طرح ادا کیا :۔

" اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ اگلے وقتوں میں ہی آ کے حکمران نیکیوں کے پتلے ہوتے تھے اور اسی لئے مخلوق غضب الٰہی سے نجات میں تھی لیکن ان کے وارثان پر جنہوں نے اپنے آبا و اجداد کی نیک مثال کی پیروی نہ کی خدائے تعالیٰ نے بڑی سخت مصیبتیں نازل فرمائیں۔ اور بالآخر اس نے ہمارے بادشاہ طانگ کو توفیق دے کر آخری فیصلے کے لئے

منتخب کیا۔ چنانچہ ایک طرف تو کیا[1] نے ایسے اسباب وعلائل پیدا کرنے شروع کر دیے جن کا لازمی نتیجہ بمقام منگ[2] طاؤ ظاہر ہوا۔ ادھر میرے ولی نعمت[3] پو پر صداقت اور انصاف کی حکومت کرنے میں مشغول تھے۔ یہ پو ہی کی قسمت تھی کہ یہاں شاہ شانگ نے اپنی عقلمندی اور ہمت کا اظہار کیا اور ظلم اور تشدد کے بجائے آزادی و نرمی کا برتاؤ کیا۔ جسکی وجہ سے ساری خلقت اس کی دل سے مداح ہو گئی۔ یہ چیز کہ آیندہ آنے والی نسلیں کسی بادشاہ کو اچھائی سے یاد کریں گی یا برائی سے، بلا استثنا، اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ اس بادشاہ نے اپنے عہد کے شروع کے دنوں میں کس طرح کا برتاؤ جائز رکھا۔ اپنے عزیز و اقارب سے نیکی اور ہمدردی کا برتاؤ کرنے سے رعیت کے دل میں بھی اس کی محبت ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ چاہتا ہے کہ رعایا اس کی عزت کرے تو اُسے خود بزرگوں اور بڑوں کی تعظیم کرنی چاہیے۔ چنانچہ شاہ سابق نے سب سے پہلے عوام کو غور سے سمجھنا شروع کیا۔ وہ تنبیہہ و تادیب پر کان دھرتا تھا اور صلاح و نصیحت

---

(۱) خاندان ہی آ کا آخری بادشاہ۔

(۲): اس مقام پر طانگ نے کیا کوی کو شکست دی۔

(۳): طانگ

کو پس پشت نہ ڈالتا تھا۔ بلکہ تمام تر عوام کے نمائندوں کے ہمرائے تھا۔ حکومت وجہاں رانی میں اس کی لیاقت مسلّم تھی۔ اور معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی وہ کسی سے کم نہ تھا۔ دوسروں سے کام لیتے وقت اُن کو کامل اور ہر نقص سے بالاتر نہیں سمجھتا تھا اور نہ خود اپنی کمیوں سے بے بہرہ تھا۔ اس طرح اس نے متعدد ریاستوں کی جان نثاری اور دوامی حکومت پائی"۔

لیکن ان نصیحتوں سے بادشاہ کے کان پر جوں بھی نہ چلی۔ اِس لئے آئی ین ولی اللہ نے پھر سے مغز زنی کی اور کہا۔

"عقلمندی کی صلاح ہمہ گیر ہوتی ہے اور نیک نصیحت نہایت سہل الفہم۔ حاکمِ حقیقی کے ہاں تغیر و تبدل نہیں۔ نیکی اور بھلائی کرنے والوں پر اس کی ان گنت رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور بداعمالوں پر وہ مصیبتیں اور عذاب بھیجتا ہے۔ نیک کاموں کے کرتے وقت کمترین چیز کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے اور نہ برائی کے کاموں میں گناہ کبیرہ ہی کو شمار کرنا چاہیے۔ اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ مرحوم بادشاہ کو ین اس قدر مدد کیوں کر دے سکا؟ صرف اس لئے کہ اس نے خود مشاہدہ کر لیا کہ اگرچہ شروع شروع میں مغربی شہر ہی آ ٹل اصولوں کا پابند تھا اور اس کے تباہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی، لیکن جب مسلسل وہاں کے بادشاہوں کے ہاں نیکی کا فقدان ہوتا چلا گیا

تو پھر وہ کسی کام کے قابل نہ رہے"۔

مگر بادشاہ نے اپنے وزیر کی صلاح کی کوئی قدر نہ کی بلکہ اس کو محض بکواس سمجھتا رہا اس نے اپنے نوابی ہم جلیسوں کے ساتھ عیاشی کرنے میں کوئی کمی نہ کی اور فرائض شاہنشاہی کو بھلا دیا۔

آئی ین تیسری بار پھر مخاطب ہوا۔ بلکہ اس دفعہ نصیحت کو لکھ کر بھی پیش کیا :۔

"گذشتہ بادشاہ نے صبح صادق کی ہلکی سفیدی میں کامل روشنی پالی، اور امن سے روزِ روشن کا انتظار کرنے لگا۔ پھر اس نے چہار طرف میں علماء، اور فضلاء کی چھان بین کی تاکہ وہ اس کی رعایا کی مدد کریں اور صحیح راستہ بتائیں۔ اس نے اپنے تمام امراء وحکام کو تنبیہہ کر دی کہ "اگر تم نے اپنے محلوں کو رات دن کا ناچ گھر بنالیا یا اگر تم نے اپنی حویلیوں میں سوائے راگ رنگ کے اور کچھ نہ کیا، یا تم شراب و شہوت سے بدمست رہے، یا اپنا وقت لہو ولعب اور بیکاری میں گذارا، اور ناکارہ عادتوں میں پڑے رہے اور دانشمندوں کی صلاح کی بے قدری کی مخلصوں اور وفاداروں کی مخالفت کی، نیکوں سے نفرت، اور امیروں اور ان کے بگڑے ہوئے بیٹوں سے رغبت، تو سمجھ لو کہ تم اپنے خاندان کی تباہی اور اپنے ملک کی بربادی کا باعث ہوگے"۔

"اس لئے اپنے آبا وَاجداد کے حکموں اور طریقوں کے خلاف نہ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بات تمہارے تنزل اور بربادی کا باعث ہو۔ کفایت شعاری کی اچھائی کو ذہن نشین کرلو اور آیندہ کی فلاح و بہبودی کیلئے تجاویز سوچنے میں دماغ لڑاؤ۔ راست باز زندگی گذارو اور اپنے اجداد کے نیک کاموں کی پیروی کرو۔ بے شک مجھے اطمینان ہوگا اور آیندہ دس ہزار نسلیں تمہاری تعریف کے ترانے گائیں گی۔"

لیکن پھر بھی بادشاہ نے اپنی اصلاح نہ کی۔

بالآخر آئی ین اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا:۔ "یہ یقیناً صحیح راستہ نہیں ہے! طبیعت کے رجحانات ہی آگے چل کر عادات بن جاتے ہیں۔ شاہنشاہ کو بُروں اور لامذہبیوں کی صحبت میں چھوڑ دینا عقلمندی سے بعید ہے۔ میں اس کے لئے طانگ کے مزار پر ایک خانقاہ بنواتا ہوں تاکہ وہ اپنے جدِ امجد کی خوبیاں ہر وقت یاد رکھ سکے اور ان پر غور کرسکے، اور اس طرح آیندہ کے لئے بے نام و نشان ہونے سے بچ سکے۔"

چنانچہ لائق وزیر نے بادشاہ کے دادا طانگ کے مزار پر ایک خانقاہ بنام شان طانگ تعمیر کرادی اور حسب ذیل نصیحت کرکے بادشاہ کو وہاں بھیجدیا:۔

"جب تمہارے جدِّ ذیشان تخت نشین ہوئے تو انہوں نے ہی آگی

ناانصافیوں اور مظالم کا خاتمہ کر دیا تھا۔ وہ غریب، مصیبت زدہ اور دبے ہوئے لوگوں پر طفلانہ ترحم سے پیش آتے تھے، اس لئے رعیت ان کے احکام خوشی سے بجا لاتی تھی۔ اور ہر متنفس آرام و آسائش میں تھا اور جب مسلسل سات سال تک خشک سالی نے ملک کو نہ چھوڑا تو خود شاہنشاہ نے اپنا جائزہ لیا تاکہ معلوم کرے کہ کون کونسی بات اس نے خوشنودیٔ الٰہی کے خلاف کی تھی جس کی پاداش میں یہ مصیبت نازل ہو رہی تھی۔ چنانچہ وہ شہتوت کے جنگل میں چلا گیا اور وہاں چھ ایسی باتوں کا دل میں اقبال کیا جو قابل الزام تھیں اور خدا سے بہ خشوع و خضوع توبہ کی اور رحم و معافی کا خواستگار ہوا۔ ابھی اس کی توبہ اور دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور باران رحمت نازل ہونا شروع ہو گیا۔ کئی ہزار میل زمین سیراب ہوئی۔ دریاؤں کے پاٹ لبریز ہو گئے اور لوگوں کی مصیبتوں کا خاتمہ ہوا۔ چنگ طانگ نے اس موقع پر ایک قصیدہ لکھا اور اس کا ایک گیت بھی بنایا۔ اس نے اس کو پتھر پر کھدوا بھی دیا تاکہ آیندہ نسلوں کے لئے موجب نصیحت ہو۔"

چنانچہ طائی کیا تین برس تک "باب[1] ماتم" پر سر بہ سجود رہا۔ اور اس

---

(۱)۔ شان طانگ

مدت کے اختتام پر اس کے دل و دماغ کی پوری پوری اصلاح ہوگئی۔ اور بارھویں مہینے کے پہلے دن آئی ین بادشاہ کو باعزاز خسروانہ طانگ سے شہر یو کو واپس لایا۔ جہاں وزرار وامرار شہر کے سامنے اس کو پھر سے تخت نشین کیا گیا۔

شاہنشاہ نے کہا "جب خدا آفاتِ سماوی نازل فرماتا ہے تو ان کو برداشت کرنے کی طاقت بھی عطا فرما دیتا ہے، لیکن انسان کی خود اپنی حماقت اور جہالت کا کوئی علاج نہیں۔ شروع شروع میں میں اپنے محسن آقا کی نصیحتوں کو گوزِ شتر سمجھتا رہا، کیونکہ میں خود ان کے سمجھنے کا اہل نہ تھا۔ لیکن اب میں آخرت حاصل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔"

اس طرح آئی ین کی عقلمندی، استحکام اور استقلال کی وجہ سے طائی کیا کی حقیقی اصلاح ہوگئی۔ اور چونکہ اس نے اپنے نفس پر قابو پا لیا تھا اس لیے اس کو طای ٹسنگ یعنی آقائے اعظم کہنے لگے، کیونکہ سچ کہا ہے کہ "افراد کا فاتح حکمراں ہوتا ہے لیکن حقیقی بادشاہ تو وہی ہے جس نے اپنے نفس کو فتح کر لیا ہو۔"

اب ملک کی حکومت طائی کیا کو واپس دے کر آئی ین نے اپنے استعفٰے کا اعلان کیا اور حسب ذیل نصیحت کی :-

"بلاشبہ خدا کسی کی ناجائز طرفداری نہیں کرتا، لیکن جو اس کی

عبادت اور اس کے عشق کے اہل ہوتے ہیں ان پر وہ رحمت کی نظر رکھتا ہے۔ عوام مسلسل و دوامی عبادت کے اہل نہیں ہوتے لیکن وہ اہل دل عارفوں سے وسیلہ رکھتے ہیں۔ ارواح اور دیوتا بھی ہمیشہ مائل برحمت نہیں رہتے لیکن وہ بھی مخلصین کی قربانی قبول کر لیتے ہیں جس نے نیکی اور بھلائی کو مشغلِ راہ بنایا اس کی فضیلت کو قیام ہوگا، لیکن نیکی کا فقدان بڑے سے بڑے بادشاہ کی حکومت کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ یہ بات نہیں کہ خدا شانگ خاندان پر خصوصاً مہربان ہے بلکہ اصلیت یہ ہے کہ وہ نیکی اور نیک معاش کو نوازتا ہے؟ یہ ہرگز خیال نہ کرنا چاہیے کہ مخلوق کی کامیابی یا ناکامیابی بے سوچے سمجھے مقدر کر دی گئی ہے، بلکہ خدا کا مہر و قہر حق بحق دار رسید کے مطابق ہوتا ہے۔ نیکی کا کوئی ایک قانون نہیں ہے بلکہ وہ تو گویا اچھائی سے عبارت ہے۔

اچھائی قیودِ مکانی سے آزاد ہے، بلکہ وہ تو اہلیت اور سادگی کے مترادف ہے۔ اگر ملک کے ذکور دانا شیں سے ایک بھی اپنے نفس کو قابو میں لانے سے قاصر رہا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خود بادشاہ کی نیکی میں کمی ہے۔ بادشاہ کے اقوال منصفانہ ہیں اور اس کا دل سادگی پسند۔ خدا اس کو اس کے اسلاف کی خوبیوں کا ترکہ عنایت فرمائے اور اس کو ہمیشہ اپنی رعایا کی بہتری کی توفیق دے۔"

لائی کیا نے ۳۲ سال حکومت کی۔ سن رسیدہ وزیر آئی ین ہی نے اس کو شہر پو میں دفن کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یو طنگ تخت پر بیٹھا اور اپنے خاندانی مندر میں اپنے باپ کی یاد کی عزت افزائی کی۔

یو طنگ کی حکومت کے آٹھویں سال میں سن رسیدہ اور ولی صفت وزیر آئی ین کا، جو چار پشتوں کا ناصح شفق و مصلح تھا، انتقال ہوا اور شہر پو میں دفن کیا گیا۔

(۱۷۱۲ - ۱۷۵۳ ق م)



۶
بادشاہ کی بحث

چنگ طانگ کے شہر یو کو دارالسلطنت مقرر کرنے کے وقت سے لیکر (یعنی ۱۷۶۹ ق م) پون کانگ کی ہنگ ین تخت نشینی تک ۳۸۰ سال ہوتے ہیں اس اثنا میں طغیانیوں، زلزلوں اور دیگر آفاتِ سماوی کے سبب سے چار مرتبہ دارالسلطنت تبدیل کیا جا چکا تھا۔ اور طایو کے بیٹے کی کے وقت سے اس وقت تک ۷۹۰ برس ہو چکے تھے اور اس دوران میں آٹھ مرتبہ دارالسلطنت بدلا جا چکا تھا۔

چنانچہ جب پون کانگ نے ان تمام مصیبتوں کی وجہ پر دل میں غور کیا تو اس پر عیاں ہو گیا کہ یہ سب ان اصولوں کی غفلت کی وجہ سے ہے جو یاؤ، شن اور طایو نے مقرر کئے تھے۔ کیونکہ زمانہ سلف میں بادشاہ ہمیشہ احکامات الٰہی کی جو بذریعہ جوتش معلوم ہوتے رہتے تھے پابندی کرتے تھے، رعایا کی جانوں کی حفاظت کرتے تھے اور ملک کی بہتری میں جوش و خروش دکھاتے تھے۔

یہ سوچ کر پون کانگ نے نجومیوں سے صلاح لی اور انہوں نے حساب لگا کر بتایا کہ ین کو دارالسلطنت مقرر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ پون کانگ نے اپنا دارالسلطنت ین میں منتقل کر دیا اور اس وقت سے خاندان کا نام بھی

بدل کر ین ہو گیا۔

لیکن بعض ارکان سلطنت و امراء قوم جو ہنگ میں جمے ہوئے تھے بادشاہ کے ساتھ جانے پر راضی نہ ہوئے، کیونکہ اس تبدیلیٔ مکان سے اُن کو اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی دنیاوی ملکیت و اعزاز کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس پر بادشاہ خود ہنگ واپس آیا اور تمام ارکان سلطنت، امراء قوم اور معزز خاندانوں کے بزرگوں اور مخالف لوگوں کو جمع کرکے اس طرح مخاطب ہوا۔

"ہمارے اسلاف میں بادشاہ شُوپہہ نے اس خیال سے کہ کہیں کانگ کی طغیانی سے رعایا بالکل ہی تباہ نہ ہو جائے اپنا دار السلطنت یہاں ہنگ میں تبدیل کیا تھا، لیکن اب ہمارے جدا جدا(۱) ہونے کی صورت میں گذارہ ناممکن ہے۔ نجومیوں کا یہ فیصلہ ہے کہ ین ہمارے کاروبار کے لئے مبارک ہے۔ شاہان سلف جن سے بڑے بڑے کارنامے ظہور میں آئے بہمہ عقل و دانش فرمانِ الٰہی(۲) کی پیروی کرتے رہے۔ اگر ہم نے اسلاف کے طریقہ پر عمل نہ کیا تو ہمارے پاس اس کی کیا ضمانت ہے کہ خدائی الہامات ہمارے لئے آتے ہی رہیں اور بالکل بند نہ ہو جائیں، بلکہ وہ تو خدا کی عین عنایت رہی ورنہ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔

(۱) :- یعنی ین اور ہنگ میں۔

(۲) :- جس کا اظہار بہ شکل نجوم ہوتا تھا۔

کیونکہ ہم میں وہ جوش و عقیدت تام کو بھی نہیں جو ہمارے اسلاف کا طغرۂ امتیازی تھا۔ کٹے ہوئے درخت بھی اکثر ہرے ہو جاتے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ بن میں ہنگ پیدا ہو جائے۔ یہ ہمارا شاہی حکم ہے کہ جس کو کچھ بھی شکایت ہو وہ ہمارے دربار میں پہنچ سکتا ہے اور دادرسی چاہ سکتا ہے۔ اس لئے کسی بھی رکن سلطنت کو غریب سے غریب کی بھی فریاد سے غفلت نہ کرنی چاہیئے۔"

بادشاہ نے ایک بار پھر خطاب کیا اور کہا:۔

"اچھا لوگو سنو! میں بالکل سچی سچی باتیں تم سے کہتا ہوں۔ خدا کے لئے تم اپنی خود غرضی غرور اور غفلت کو دور پھینکو زمانہ گذشتہ میں چنگ طانگ خصوصیت کے ساتھ صرف تجربہ کار اور سال خوردہ لوگوں ہی کو ملک کی حکومت میں جگہ دیتا تھا، اس لئے جو کچھ وہ کہتا تھا اس کی تعمیل کی جاتی تھی اور اس کے ماتحت اس کے ارادوں تک میں فرق نہ آنے دیتے تھے۔ اس نے حکومت اور اس کا انتظام خوب سمجھ سوچ رکھا تھا۔ اور اس کے وزیر وفادار تھے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے زمانے میں بہت زبردست اصلاح کر سکے۔ لیکن اب تم لوگ ہمیشہ عوام کو ورغلانے میں اور اپنی طرف رجوع کرنے میں مشغول رہتے ہو۔ مجھے تو بلکہ معلوم بھی نہیں کہ تم کیا بکواس کرتے رہے ہو۔ جب کوئی غریب اور محتاج تمہارے پاس شکایتیں لے کر آتا ہے تو تم خوب لفاظی کرتے ہو اور جھوٹے جھوٹے دعوے کرتے ہو، لیکن میرے ساتھ تم اور بھی دروغ بافی سے کام لیتے ہو اور یہ

نہیں سمجھتے کہ میں تمھیں اچھی طرح مزہ چکھا سکتا ہوں۔ تم اپنی تکالیف مجھ سے صاف صاف بیان تو کرتے نہیں الٹا عوام میں غلط افواہیں پھیلا کر ان کو ورغلاتے اور جوش دلاتے ہو۔ لیکن خوب سمجھ لو کہ خیر اب تو تم چیز ہی کیا ہو اگر تم میدانوں کی آگ کی طرح بھی بے پناہ ہوتے تب بھی میں خود تمہیں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیتا۔"

"واللہ میں تمہیں بالکل فنا کر دینا بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ میری رعایا کو تکلیف پہنچے۔ مجھ سے پہلے میرے والد ماجد اور ان کے اسلاف نے محنت وراحت دونوں کے خوب خوب مزے چکھے۔ پشتہا پشت سے وہ آپ لوگوں کے بزرگوں کی کارگذاریوں کی قدر کرتے چلے آئے ہیں اور اب میں بھی آپ لوگوں کی صفات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ آپ لوگ میری کوئی تعظیم نہیں کرتے۔ اغلباً اس کی وجہ خود میری ناتجربہ کاری اور طریقہ کار ہے جیسا کہ جن کا ایک مقولہ ہے کہ آدمیوں میں عمر رسیدہ اور اوزاروں میں بالکل نیا کام کا ہوتا ہے۔"

"اب میں نے آپ سب کو اصل معاملہ کی حقیقت سے ایسے آگاہ کر دیا ہے جیسے کوئی مشاق تیر انداز اپنی کمان سے نشانے کو بتاتا ہے۔ آئندہ سے ہر ایک خبردار ہو جائے اور اپنا اپنا فرض بجا لائے۔ اس وقت ہر خاص و عام کو مطلع کر دیا جاتا ہے کہ خواہ کوئی بادشاہ کا قریب ترین عزیز

کیوں نہ ہو مجرم کی سزا موت ہو گی۔ اور نیک کام کرنے والے کی نیکی کی قدر دانی کی جائے گی۔ قوم کی بہتری آپ ہی لوگوں کے منفرد اور مجتمع ہاتھوں میں ہے۔ اگر قوم پر مصیبت آئی تو اس کا سبب اغلباً یہ ہو گا کہ میں نے سزا وجزا دینے میں کوتاہی کی۔ اس لئے میری التجا ہے کہ جال کے پھندوں کی طرح یکساں ویکجان ہو جاؤ نہ کہ بچھڑ کر پریشان وپراگندہ رہو۔"

اس کے بعد پون کانگ لوٹ گیا اور چلتے ہوئے لوگوں سے بہ زور کہا کہ وہ بغیر شور وشر کئے اس کے پیچھے شاہی شہر میں چلے آئیں۔ ایسے لوگوں سے جواب بھی جمے کھڑے رہے اس نے نہایت خلوص دل سے کہا:۔

"زمانۂ گذشتہ میں میرے اسلاف ہمیشہ رعایا کی خیر خواہی میں منہمک رہے اور اپنے بادشاہوں کی وفاداری اور محبت میں کبھی کمی نہ کی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سختیوں کے زمانوں پر بھی بآسانی غالب آ گئے۔ جب ین پر مصائب عظیم نازل ہو رہی تھیں تو فرمانروا کچھ بے فکر اور الغرض ہو کر نہ بیٹھ گئے تھے بلکہ بہمہ سرعت دارالسلطنت کو تبدیل کرنے کا انتظام کر رہے تھے۔ اب تم کیوں ان کی یاد کو بھلا دینا چاہتے ہو۔ جب میں نے خوب سوچ سمجھ کر تمہاری بہتری کے لئے نقل مکان کے لئے حکم دیا تو میں واقعی تمہاری بہتری ہی کا خواہشمند تھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے میرے حکم کے خلاف ورزی کر کے مجھے غصہ دلایا ہے اور یہ کہ اب تم سزا کے مستوجب ہو بلکہ میں تو

اس کے خلاف یہ کہتا ہوں کہ دارالسلطنت کا تبدیل کرنا تمامتر تمہارے ہی نفع کی چیز ہے۔ اور تمہارے اقبال اور نصیبہ کو ترقی دینے کے لیے۔ لیکن جہاں میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ عوام کو اطمینان دلاؤں اور ان کی ترقی کا باعث ہوں وہاں تم گم سُم اپنی اپنی شکایتیں لیے چپ کھڑے ہو۔ اور اس مسئلے میں مجھے اپنے خیالات سے آگاہ تک نہیں کرتے، جو اگر واقعی مخلصانہ رائے پر مبنی ہوں تو یقیناً اُن کو اہمیت دی جائے گی۔ لیکن تم تو ایک واہمہ میں گرفتار ہو اور خواہ مخواہ اپنے کو پریشان کر رہے ہو۔ تمہارا حال ایسا ہے جیسے غیر منظم ملاح جو خود ہی کشتی کی تباہی کا ذریعہ ہو جاتے ہیں۔ تمہاری پریشانی میں آخر کیسے کمی کی جائے جب کہ یہی نہیں معلوم کہ آخر وہ پریشانی ہے کیوں۔

تم اپنی تدابیر سوچنے میں مآل اندیشی سے کام نہیں لیتے اور اسی لیے تمہاری مصیبتیں اور بھی بڑھ گئیں لیکن اب جبکہ "حال"(۱) تمہارے سامنے ہے اور "مستقبل" کا تم نے کوئی انتظام کیا نہیں تو ظاہر ہے کہ تمہیں کسی اور کی رہنمائی قبول کرنی پڑے گی۔ اس لئے اب میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اپنی ہی بربادی سے اس درجہ الغرض نہ ہو مبادا تم پر کوئی جسمانی یا روحانی عذاب نازل ہو۔ جب میں اپنے اسلاف کی ان نیکیوں اور مہربانیوں کا خیال کرتا ہوں جو انہوں نے

---

(۱) یعنی اس وقت کی مصیبتیں۔

تمہارے بزرگوں کے ساتھ روا رکھیں تو مجھے تم سب سے نرمی کا برتاؤ کرنے کا خیال غالب آجاتا ہے۔ اور میں تم سب کو وہی سمجھنے لگتا ہوں"۔

"جنگ طانگ نے پو کی پہاڑی پر اپنا دارالسلطنت تبدیل کر دیا تھا اور اس طرح ہماری مصیبتوں کا خاتمہ کیا تھا۔ لیکن اب میری رعایا رواں دواں ہے بے گھر و بے در ہے پھر بھی تم کہتے ہو" کیوں فضول اس دارالسلطنت کی تبدیلی کی وجہ سے تمام لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے۔" اصل یہ ہے کہ میں روایاتِ قدیم کو پھر سے زندہ کرنا چاہتا ہوں، تاکہ ہمارا خاندان عذاب سے پناہ میں رہے۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ میں تمہاری دوستی کا حق ادا کروں اور تمہاری رہنمائی کروں۔ تاہم میں تمہارے صلاح و مشورہ سے بے نیاز نہیں ہونا چاہتا اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ تم بھی الہام کے خلاف تو ہرگز نہیں جا سکتے۔ میں ان کی طرفداری ہرگز نہ کروں گا جو دولت جمع کرتے ہیں بلکہ میں ہمیشہ محنتیوں کا دوست بنا رہوں گا۔ اور ان لوگوں کی عزت کروں گا اور حکومت میں بھی انہی کو جگہ دوں گا جو میری رعایا کی خیر خواہی اور حفاظت کی کوشش کرتے ہیں۔"

"اب میں نے مفصل طور پر اپنے ارادوں سے تم سب کو آگاہ کر دیا ہے خواہ تم ان سے متفق ہو یا نہ ہو لیکن یہ یاد رہے کہ ان کی خلاف ورزی نہ ہو دھن دولت جوڑنے میں ہرگز نہ پڑو۔ بلکہ ہر لحظہ عملاً کارآمد ثابت ہو اور دست و

بازو کی کمائی پر انحصار کرو۔ کوشش کرو کہ نیکی عام ہو۔ خیالات میں خلوص اور سادگی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔"

اس کے بعد یوَن کانگ نے لوگوں سے کوئی مزید بحث و مباحثہ نہ کیا بلکہ ین واپس چلا گیا۔ جہاں اس نے چنگ طانگ کے اصولوں کے بموجب ۲۸ برس تک حکومت کی۔ اور وہیں انتقال کیا اس وقت سے خاندان شانگ کی حکومت کا دارالسلطنت شہر ین مقرر ہو گیا۔

(۱۳۹۹ ق م)

۷

دشت کا دانشمند

پوَن کانگ کے چھوٹے بھائی سِیا وُ یہہ کے بیٹے دو طِنگ نے اپنے باپ کا صبح شام تین برس تک ماتم کیا۔ اور اس دوران میں حکومت کا کل کاروبار اس کے وزیر کا ن پوَن کے ہاتھوں رہا۔ اور جب اس لمبی مدت کے اختتام پر بھی بادشاہ نے عہد زبان بندی نہ توڑا تو وزیر و امیر سب بہت مایوس ہوئے اور پریشان ہو کر اس کے پاس آئے اور کہا۔

"قانون کو عمل میں لانے کے لئے علم اور عقل لابدی چیزیں ہیں جہاں پناہ بہت سی ریاستوں کے بادشاہ ہیں۔ اور ہم فقیر حضور کے احکام بجا لانے والے حضور احکام صادر فرما کر ہی اپنی خواہش سے ہمکو آگاہ کر سکتے ہیں لیکن اس طرح بولنے سے عہد کر لینے کی وجہ سے تو حضور کے وزیر و رعایا سب کے سب حضور کی رضا و رحجان سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔"

تب بادشاہ نے لکھ کر اپنا منشا ظاہر کیا۔ اور بتایا کہ "جس وقت سے خدا نے مجھے اس ملک کا بادشاہ بنایا اسی وقت سے میں سخت کشمکش میں ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری نیکی و لیاقت اس اہم کام کو انجام دینے کے برابر نہ نکلے۔ اسی وجہ سے میں اب تک خاموش تھا

رہا۔ لیکن میں اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ جب میں طاؤ پر مراقبہ میں بیٹھا تھا تو میں نے دیکھا کہ حاکم ازل نے مجھے ایک بے مثال وزیر عطا فرمایا ہے جو میرے بجائے اور میری طرف سے گفتگو کرتا ہے۔"

پھر بادشاہ نے اس کا صحیح صحیح نقشہ اور حلیہ بتایا اور حکم دیا کہ اس کے مطابق ایک تصویر بنائی جائے اور تمام ملک میں اس کا مثنیٰ تلاش کیا جائے۔ شاہی حکم کی بلا کم و کاست تعمیل کی گئی تو معلوم ہوا کہ فُو یِن کے دشت میں بند باندھنے والے مزدوروں میں سے ایک یُواِہ نامی اس تصویر کے مطابق ہے۔ اس کو دربار میں لایا گیا اور شاہنشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا :۔

"خوش آمدید! یُواِہ! میری داستان سنو۔ سب سے پہلے مجھ طفلکِ نادان نے اپنے آپ کو کان پوَن کی نصیحتوں اور ہدایتوں کے سپرد کیا۔ اس کے بعد میں دشت و صحرا کی طرف نکل گیا۔ اور دریائے زرد کے کنارے ایک شہر میں داخل ہوا۔ پھر وہاں سے بعجلت شہر پو پہنچا۔ لیکن اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ مجھ میں اب بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اے تم مجھے معرفت کے سبق پڑھاؤ اور میرے ذہن کو تربیت دو۔ گویا تم شکر سے شراب بنانے کا خمیر ہو یا کسی لذیذ طعام میں آب و نمک۔ میرے ذہن کو ترقی دینے کی کوشش کرو تاکہ میں تمہاری ہدایتوں پر عمل کر سکوں۔"

یُوآہ نے سرِ تعظیم خم کیا اور کہا " اے بادشاہ ۔ لوگ اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اپنے کاموں کو بوجہ احسن انجام دے سکیں۔ لیکن اگر آپ روایتِ قدیم کے سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے تو آپ کی کامیابی یقینی ہے ۔ اس لئے کہ اب تک تو اس خاکسار نے کبھی یہ سنا نہیں ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں بغیر روایات قدیم و اصولِ سلف کو سمجھے اپنی قوم و ملّت کی بھلائی کر سکا ہو۔ یا اس کو معراجِ ترقّی پر پہنچا سکا ہو "

چنانچہ جب وُو طِنگ کو یُوہ اِہ ساکن فُو دِین کے متعلق پورا اطمینان ہو گیا اور اس کو اس نے اپنے الہام کے مطابق پایا تو اسے اپنا وزیرِ اعظم مقرر کیا ۔ اور جملہ امرا، و حکام سے تعارف کراتے ہوئے یُوہ اِہ سے کہا:-

" تم مجھے ہمیشہ نصیحتیں اور ہدایتیں کرتے رہو تاکہ میں نیکی میں ثابت قدم رہوں ۔ اگر میں لوہے جیسا کند ہوں تو میں تمہیں صیقل کے طور پر کام میں لاؤں گا۔ اگر میں بحرِ ذخار کو عبور کرنا چاہوں گا تو تم میری کشتی کے ناخدا ہوگے، اور خشک سالی میں بارانِ رحمت۔ اپنے دماغ کے طبقات کو واکرو تاکہ میری دلی مراد بر آئے ۔ اگر جسم میں کافی طاقت نہ ہو تو بیماری سے نجات نہیں ملتی ۔ اس لئے اپنے محکوموں اور ساتھیوں کے ساتھ ساتھ تم کو اپنے بادشاہ کی اصلاح میں بھی مستقل مزاجی اور سختی دکھانی چاہیئے اور اس کو

زمانہ سلف کے عقلمند بادشاہوں کی پیروی کی ہدایت کرنی چاہیئے اور اسے اپنے مرحوم اور معزز بادشاہ چنگ طانگ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینی چاہیئے۔ چونکہ اس میں کروروں بندگانِ خدا کی بہتری ہے"

یُوہ اِہ نے جواب میں کہا "جس طرح لکڑی نجار کے رندے سے صاف اور سیدھی ہو جاتی ہے اسی طرح بادشاہ بھی اچھی نصیحت پر کاربند ہو کر ولی بن سکتا ہے۔ پھر اس کے وزیر قبل از حکم اور بغیر سختی کیئے ہی اس کی مرضی کے موافق خدمت بجا لائیں گے۔ اور کسی کی مجال نہ ہو گی کہ بادشاہ کے قابل احترام احکام کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کر دے۔ بلاشبہ عاقل و دانا بادشاہ آسمانی قانون کی کلّی موافقت کرتا ہے۔ ملک کا انتظام، دارالسلطنت کا تقرر، یا حکّام کے فرائض کا تعیّن وہ صرف اپنی آسایش یا اپنی افضلیت کے خیال سے نہیں کرتا بلکہ ان سب کاموں میں عوام کی بہتری اس کا مطمحِ نظر ہوتی ہے۔ اللہ اور صرف اللہ ہی ہمہ دان ہے۔ لیکن دانشمند بادشاہ ظلِ اللہ کا صحیح مصداق ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں وزرار بہ خوشی احکام بجا لائیں گے اور رعایا حکومت سے مطمئن رہے گی اور اسکی پیروی کرے گی۔"

"زبان بعض اوقات ناطق کو عذاب و ذلّت میں پھنسا دیتی ہے۔ اور ہتیاروں کا بے جا استعمال اکثر جنگ و جدل کا موجب ہوتا ہے۔ اس لیئے

ہر ایک کو ان دونوں کے استعمال میں بہت محتاط رہنا چاہیئے۔ جب تک ضرورت نہ پڑے عصائے سلطنت مقفل رہتا ہے لیکن ضرورت پر ملزم کے گناہ کو اچھی طرح جانچنے کے بعد شمشیر عدل بے میان کرنی چاہیئے۔ جرائم اور بے قاعدگیوں کی اصلاح کی ذمہ داری حکام پر ہوتی ہے۔ اس لئے صرف ایسے ہی لوگوں کو عہدے دینے چاہیئں، جو تعصب سے بری ہوں اور اپنے رشتہ داروں کی بے جا حمایت نہ کرتے ہوں اور سلطنت کے وزیر صرف انہی امراء میں سے منتخب کرنے چاہیئں جو برائی سے بری ہوں۔"

اس پر بادشاہ یُوہ اِہ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا :۔

"مرحبا۔ یُوہ اِہ! تمہاری نصیحت رائگاں نہ جائے گی۔ اگر تم مجھے راہ راست پر چلنے کی صلاح نہ دیتے تو میں مطلق اندھیرے میں رہتا۔ اور کوئی ایسی بات نہ معلوم ہوتی جو کرنے کے قابل ہوتی۔"

یُوہ اِہ نے سر تعظیم خم کیا اور بولا :۔

"کسی بات کا محض جاننا کچھ مشکل نہیں بلکہ مشکل تو اس پر عمل کرنا ہے حقیر اور معمولی ارادوں کو بھی جفاکشی سے پورا کرو۔ اور مناسب وقت و موقعہ پر اسی مناسبت سے محنت کرنے کی کوشش کرو۔ پھر خود بخود بزرگی اور برتری تمہاری غلام ہو جائیں گی۔ خلوص دل سے ان باتوں پر

غور کرو تو خود بخود تم میں نیکی بڑھتی جائے گی۔ اپنی کوشش اور محنت کے انجام اور مقصد پر نظر رکھو، تو طریقہ کار کی دشواریاں خود حل ہوتی چلی جائیں گی گذشتہ بادشاہوں کی کامل زندگیوں سے نصیحت لو۔ اور ان کو اپنا نمونہ بناؤ۔ بے جا حمایت اور طرفداری کا در نہ کھولو، کیونکہ ایسا کرنے سے اعزاز میں فرق آتا ہے۔ خودستائی اور خودنمائی میں نہ پڑو کہ یہ بہت بے وقوفی کی نشانی ہے۔ ہر شخص کے لئے وہی اصل شغل ہے جس میں اسے پوری پوری طمانیت قلب حاصل ہو۔ اور اسی میں اُس کو پوری کامیابی ہو گی۔ جیسا کہ اگر مقدس قربانی کے فرائض کسی عاصی گناہگار کے سپرد کئے جائیں تو وہ گویا انحراف تقدیس ہو گا اسی طرح اگر مراسم و فرائض مذہبی لاتعداد ہو جائیں گے تو ان کا انجام دینا گراں گذرنے لگے گا اور خدا کی عبادت مشکل ہو جائے گی۔"

بادشاہ نے جواب میں کہا: "جزاک اللہ یو ۔ہ اِہ! اگر میری تمام رعایا نے میرے طریقوں اور احکام پر لبیک کہا اور ان کی قدر کی تو بلا شبہ یہ سب تمہاری دانشمندانہ صلاح کا نتیجہ ہو گا۔ انسان کے لئے ہاتھ پاؤں بے حد ضروری چیزیں ہیں اور بادشاہ کے لئے قابلِ اعتماد وزراء۔ روایت ہے کہ آئی ین نے جس نے میرے پیشرو کی خدمت انجام دی تھی ایک دفعہ کہا "اگر میں اپنے شاہزادے کو اتنا ہی کامل الفہم و ادراک نہ بنا سکا جیسا کہ

یا اُو اور ٹشن تھے، تو اُسے میں اپنی اتنی ہی بے عزتی سمجھوں گا جیسے سرِ بازار پٹنے سے ہوتی ہے"۔ اگر عوام میں سے ایک فرد کی بھی حق تلفی ہوتی تو آئی ین کہتا "ہائے افسوس - یہ سب میرا قصور ہے"۔ اس طرح اس نے میرے جدِ معظم کو اوجِ فلک سے بھی بالا تر درجہ پر پہنچنے میں مدد دی۔ تم بھی اسی طرح میری مدد کرو، تاکہ آئی ین اعظم تنہا ہی تاریخ شانگ کی ساری خوبیوں کا حامل نہ ہو جائے۔ خدا تمہیں توفیق دے کہ تم بھی رعایا کی بہتری اور بھلائی میں اس کی پیروی کر سکو"۔

یُوہ اِہ نے سرِ تعظیم خم کیا اور کہا: "میں حتے الامکان کوشش کروں گا کہ جہاں پناہ کے تمام ارشادات کو پورا کر سکوں اور ظلِ اللہ کے مبارک احکامات کو بجا لاؤں۔ اگر جہاں پناہ خلوصِ دل سے میری ہدایت پر عمل پیرا ہوں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے گذشتہ با خدا بادشاہوں کی روایات کاملہ کو قائم نہ رکھ سکیں۔ اگر یُوہ اِہ[1] خاموش رہتا تو وہ بے شک نالائق ترین وزیر ہوتا"۔

اس وقت سے رؤسا ملک دربار شاہی میں آتے رہے، اور چھ

---

(۱) - یعنی میں، متکلم، یہ طرزِ ادا ہے۔ جیسے یہاں خاکسار کا لفظ کہہ کر بصیغہ واحد غائب کا صیغہ بولا جاتا ہے۔

حکومتوں کے سفیر بھی دربار ین میں آئے ۔ یہ سب لوگ مختلف زبانیں بولتے تھے اور اپنے اپنے ترجمان ساتھ لائے تھے ۔ تب ین میں امن وامان اور فلاح وبہبودی کا دور دورہ ہوا اور چار دانگ عالم میں یکجہتی اور اتحاد کی لہر دوڑ گئی ۔ لیکن وُو طِنگ کے ۳۲ ویں سال حکومت میں ارضِ شیاطین کے رہنے والے شمالی تاتاریوں نے بغاوت کر دی اور لوٹ مار کرنی شروع کی ۔ چنانچہ وُو طِنگ نے اپنی فوج ان کے خلاف بھیجی اور تین سال بعد ان کو مطیع کر لیا ۔ اس کے بعد اندرونی یا بیرونی کسی قسم کی شورش نہ ہوئی اور ین کی طاقت میں بہت اضافہ ہوا

اپنی حکومت کے ۵۹ ویں سال بادشاہ کا انتقال ہوا ۔ اور کاؤ سُنگ کے لقب سے (جس کے معنی "آقائے اعظم" ہیں) سرفراز کیا گیا ۔

(۱۳۲۲ سے ۱۲۶۳ ق م)

بلدہ ین کی بربادی

۲۶ ویں دور کے ساتویں سال (۱۱۸۹ ق م) میں جب کہ ابھی تک اس کے اجداد کی نا انصافی اور ظلم کے سیاہ بادل ہری گھاس کے دھوئیں کی طرح تمام آسمان پر چھائے ہوئے تھے اور نیکی اور انصاف کو چھپا رکھا تھا، سلطنتِ آسمانی کے تخت پر طائی طِنگ کا بیٹا طائی یِہہ متمکن ہوا۔ طائی یِہہ نیک آدمی تھا لیکن اس کے دادا یعنی طائی طِنگ کے باپ وُ یِہہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ بہت بے اصول اور لامذہب تھا۔

اس نے خداؤں اور دیوتاؤں کی شکلوں کے مہرے بنوائے اور پھر لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ ان سے شطرنج کھیلیں۔ خود اپنی طاقت کو بھی وہ اس طرح سے آزمایا کرتا تھا اور جب بازی ہار جاتا تو فوراً دیوتاؤں کو برا بھلا کہتا اور ان کو نالائق ٹھیراتا۔

اس کے علاوہ اس نے پھکنوں میں خون بھروایا اور ان کو ہوا میں اچھلوا کر ان پر نشانہ بازی کی اور اس کھیل کا نام "آسمانی شکار" یا "دیوتاؤں کا شکار" رکھا یہی وجہ تھی کہ جب وہ وادئ وِی میں شکار کر رہا تھا تو آسمانی[1] آگ نے

(۱)۔ اغلباً بجلی سے مراد۔

اس کو جلا کر بھسم کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا، لیکن تین سال حکومت کر کے مر گیا۔ اب طائی یہہ ین کا بادشاہ ہوا۔ اسی زمانے میں رئیس چو چی ہوا اور آئی طو کے غیر ملکیوں سے لڑائی میں مشغول تھا۔ لیکن طائی یہہ کی حکومت کے پانچویں سال کیوی لیہ رئیس چو کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا لائق اور مہربان بیٹا چانگ رئیس چو ہوا۔

طائی یہہ نے ایک داشتہ حرم میں ڈال لی تھی جس سے اس کے ہاں دو لڑکے وِی سے اور چُنگ ین ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس سے باقاعدہ شادی کر لی اور وہ ملکہ ہو گئی۔ پھر اس کے ہاں ایک اور لڑکا سن پیدا ہوا۔ طائی یہہ کی یہ مرضی تھی کہ وی سے تخت کا وارث ہو کیونکہ وہ بہت نیک اور بھلا ثابت ہوا تھا، لیکن طائی شہہ (صدر مورّخ) نے اس کے حق وراثت کو نہ مانا اور قانون کے الفاظ پر جما رہا۔ جو یہ تھے:
"اگر کسی کے ہاں شادی شدہ بیوی سے جائز بیٹا موجود ہو گا تو وہ اپنی داشتہ کے بیٹے کو جائز بیٹے پر ترجیح نہ دے گا"

اسی وجہ سے جب طائی یہہ ۳۷ سال حکومت کرنے کے بعد مرا تو اسکا بیٹا چو سن تخت ین پر متمکن ہوا۔

سن میں جنّات کی سی طاقت تھی اور وہ بہت ہی لامذہب اور ظالم طبیعت واقع ہوا تھا۔ جو اس کی ہاں میں ہاں نہ ملاتے تھے ان کو وہ بلا تکلّف

قتل کر دیتا تھا اور جو اس کی خوشامدیں لگے رہتے تھے ان کو وہ ترقیاں دیتا تھا۔ وہ عیاشی اور فضول خرچی میں منہمک رہتا تھا اور بدچلن عورتوں سے دل بہلاتا تھا۔ بحث و مباحثہ میں وہ خوب ہشیاری اور چالاکی سے کام لیتا تھا اور چونکہ وہ اتنا طاقت ور تھا کہ جنگلی درندوں کو ہاتھوں سے چیر دیتا تھا اس لئے اس کے درباری سب اس سے خائف تھے اور اس کی خوشامدیں لگے رہتے تھے۔ اس طرح وہ بے حد ظالم اور بالکل خودرائے ہوگیا اور اپنے کو خدا سمجھنے لگا۔

جب اس نے پہلی مرتبہ ہاتھی دانت کی طعامی[1] قلمیں بنوائیں تو عقلمند کسی نے اس پر ملامت کی اور کہا" اب تو تم نے ہاتھی دانت کی طعامی قلمیں بنائی ہیں پھر تم بلور کے پیالے بنواؤگے۔ پھر آگے چل کر تم ریچھ کے[2] پنجے اور شیرنی کا رحم کھانا چاہوگے۔ ان کی اور اسی قماش کی چیزوں کی ضرورت تمہیں روز بروز زیادہ ہوتی جائے گی۔ یقیناً ملک اس طرح جلد ہی کنگال ہو جائے گا"۔

---

(۱)۔ دو تیلیاں جن سے چینی کھانا کھاتے ہیں۔ عام طور سے بانس یا لکڑی کی ہوتی ہیں۔

(۲)۔ گویا اس قدر ناممکن چیزیں چاہوگے۔

اس کے سات سال بعد شاہنشاہ نے یوہ۔سوہ کی فتح کے بعد وہاں کی ایک عورت طاکی کو بیوی بنا لیا۔گویا وہ اس جنگ کی نشانی تھی۔طاکی شاہنشاہ کے بہت منہ چڑھ گئی جس کی وہ طرفداری کرتی شاہنشاہ اس کی ہی ترقی کرتا اور جس سے وہ نفرت کرتی اس کو وہ قتل کر دیتا۔اس لیے وہ یوہ سوہ کا انتقام کہلاتی تھی۔اس کی خوشنودی کی خاطر شاہنشاہ نے ایک محل بنوایا جس کا نام لُوطائی رکھا۔اس کے کمرے اور دروازے بہت قیمتی پتھروں اور جواہرات سے مزین تھے یہ ایک ہزار ہاتھ[1] اونچا اور نصف لِی[2] لمبا تھا۔سات سال تک رعایا سخت اور ظالمانہ محاصل سے پستی رہی اور اس عرصہ میں بمقام کی واقع صوبہ چو یہ محل بنتا رہا تاکہ اس میں سونا اور غلے کا ذخیرہ رکھا جا سکے۔

بدبخت رعایا مصیبت اور غصہ سے کانپ اُٹھتی تھی۔

پھر طاکی نے کہا "جہاں پناہ۔سزائے موت بہت کم دی جا رہی ہے اور سزائیں بہت کمزور اور معمولی ہیں، اس لیے سلطنت خطرے میں ہے"

چنانچہ طاکی نے "آتشی[3] انصاف" یعنی پُل سراط[4] یا لوہے کا پُل" اور

---

(۱)۔ دیکھو نوٹ (۱) صفحہ ۳۲

(۲): چینی میل جو ۶۵ ۴ گز لمبا ہوتا ہے۔

(۳)، و (۴) صفحہ ۱، پر ملاحظہ ہو

"شیخ سوختنی"(۱) کی سزائیں ایجاد کیں۔ رعایا خوف سے تھرا اُٹھی۔

جب کنگ کیو امیر مقرر ہوا تو اس نے اپنی بیٹی کو محل شاہی میں بھیجا تاکہ آداب بجا لائے لیکن جب سن نے دیکھا کہ وہ اس کی شہوانی خواہشات

---

(۳)، بقیہ صفحہ ۷۰ - آتشی انصاف - ملزم کو آگ میں جلاتے تھے۔ اگر جل جائے تو جرم ثابت ورنہ بے گناہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی طریقہ ایک تاریخی موقعہ پر ہندوستان میں عمل میں لایا گیا تھا جب رامچندر جی سیتا جی کو راون کے چنگل سے چھڑا کر لنکا سے واپس اجودھیا لائے تو عوام میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں اور وہ سیتا جی کی عصمت پر زیرِ لب ہنسنے لگے تو اس وقت ان کی عصمت پرکھنے کے لئے ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور روایت ہے کہ وہ بے ضرر اس میں سے نکل آئیں۔ لیکن لوگ اس پر بھی مطمئن نہیں ہوئے اور رامچندر جی نے ان کو شہر بدر کر دیا، اور پھر جنگل میں چھڑوا دیا۔ وہیں اُن کی وفات ہوئی۔

(۴)؛ لوہے کا پُل: لوہے یا پیتل کا ایک بڑا موٹا سا نلکا لے کر اس پر خوب چکنائی مَلی جاتی تھی تاکہ وہ خوب پھسلواں ہو جائے۔ پھر ایک گڑھے پر اس کو اس طرح لٹا دیا جاتا تھا کہ ایک سرا اس کا گڑھے کے اِدھر اور دوسرا گڑھے کے پار دوسری طرف ٹکا رہتا تھا اب گڑھے میں خوب آگ دہکائی جاتی تھی اور اس وقت مجرم سے کہا جاتا تھا کہ وہ اس آہنی پُل پر سے گذرے۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ گویا زندہ جلانے کی ایک ترکیب ہے۔ (۱) صفحہ ۷۲ پر

کو پورا کرنے پر رضامند نہیں ہوتی تو ظالم نے غصہ میں آکر اس کو قتل کر ڈالا اور اس کے باپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس پر کنگ کیو شاہنشاہ کے پاس گیا اور اس کے ظلم پر لعنت ملامت کی۔ شاہنشاہ نے اُس کو بھی قتل کر دیا اور قیمہ کی طرح اس کے ٹکڑے کر ڈالے۔ پھر ولی اللہ کی سے بھی اس کو مجبوب و معقول کرنے گیا لیکن اس کو فوراً ہی قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ پی کان نے بھی یہ کہہ کر اسکو غیرت دلائی تمہارے ظلم اور بے انصافی کی وجہ سے رعایا تمہارے بالکل خلاف ہو گئی ہے اور خدا نے بھی اپنی رحمتیں تم پر سے اٹھالی ہیں۔ خدا کے لئے اپنا طریقہ درست کرو قبل اس کے کہ تم تمام ملک کی تباہی کا باعث ہو ورنہ آئندہ نسلوں کے لوگ تمہارے نام پر لعنت بھیجیں گے۔"

چانگ امیر چو نے ایک آہ بھری لیکن خاموش رہا۔

(۱۱۸۹ سے ۱۱۴۱ ق م)

---

(۱) صفحہ ۷۱ کا نوٹ :- سیخ سوختنی۔ آہنی سیخوں کی ایک جالی بنائی جاتی تھی جو نیچے آگ جلاکر اس قدر گرم کر دی جاتی تھی کہ سیخیں سرخ ہو جائیں۔ اس پر کباب کی طرح ملزم کو بھون دیا جاتا تھا۔ یہ سزا ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کے غدر کے زمانے میں بعض باغیوں کو بھی دی گئی تھی (دیکھو ایڈورڈ تھامسن کی کتاب " تصویر کا دوسرا رُخ "

۹
سیف و قلم یا دو نکیلی چیزیں[(۱)]

چونکہ وانؔ[(۱)] وانگ امیر چوؔ نے شاہنشاہ شوؔ[(۲)] کی ہاں میں ہاں نہ ملائی تھی بلکہ اس ظالم کی بے انصافیوں کی خاموش مخالفت کی تھی اس لئے شاہنشاہ نے اس کو لی اُو۔ لی کے زندان میں ڈلوا دیا۔ یہاں اس نے صحیح اور انصافانہ طریقۂ حکومت کے اصول کا بے نظیر غائر بہت جانفشانی سے مطالعہ کیا۔ اور اس پر کئی ایک کتابیں اور حواشی سپردِ قلم کئے۔ گویا وہ قید میں بھی بے کار نہ رہا۔

اس رحم دل امیر چوؔ کے دو نوکر ہتنگ یاؔ اُو اور سانِ سنگ بہت وفادار تھے۔ اور وہ اس کی قید سے خود اس سے بھی زیادہ ملول خاطر تھے۔ اِن دونوں نے لاکھ جتن کئے اور آخر لی اُو۔ سن۔ کی ولایت میں ایک نہایت خوبصورت عورت ڈھونڈ نکالی۔ اس کے ساتھ لی جُننگ کا ایک ابلق گھوڑا اور دو جوڑی لی اُو۔ ہی انگ کے گھوڑوں کی بھی اور پھر معہ اور بہت سے

---

(۱)۔ اصل نام چانگ تھا وان وانگ کے لقب سے مسند نشین ہوا۔

(۲) چوؔ، شوؔ، سنؔ، چوسنؔ سب ایک ہی نام ہیں یعنی شاہنشاہ چوسنؔ۔

عجائبات و نوادرات کے پی چنگ کے پاس پہنچے جوان دنوں ین کے دربار میں بہت منہ چڑھا وزیر تھا اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان تحائف کو چو سن کی جناب میں پیش کرے۔ شاہنشاہ ان تحائف سے بے حد خوش ہوا اور اس طرح گویا ہوا: "صرف یہ عورت اکیلی ہی امیر مغرب(۱) کی آزادی دلانے کے لیے کافی ہے۔ تم ناحق ان دوسری چیزوں سے مجھے پریشان کرتے ہو۔"

اس طرح وان وانگ کی رہائی ہوئی۔ اس کے بعد اس نے دریائے لو کے مغرب کی طرف کا علاقہ شاہنشاہ کی نذر کیا اور اس سے التجا کی کہ سیخ سوختنی کی سزا کو موقوف کر دے یہ درخواست قبول کر لی گئی۔ اس کے بعد شاہنشاہ نے امیر مغرب کو ایک تیر و کمان اور ایک تبر عنایت کیا۔ یہ اس کی نشانی تھی کہ اب امیر چو کو مجرموں کو اپنی مرضی اور عقل کے مطابق سزا دینے کے اختیارات مل گئے۔

روایت ہے کہ اسی زمانے میں یو اور جو ئی کے شاہزادگان میں کسی زمین کی ملکیت پر تنازعہ ہوا۔ تو دونوں وان وانگ کو اس اختلاف میں ثالث بنانے پر رضامند ہو گئے اور اس مقصد سے چو کو روانہ ہوئے۔

---

(۱)۔ یعنی امیر چو

سرحد پار کرتے ہی اُنہوں نے دیکھا کہ کھیتوں میں ہل چل رہے ہیں لیکن ڈول اور حدبندی کہیں نہیں ہے۔ سڑک پر لوگ ایک دوسرے کو جگہ اور راستہ دینے میں سبقت کرتے ہیں شہر چو میں انہوں نے دیکھا کہ عورتوں اور مردوں کے چلنے کی جدا جدا راہیں ہیں۔ ضعیف اور عمر رسیدہ لوگوں کو بوجھ ڈھونے کی اجازت نہیں ہے۔ دربار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ علما، افسران کے لئے جگہ خالی کرتے ہیں اور افسران علما رسے نہایت مودبانہ طریقے سے پیش آتے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر شاہزادوں پر بہت اثر ہوا۔ اور انہوں نے کہا "ہم جیسے ناکارہ لوگ ہرگز اس قابل نہیں کہ ان بے مثال لوگوں کے درباروں کو اپنی خاکِ پا سے آلودہ کریں۔"

چنانچہ وہ دونوں خود ہی رضامند ہو گئے کہ متنازعہ فیہ زمین دونوں کی مشترک ملکیت رہے اور واپس چلے گئے۔ اس سے چو کی شہرت اس قدر اور اتنی دور دور پھیل گئی کہ بیالیس[۴۲] ریاستوں نے بخوشی اس کی حکومت کو منظور کر لیا۔ چنانچہ اس طرح طان فُوہ کی اپنے پوتے چانگ کے متعلق یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ "اگر میرے خاندان کو عروج ہوا تو وہ چانگ کی بدولت ہوگا۔"

ایک بار جب امیر چو نے شکار میں جانے کا ارادہ کیا اور استخارہ

کیا تو اس میں یہ نکلا: "نہ بھیانک درندے تمہارے ہاتھ آئیں گے۔ نہ سانپ نہ جنگلی سور نہ شیر نہ ریچھ نہ گلدار بلکہ صرف ایک آدمی ملے گا اور وہ آدمی ایسا ہوگا کہ حاکمِ ملک کی سلطنت کو وسیع کرنے میں بہت مدد دے گا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا، کیونکہ دریائے وِی کے جنوب میں اس کو لُوشانگ ملا جس سے باتیں کرکے وہ بے حد خوش ہوا۔ اور کہا "میرے جدِّ امجد طائی کُنگ کہا کرتے تھے کہ چو میں ایک عقلمند آدمی آئے گا اور اس کی آمد سے چو کو بہت عروج ہوگا۔ یقیناً آپ ہی وہ شخص ہوں گے۔ میرے بزرگوار نے برسوں آپ کا انتظار کیا۔"

اس طرح شانگ امیرِ غرب کا صدر معلم مقرر ہوا۔ اور اس کی خدمت اور بہبودی میں اسی طرح تندہی سے کام کرنا شروع کیا جیسا کہ اس سے پہلے اس کے جدِّ امجد نے شاہنشاہ تُسن کی خدمت کی تھی اور اس کے بعد طایُو کو طغیانیوں کے مقابلے اور دلدلوں کو سکھانے میں مدد دی تھی۔

امیرِ چو یعنی مہربان اور لائق وان وانگ کے متعلق روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ کھیتوں میں چلا جا رہا تھا کہ اس کو ایک ہڈی[1] نظر پڑی۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ اس کو دفن کیا جائے۔

---

(۱)۔ اغلباً انسانی ڈھانچ سے مراد ہے۔

اس کے درباریوں میں سے ایک بولا "جہاں پناہ۔ اس ہڈی کا تو کوئی مالک نہیں ہے"

وان وانگ نے جواب دیا "پھر بھی اس کو دفن کر دینا چاہیئے۔ ساری سلطنت کا انتظام شاہنشاہ کے ہاتھ میں ہے اور ریاستوں کے امیر ریاستوں کے مالک سمجھے جاتے ہیں۔ اس لیئے اس ہڈی کا مالک بھی میں ہی ہوں۔ اور اسی لئے اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اغلباً اس کو دفن بھی مجھے خود ہی کرنا چاہیئے۔" چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ سے اُسے دفن کیا۔

پھر جس نے یہ قصہ سنا وہی بولا "اگر امیرِ غرب ایک پرانی ہڈی کی اتنی پرواہ کرتا ہے تو وہ آدمیوں کا تو بھلا کیا کچھ خیال نہ رکھتا ہوگا۔"

بلاشبہ امیرِ غرب واقعی مہربان اور خدا ترس تھا۔ سارے لوگ اس کی عزت کرتے تھے بلکہ وہ سب کا محبوب تھا۔ وہ سن رسیدہ اور ضعیفوں کا ادب کرتا تھا اور کم عمروں پر نرمی اور عنایت۔ اور نیکوں اور خدا پرست بزرگوں پر وہ نہایت مہربان تھا۔ وہ اپنی ذاتی آسائش اور کھانے پر اس قدر کم توجہ دیتا تھا کہ اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کا کھانا تو کتابیں اور علماء ہی ہیں۔ تمام سلطنت کے علماء و فضلاء اس کے پاس جوق جوق آتے تھے۔

اور جب اپنی عمر کے اکیسویں بیسویں[۱۲] سال ۲۷ دین منزل کے تیسرے

سال (۱۱۴۳ ق م) میں وان وانگ بن کوئ لیھہ بن طان فوہ کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے فا کو اپنے پاس بُلایا اور اس سے کہا "جانِ پدر! نیکی کی تلاش میں رہو اور جب اور جہاں ملے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دو بلکہ اس پر مداومت کرو۔ جب موقعہ ملے تو جھجکو نہیں۔ بدی اور برائی کو دل سے نکال دو اور اس کو جڑ نہ پکڑنے دو۔ بس انہی تین نکتوں میں نیکی اور بھلائی مضمر ہے۔"

اس کے بعد قابل امیر کا انتقال ہو گیا اور اس کو پیھہ میں دفن کر دیا گیا۔

(۱۱۴۰ سے ۱۱۳۴ ق م)

۱۰

سیف و قلم یا دو نکیلی چیزیں۔

امیر فا مملکت چو۔یعنی ولایت غربی کی مسند پر وُو وانگ کے لقب سے متمکن ہوا۔ظالم شاہنشاہ ٹشو کی بربادی اور خاتمہ خدا نے اسی کے ہاتھوں لکھا تھا اور وہ اس طرح کہ صحرائے مُوہ پر شکست کھانے پر شاہنشاہ بالکل از خود رفتہ اور مجنون ہوگیا اور بھاگ کر لُوطائی[1] (یعنی محل آہو) پہنچا اور وہاں دیوانہ وار اپنے آپ کو موتیوں اور جواہرات سے لاد کر آگ لگالی اور جل کر مر گیا۔

پھر وُو وانگ نے طاکی کو بھی اجل رسید کیا۔اس کے بعد اس نے ظالم اور جلاد شاہنشاہ کے مقتولین کی قبروں پر ایک مقبرہ بطور یادگار بنوایا۔اور ین کے نیک اور پاک باز خاندانوں کی عزت افزائی کی۔کیوکیاؤ کے اناج کے ذخیروں کو اس نے غریبوں میں تقسیم کر دیا۔لوطائی کے خزانہ کو رفاہ عام کے کاموں میں لگا دیا۔اور حرم کی عورتوں کو ان کے گھر واپس بھیجدیا۔جب یہ سب دیکھا تو ین کی رعایا نے اس کو بہت سراہا

---

(۱)۔ دیکھو صفحہ ۵۰

اور کہا " اگر بادشاہ نیکوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ مردوں کی یادگار قائم کرتا ہے، تو بھلا وہ زندوں کے لئے کیا کچھ نہ کرے گا۔ اگر پاکباز مرحومین کے پسماندگان کی اتنی عزت کی ہے تو موجودہ خاندانوں کے ساتھ تو بہت ہی زیادہ مہربانی سے پیش آئے گا۔ اور اگر اس نے ہزار مشکل سے جمع کئے ہوئے ذخائر اس دریا دلی سے تقسیم کر دئیے ہیں تو اس کا تو امکان بھی نہیں کہ پھر کے سے محاصل میں زیادتی اور سختی کی جائے۔ اور جب اس نے اُن عورتوں کو جو پہلے ہی سے حرم میں موجود تھیں ان کے گھروں کو واپس بھیجدیا تو بھلا وہ اوروں کو کیوں طلب کرے گا۔"

زاں بعد بادشاہ نے شاہزادگانِ سلطنت کا تقرر کیا اور ہوا کے مقام پر تخت نشین ہوا۔ اس نے جنتری مرتب کی اور قومی جھنڈے کا رنگ سرخ منتخب کیا۔ اس نے جنگی گھوڑوں کو واپس کوہستانی وادیوں میں بھیجدیا۔ اور بیلوں[1] کو ہوا۔ین کے ویرانہ میں چھوڑ دیا۔ اس نے اسلحہ جات جنگ کو شیروں کی کھالوں میں تہہ کرا کر اور زرہ بکتر سپر اور جنگی گاڑیوں پر غلاف چڑھوا کر الگ بند کروا دیا، اس طرح گویا اس نے جنگ کا خاتمہ کیا۔

---

(۱)۔ اغلباً جنگی بیلوں سے مراد ہے جو لڑائی میں باربرداری کے کام آتے تھے۔

پھر اس نے اپنے آبائی مندر میں قربانی کی رسم ادا کی، اور اپنے اجداد کا نام روشن کیا۔ اس نے اپنی بھلائی اور تنبیہہ کے لیئے لال کتاب کا مطالعہ کیا اور پھر اپنے درباریوں اور وزرا سے دریافت کیا "نیکی اور برتری کس چیز میں ہے۔ عمل صالح کیا ہے۔ وہ کونسا قانون ہے جو دس ہزار پشتوں تک قابل عمل و تقلید رہ سکتا ہے؟"

اس کا جواب اس زمانے کے ولی شانگ فُوہ نے اس طرح دیا۔ اس کا جواب لال کتاب میں موجود ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ جب بے پرواہی پر احتیاط حاوی آتی ہے تو سارے کام ٹھیک ہوتے ہیں، لیکن جب احتیاط پر سُستی کا غلبہ ہوتا ہے تو بربادی ہوتی ہے۔ جب تناسب اور ضبط شہوت اور خواہش بے جا پر حاوی ہوتا ہے تو معاملات سدھر جاتے ہیں، لیکن جب صداقت پر بے جا خواہش غالب ہو جاتی ہے تو پھر سارے کام بگڑ جاتے ہیں۔ غلط کاری اور سہل انگاری کا نتیجہ تباہی ہے۔ ان اصولوں کی سچائی دس ہزار نسلوں تک قائم رہے گی۔"

بادشاہ پر ان الفاظ کا بہت اثر ہوا۔ اور اپنی اور اپنے آس پاس کی ہر چیز پر ان الفاظ کو لکھوا لیا یا کندہ کرا لیا بلکہ کپڑوں تک میں بُنوا لیا پھر اس نے ین کے معاملات کو ترتیب دیا اور شو کی غلط کاریوں کی تلافی کی۔

لیکن آئی اور سے ین کے دو آدمی جنھوں نے جنگ میں وُو وانگ

کی مخالفت کی تھی بھاگ گئے اور شرم کے مارے شو یانگ کے پہاڑوں میں جا چھپے۔ چونکہ ان کی مخالفت نیک نیتی پر مبنی تھی اس لئے انہوں نے چو کے اناج پر وی کے گھاس پات کو ترجیح دی۔ بھوک سے جب موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے ایک نظم لکھی جو یہ ہے :-

یہ نیّر درخشاں جو کوہ پر ہے تاباں ۔۔۔ اب کوئی دم میں اپنی نظروں سے ہوگا پنہاں
خاموش کیوں کھڑے ہو کیا سوچتے ہو آؤ ۔۔۔ شاباش کوہِ وی پر کیوں مل کے چڑھ نہ جاؤ
جو بوجھ ہو اُٹھاؤ جو رنج ہو سہارو ۔۔۔ منزل اگر کٹھن ہو ہمت کبھی نہ ہارو
غفلت کی نیند کب تک للہ اب تو جاگو ۔۔۔ تدبیر سے نہ چوکو تقدیر سے نہ بھاگو
جنگ و جدل کو چھوڑو قسمت سے منہ نہ موڑو ۔۔۔ ظلم و ستم سے تھک کر راہِ وفا نہ چھوڑو
جب تک کہ دم میں دم ہے دوزخ شکم کا پاٹو ۔۔۔ یہ ساگ پات کھا کر دن زندگی کے کاٹو
شُن نُنگ، یا اُو اور شُن سب ہوگئے فسانہ ۔۔۔ بھولے زمانے کو وہ بھولا انہیں زمانہ
اب عدل و جود کس کا اور کس کی داد خواہی ۔۔۔ اب تاج و تخت کس کا اور کس کی بادشاہی
دیکھا نہ تم نے آخر ایک خواب کا سماں تھا ۔۔۔ اب آج پن کہاں ہے کل تک بھلا کہاں تھا
ظلم و ستم کی بدلی جب ہر طرف ہو چھائی ۔۔۔ انصاف سے خدا کی خالی ہو جب خدائی
امن و امان کا سورج جسدم ہو چھپنے والا ۔۔۔ تاریک جب ہو دنیا معدوم ہو اُجالا
انسان کو ہے لازم اس وقت یہ یقینی ۔۔۔ دنیا کو ترک کر دے از راہِ پیش بینی

بس الوداع! سورج اپنا بھی ڈوبتا ہے
وہ اپنی ابتدا تھی یہ اپنی انتہا ہے

خاندانِ چو کی نیکی اور نیکنامی نے تمام دنیا میں اجالا کر دیا یہاں تک کہ قبائلِ غیر بھی خراج اور تحائف کے طور پر طرح طرح کی چیزیں دربار میں بھیجنے لگے۔ انہی اشیاء میں ایک بڑا کتا بھی تھا جو چار ہاتھ[1] اونچا تھا۔ اور اس طرح سدھایا گیا تھا کہ انسانی شکار پکڑتا تھا۔ اس غیر معمولی بات نے شہزادہ امیر شاؤ کو بہت مشتبہ اور بے چین کیا۔ اس لئے اس نے بادشاہ کو ایک نصیحت آمیز خط بھیجا جس میں لکھا:۔

"انسانوں کو کھیل بنا لینا نیکی کو زائل کرتا ہے۔ اشیاء کی حقیقت نہ سمجھنا طفلانہ حرکت ہے۔ اپنی خواہشات کو حدِ اعتدال سے نہ بڑھنے دو اور اپنی گفتگو کو خلوص اور نیک نیتی کے زیور سے آراستہ کرو۔ ناکارہ چیزوں میں تضیع اوقات نہ کرو۔ اور نہ کارآمد باتوں کی طرف سے بے پرواہی۔ کیونکہ اسی میں تمہاری خوبی کو کمال حاصل ہوگا۔ کمیاب[2] اشیاء کو انمول نہ سمجھو اور نہ ہی روزمرہ کی کارآمد چیزوں کو حقیر سمجھو۔ اسی میں تمہاری رعایا کی فلاح اور بہبودی ہے

---

(۱)۔ دیکھو صفحہ ۳۲

(۲)۔ دیکھو صفحہ ۱۷ نوٹ نمبر ۲

گھوڑے اور کتّے جس ملک کے ہوں اس سے باہر پالنے ٹھیک نہیں۔ اگر کمیاب چیزوں کی بے جا اور بے حد قدر نہ کی جائے گی تو اجنبیوں کو نصیحت ہوگی۔ صرف قابلِ قدر اور کارآمد چیزوں ہی کی عزّت کرنے سے تم اپنے ہمسایا قوموں کے ساتھ امن و آشتی سے رہ سکتے ہو"

اتفاق ایسا ہوا کہ وُو وانگ کی حکومت کے تیسرے سال کی سے دربار میں آیا جار دانگ عالم میں یہ بات مشہور تھی کہ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ اگر خاندانِ ین کو شکست ہوئی تو وہ کسی اور کی ملازمت نہ کرے گا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی بھی صحیح و کامل حکومت کے اصول بادشاہ کو نہیں بتا سکتا تھا اس لئے بادشاہ نے اسے ڈھونڈ بلایا۔ جس وقت وہ بازار میں سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ جہاں پہلے ین کے محلات کھڑے تھے وہاں اب گیہوں کے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ اس کا جی چاہا کہ باآواز بلند ماتم کرے۔ لیکن اس کو رکیک اور ہلکا سمجھ کر نہ کیا پھر بھی اس کا دل تنہائی میں آنسو بہانے پر تلا ہوا تھا لیکن اس کو بھی اس نے مردانگی سے بعید سمجھا۔ چنانچہ وہ خاموش بیٹھ گیا اور یہ مرثیہ لکھا:۔

گیہوں کی کھیتیاں ہیں اس طرح لہلہائی — جیسے کہ موجزن ہو ایک قلزمِ طلائی
زر بخش ہے زراعت زرخیز کشتِ زرّیں — گندم کے ہیں یہ خوشے یا عقدہائے پروین
گیہوں کے کھیت ایسے جنت میں اب کہاں ہیں — سونے کے پیڑ پودے سونے کی بالیاں ہیں

یہ جنتی غذا ہے ہر ایک غذا سے اعلیٰ — قسمت ہی سے ملے ہے یہ سونے کا نوالہ
کھاتے ہو اس کو کھاؤ تم کھاؤگے کہاں تک — ان نعمتوں کو آخر جھٹلاؤگے کہاں تک
جو ناسپاس ہے وہ ایزد شناس کب ہے — ایزد شناس جو ہے وہ ناسپاس کب ہے
دنیا کی کیا اقامت دنیا کا کیا ٹھکانا — دو دن کی زندگی ہے دو دن کا آب و دانہ
خاقانِ چین جو کل تھا وہ آج اب کہاں ہے — وہ تخت اب کہاں ہے وہ تاج اب کہاں ہے
آدم کے تم خلف ہو آدم سلف تمہارا — لیکن پسر جو بد ہو کب ہو پدر کو پیارا
امید خیر کی ہو کیونکر کسی بشر سے — ترکیب ہی بشر کی خالی نہیں ہے شر سے
اس تاجور کو دیکھو جو ظلم کا تھا بانی — جس نے نہ قدر مطلق امن و اماں کی جانی

احکام عبد و معبود اس نے سنے نہ دیکھے
مٹی کی طرح بالکل ظالم نے لوند پھینکے

شاداب اب جہاں ہیں یہ کھیتیاں تمہاری — اک وقت تھی یہیں پر دولت سرا ہماری
ٹھیک اب اسی جگہ پر یہ کھیت لہلہائیں — تعمیر تھیں جہاں پر اپنی حرم سرائیں
اللہ رے خرابی - اللہ رے تباہی — کیا تھے کبھی یہیں پر ایوان و قصر شاہی

اب شان و شوکت اپنی کس سے کہیں کہاں تھی
کیا یہ وہی زمین ہے کل تک جو آسماں تھی

کہنے کو یوں تو گیہوں تن پرور اک غذا ہے — لیکن سلف کی شانِ گم گشتہ سے سوا ہے

واجب ہے آدمی پر گیہوں کی قدردانی
جنت کا ہے یہ میوہ آدم کی ہے نشانی

اور جب مملکتِ پن کی باقیماندہ رعایا نے یہ مرثیہ سنا تو ان سے آنسو ضبط نہ ہو سکے۔ لیکن بادشاہ نے کی سے کی عزت افزائی کے لئے اور اس خیال سے کہ اس نے کسی اور خاندان کی ملازمت کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اس کو کوریا کا حاکم بنا دیا۔

اس کے بعد تیسرے سال کے موسم سرما میں یہ شیر دل اور بہادر بادشاہ فوت ہوا اور اس کا بڑا بیٹا سنگ، چنگ وانگ کے لقب سے تخت پر بیٹھا اور طان امیر چو وزیر اعظم مقرر ہوا

اس کے قرنوں بعد تک جب کبھی چو کے علما کسی مسئلے کے ہر دو پہلوؤں پر بحث کرتے تو دو نکیلی چیزیں ہمیشہ پیش پیش ہوتی تھیں! - وان کا قلم اور ڈو کی سیف۔

ضمیمہ (ا)

کنفیوشس

انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اس کی تنگ نظری ہے۔ زیادہ تو ہم میں سے ایسے ہوتے ہیں جو کسی غیر چیز کو محض اس بنا پر کہ وہ غیر ہے برا اور غلط سمجھتے ہیں۔ کم ایسے ہیں جو اس طرح بے سمجھے تو غیروں کو غلط نہیں ٹھیراتے لیکن جو اپنے علم اپنے فلسفے اور اپنی ہر چیز کو اس قدر مکمل اور خامیوں اور غلطیوں سے پاک سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی بہتر سے بہتر چیز کو سمجھنے اور جاننے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ اور ایسے خدا کے بندوں کی تعداد تو بہت ہی کم ہے جو نیکی اور اچھائی کی بات کو اپنی کھوئی ہوئی چیز اور اپنی وراثت سمجھتے ہیں اور جہاں پاتے ہیں اس کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اس عام انسانی فطرت کے علاوہ بھی کنفیوشس کے نام اور فلسفے کی گمنامی میں اتنے عرصے پڑے رہنے کی وجہ چینی زبان کی مشکلات بھی ہیں غیر چینیوں کے لئے یہ زبان سیکھنا بے حد مشکل ہے اور یہی چیز زیادہ تر کنفیوشس کے فلسفے کو منظر عام پر لانے میں اس قدر حائل رہی۔ شروع شروع میں عیسائی پادریوں نے مناظرانہ طریقہ پر کنفیوشس کے فلسفہ پر رائے کا اظہار کیا اور اس کی تضحیک کی لیکن چین میں غیروں کے عمل دخل کے سلسلے میں ایسے بھی لوگ وہاں پہنچے جنہوں نے حتی الوسع نیک نیتی اور سچائی سے اس چینی ولی اللہ کا فلسفہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور فوراً ہی کنفیوشس کا نام دنیا کے بزرگ ترین مذہبی پیشواؤں اور مصلحین میں شمار

ہونے لگا۔

لیکن خود چین میں کنفیوشس کے نام اور اس کی تعلیمات کو جو درجہ حاصل ہے اس کی مثال کہیں اور ملنی مشکل ہے۔ بعض مغربی علماء کا خیال ہے کہ کنفیوشس اپنی زندگی میں کامیاب نہ ہوسکا بلکہ اسی صدمہ سے متاثر ہوکر وہ مر بھی گیا۔ لیکن اس کے انتقال کے تقریباً دوسو برس بعد مَن سی اَس پیدا ہوا جس نے اس کی تعلیمات کو خوب عام کیا اور اس کی کتابوں پر شرحیں لکھیں جس کا بہت اثر ہوا۔ چنانچہ گوسن خاندان کے زمانے میں اس فلسفے کی سخت مخالفت ہوئی تھی اور اس کی ساری تصانیف حکماً جلوادی گئی تھیں لیکن اس کے بعد سے جو کنفیوشس کی قدر ہونی شروع ہوئی تو پھر کوئی حد نہ رہی۔ خاندان ہان کے زمانے میں اسکو "امیر" اور "نواب اعظم" کے خطابات دیے گئے۔ پانچویں صدی عیسوی میں اس کو "رہبر کامل" کا لقب دیا گیا۔ خاندان طانگ (۵-۹-۸-۶۱۸ عیسوی) کے زمانے میں اس کو "بادشاہ" کا خطاب دیا گیا اور خاندان سُنگ نے اس کو "شاہنشاہ" بنا دیا۔ مغل خاندان اور منچو گو تاتاری تھے اور مذہب میں چینیوں کے ہمنوا نہ تھے لیکن وہ بھی کنفیوشس کو "رہبر کامل" اور "معلم قدیم" کے نام سے یاد کرتے تھے[1] آج بھی جب کہ اس کی وفات کو دو ہزار برس سے زائد ہوچکے ہیں دنیا کی آبادی کے تقریباً چوتھائی حصے کی اخلاقی۔ مذہبی اور سیاسی زندگی پورے طور پر اس کے "زیر اثر ہے" اس کی کتابیں جو کنفیوشی یا چین کی کلاسی کہلاتی ہیں چین میں الہامی کتابوں کا درجہ رکھتی ہیں اور ان کا پڑھنا اور سمجھنا انتہائی علم و فضل سمجھا جاتا ہے[2]

---

(۱)۔ فان ڈر گبلیٹ

(۲)۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔

بعض[1] اصحاب کا یہ خیال ہے جو درست بھی معلوم ہوتا ہے کہ کنفیوشس کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ اس نے کوئی نئی چیز چینیوں کے سامنے پیش نہیں کی بلکہ اسی قبول شدہ فلسفۂ زندگی کو جو پہلے سے ملک میں موجود تھا منظم اور باقاعدہ صورت میں پیش کیا۔ یہ چیز خود کنفیوشس نے قبول کی ہے اور اس کے علاوہ بھی کنفیوشس سے پہلے کی کتابوں میں وہی اس کے نظریے مثلاً "انسان کامل" "فرزندانہ اطاعت اور سعادت مندی" "سلطنت اور اس کا نظام" سب موجود ہیں۔ بہرحال وجہ خواہ کچھ ہو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ چین میں جو ہر دلعزیزی کنفیوشس کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو کبھی نہیں ہوئی۔

کنفیوشس ۵۵۱ ق م میں ریاست لو میں پیدا ہوا۔ اس کا اصلی نام کنگ فوزے تھا جو مغربی مصنفوں نے بگاڑ کر کنفیوشس کر لیا اور اب اسی نام سے وہ ساری دنیا میں مشہور ہے۔ اس کا خاندان کنگ ملک کے نہایت معزز خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ اور آج تک بھی اس کا بزرگ امیر کنگ کہلاتا ہے اس وقت اغلباً دنیا میں یہ سب سے قدیم خطاب یافتہ خاندان ہے۔

کنفیوشس کے باپ کا نام شو لیانگ تھا۔ جو ایک بہت جری اور طاقتور سپاہی تھا۔ پہلی بیوی سے اس کے ہاں نو لڑکیاں اور ایک اپاہج معذور لڑکا تھا ستر برس کی عمر میں اس نے دوسری شادی کی جس سے کنفیوشس پیدا ہوا اس کی پیدائش کوہ نی کی خانقاہ میں ہوئی تھی اس لئے اس کو چنگ نی کہنے لگے جو بعد کو کنگ فوزے ہو گیا۔ جب کنفیوشس تین سال کا تھا تو اس کا باپ فوت ہو گیا اور اس کی تعلیم کی ذمہ داری اس کی ماں پر آئی۔ ماں نے سات سال کی عمر تک

---

(۱)۔ ایچ گو دین

خود تعلیم دی اور اس کے بعد مدرسے میں داخل کر دیا جہاں وہ ۱۷ سال کی عمر تک رہا۔ مدرسے میں وہ ہمیشہ اپنی جماعت میں اول رہا۔ اور اداے آداب میں مشہور ہو گیا۔ مدرسے کی تعلیم کے بعد اس کو غلہ فروخت کرنے کی محاسبی کا عہدہ مل گیا۔ جس کو اس نے اس خوبی سے انجام دیا کہ بالآخر اس کے محکمے کے ماتحت ایک زراعتی مدرسہ قائم ہو گیا۔ کچھ عرصے کے لئے کنفیوشس زراعت اور مویشیوں کا انسپکٹر بھی ہو گیا۔ لیکن اسی زمانے میں اس کی ماں وفات کر گئی اور اس کو مجبوراً تین سال کے لئے گوشہ نشین ہونا پڑا۔ اس زمانے کو بھی اس نے ضائع نہ ہونے دیا بلکہ اس عرصے میں موسیقی اور تیر اندازی میں مہارت تامہ حاصل کر لی۔ تیس سال کی عمر میں وہ علوم ظاہری و باطنی سے کماحقہٗ آراستہ ہو گیا اور اب اس نے چاہا کہ بادشاہ اور ملک کی اصلاح کرے۔ اس وقت ملک کی عجب حالت تھی۔ خاندان چو کے پہلے شاہنشاہ وُو وانگ نے سلطنت حاصل کرنے کے بعد اس کو ۷۲ ماتحت ریاستوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ہر ایک کو اپنے اعزا و اقارب کو دے دیا تھا اس طرح ساری حکومت واقعی ایک بڑی مشترکہ خاندان کے مشابہ ہو گئی تھی۔ لیکن جوں جوں رشتہ داری اور آپس کے محبت کے تعلقات بعید اور کمزور ہوتے گئے توں توں مرکزی حکومت کا اثر اپنی ماتحت ریاستوں پر برائے نام رہتا گیا اور یہ ماتحت ریاستیں آپس میں اور مرکزی حکومت سے جھگڑنے میں پیش ہوتی گئیں۔ پھر ریاستوں میں اپنی جگہ بھی امن نہیں رہا کیونکہ ان میں بعض بہت با اثر اور بڑے خاندان ایسے ہوتے رہے جو خود رئیس کے ہی خلاف ہوئے جاتے تھے اور رئیس بننا چاہتے تھے۔ کنفیوشس نے اس طوائف الملوکی اور بدنظمی کے زمانے میں آنکھ کھولی۔ گو اس کے ذہن میں سلطنت اور حکومت کی کوئی اور صورت کبھی بھی نہ آئی لیکن وہ یہ ضرور چاہتا تھا

کہ اسی نظام کو برائیوں اور خرابیوں سے پاک دیکھے۔ وہ چاہتا تھا کہ اگر ایک طرف رئیس شاہنشاہ کی حمایت اور اطاعت میں کمی نہ کریں تو دوسری طرف ریاست کے خاندانی اور فوجی ذی اقتدار لوگ رئیس کو مدد دینے میں کوتاہی نہ کریں۔ سلطنت کے متعلق اس کا نظریہ انہی حالات پر ڈھلا ہوا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ خود حکومت میں کچھ حصہ دار بن کر اپنی بات لوگوں سے منوائے اور اصلاح اور تلقین کرے۔ کیونکہ اس کا یقین تھا کہ جب تک حکومت کا زور پشت پناہ نہ ہو اصلاح غیر ممکن ہے۔ اور اس کے لئے اس نے کوشش بھی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا اسی وجہ سے بعض مغربی مصنفین نے اس پر جاہ طلبی کا الزام لگایا ہے۔ جو ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ اس کی جاہ طلبی ایک مقصد کے ماتحت تھی، خود مقصد نہ تھی جب اس نے دیکھا کہ دربار میں کامیابی ممکن نہیں تو حصول طاقت کی ایک اور صورت نکالی اور تعلیم و تعلم میں مشغول ہو گیا۔ معلم کی حیثیت سے اس کی شہرت جلد ہی دور دور پہنچ گئی اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کے گرد تین ہزار جانثار شاگردوں کا غول جمع ہو گیا۔ بالآخر ۵۰۱ ق م میں جب کہ اس کی عمر پچاس سال کی تھی اس کا مقصد بر آیا اور وہ ریاست لُو میں شہر لُوکا کوتوال بنا دیا گیا۔ گویا اس طرح وہ عملی طور پر بھی سیاست میں داخل ہوا۔ اس نے معاشرتی اصلاحات میں خاص کامیابی حاصل کی اور رفتہ رفتہ ریاست لُو کے رئیس ٹنگ کا معتمد خاص ہو گیا۔ جس کی ایک دفعہ اس نے اپنی ہمت اور بہادری سے جان بھی بچائی۔ لیکن یہ حالت بہت دن تک نہ رہی۔ کنفیوشس کے مخالفین نے ناقص العقل رئیس کے کان بھرنے شروع کئے۔ ہمسایہ ریاست چی کو لُو کی ترقی دیکھ کر حسد ہوا اور وہاں کے لوگوں نے بہت سی خوبصورت اور گانے ناچنے میں مشاق عورتیں اور عمدہ گھوڑے تحفتاً رئیس لُو کو بھیجے۔ تاکہ اس کی توجہ

نیک کاموں سے ہٹے۔ ان باتوں سے رئیس بالکل پلٹ گیا اور کنفیوشس کو مستعفی ہونا پڑا، اور لُو کو خیر باد کہنا پڑا۔ یہاں سے وہ دشت نوردی کیلئے نکل گیا۔ اس کے شاگرد پھر اس کے گرد آ جمع ہوئے اور وہ معہ اپنے بے شمار شاگردوں کے شہر بشہر اور ریاست بہ ریاست گھومتا پھرا۔ اس صحرا نوردی میں اکثر و بیشتر اس کو سخت ترین جسمانی تکالیف اٹھانی پڑیں خوف اور خطرے کے مقامات سے گذرنا پڑا، لیکن اس کا عزم اور اس کے شاگرد اس کے ساتھ رہے۔ ریاست وِی کی سرحد پر جب ایک افسر نے اس کو اس ساز و سامان سے دیکھا تو اس کے شاگردوں سے کہا کہ تمہارے آقا کی ترقیاں تو اب ہونی شروع ہوئی ہیں" اور یہ ٹھیک بھی تھا۔ کیونکہ کنفیوشس کی شہرت جتنی اس طرح شہر شہر کی خاک چھاننے سے ہوئی وہ اور کسی طرح ممکن نہ تھی۔ تیرہ سال تک کنفیوشس اسی طرح بن باسی رہا، اور سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتا رہا۔ آخرکار پھر رئیس نے اس کو وزارت پر بلا لیا۔ لیکن گو کنفیوشس نے یہ عہدہ منظور کر لیا تھا پر اب وہ بڈھا اور کمزور ہو گیا تھا۔ وہ پہلی سی ہمت و جوش اب نہ تھا اس لئے اس دفعہ اس نے اصلاحات کی طرف حسب سابق توجہ نہ کی بلکہ اپنا وقت علمی مشغلوں میں گذارا۔ معترضین یہاں یہ کہتے ہیں کہ اس دفعہ کی اصلاحات کی طرف سے خاموشی اس وجہ سے تھی کہ کنفیوشس پہلی مرتبہ کی طرح پھر اپنا عہدہ کھونا نہ چاہتا تھا؛ کیونکہ جب اس کی ضعیفی اس کے علمی کاموں میں حارج نہ ہوئی تو اصلاحی کاموں میں کیونکر حائل ہو سکتی تھی۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ اغلباً کنفیوشس نے تجربے سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ ملک کی اس وقت حالت ایسی گر گئی تھی کہ اگر وہ ساری عمر بھی اصلاح میں صرف کر دیتا تب بھی کوئی مستقل فائدہ نہ ہوتا اس لئے اس نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے تجربوں اور نظریوں کا نچوڑ اپنی کتابوں

میں چھوڑ جائے تاکہ آیندہ آنے والی نسلیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان سے سبق لے سکیں اس کی تمام کتابیں اسی زمانے کی لکھی ہوئی ہیں۔ آخر کار ۷۲ سال کی عمر میں یہ دلی، سیاست داں، فلسفی، مورّخ، ملک و قوم کا پیشوا اور ہزاروں کا مشفق استاد اس دنیا سے گذر گیا اور کُوہ فُوہ ہنگ کے مقام پر دفن کیا گیا۔ جہاں اس کی قبر اب تک مرجع خلائق ہے۔

کنفیوشس کی نجی زندگی بدقسمتی سے خوشی اور کامیابی کے ساتھ نہ گذر سکی یہ انتہائی تعجب کی بات ہے کہ کنفیوشس جو تعلقات باہمی، پدرانہ شفقت اور پسرانہ سعادت، آداب خانہ اور خاندان کی اہمیت کا سب سے بڑا حامی بلکہ ایک طرح سے موجد تھا اور جو ان احکامات کی خلاف ورزی کرنے والے کو قتل تک کا مستوجب سمجھتا تھا، خود اس کے گھر کے حالات نہایت ناخوش گوار تھے۔ انیس سال کی عمر میں اس کی شادی ہوئی لیکن بیوی سے نہ نبھی اور ایک لڑکا ہونے کے بعد ہی اس نے بیوی کو طلاق دے دی۔ اس لڑکے سے بھی اس کے تعلقات نہایت کھچے ہوئے رہے۔ روایت ہے کہ اس نے اپنے بیٹے سے تمام عمر میں صرف دو بار گفتگو کی، بلکہ اسی سے اس کے شاگردوں نے نتیجہ نکالا کہ "انسانِ کامل کو اپنی اولاد سے کھچے ہوئے رہنا چاہیئے۔ ان کے علاوہ اس کا باپ کثیرالاولاد تھا اور اس کا ایک ہی بھائی اپاہج۔ لیکن اس بھائی یا نو بہنوں کا کوئی ذکر اس کی زندگی میں نہیں آتا۔ یہ مانا کہ وہ سوتیلے تھے لیکن "انسان کامل" سے تو یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ ان چیزوں سے بالاتر ہوگا"(۱)

---

(۱) ۔ مُنشن نے اپنے سوتیلے بھائی کی بہت خدمت اور بعد میں عزّت افزائی کی۔ دیکھو صفحہ ۱۹ و ۲۵

کنفیوشس دراز قامت اور مضبوط ہاتھ پاؤں کا آدمی تھا۔ وہ سچائی اور نیکی کی گویا جیتی جاگتی تصویر تھا۔ اپنے شاگردوں سے وہ نہایت مربیانہ طریقہ پر پیش آتا تھا لیکن غبی اور کند طالب علم سے پریشان ہو جاتا تھا۔ اس کا قول تھا کہ "میں صرف ایسے طالب علم کو پسند کرتا ہوں جو ایک حصہ پڑھ کر تین حصے خود نکال لے۔" وہ تمام علوم مروجہ میں طاق تھا خصوصًا اس کی تقریر تو بہت ہی با اثر ہوتی تھی۔

کنفیوشس کی تعلیم اور فلسفہ کے متعلق بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تصانیف میں اس زمانے کی روش کے مطابق نہ مضامین میں تسلسل ہے نہ عبارت کا کوئی نظام جس سے اس کا مفہوم سمجھنے میں بہت دقت اور اکثر غلطی ہو جاتی ہے۔ سینگ زو کی دقیق بین نظر کنفیوشس کی ساری تعلیم کا خلاصہ ان دو جملوں میں دیکھتی ہے "اپنے فرائض پر خیال اور دوسروں کی طرف حسنِ عمل اور حسنِ ظن"۔ اس کی تصانیف پڑھنے کے بعد جو ایک فوری اثر مرتب ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ نہایت خشک اور سخت قسم کا فلسفی تھا جو باطن سے بہت زیادہ ظاہر پر زور دیتا تھا۔ ڈاکٹر لیگ جو برسوں چین میں رہا اور جس نے پہلی مرتبہ کنفیوشس کی کتابوں کا انگریزی میں معہ شرح ترجمہ شائع کیا کہتا ہے کہ: "ظاہری عمل اور آداب و قاعدہ کا سختی کے ساتھ لحاظ رکھنا کنفیوشس کے لئے بہت کچھ مانع راہ ثابت ہوا۔ اس کی تعلیم اخلاق صرف اس کی عقل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ قدامت پرستی اور اقوالِ قدیم کی سرحدوں سے محدود ہے۔ اسی طرح اس کے احکام سے یہ شبہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ اس دل سے نکلے ہوئے ہیں جس میں اگر ایک طرف آسمانی رحمت کا خیال ہے تو دوسری طرف مخلوق کی

بے بساطی اور "الانسان مرکب من الخطأ کا علم" اس کے خلاف مسٹر گائلز کی رائے میں کنفیوشس کے فلسفے اور تعلیم پر کسی قسم کے اعتراض کا امکان ہی نہیں اُس کے نزدیک کنفیوشس کی اخلاقی تعلیم دُر بے بہا ہے اور اپنی جگہ بالکل مکمل"

اس کی تعلیم کو ہمیں دو حصوں میں تقسیم کر دینا چاہیئے۔ ا۔ نظریہ حقوق العباد یا فلسفۂ تعلقاتِ خمسہ اور ۱۱۔ اخلاقیات یا فلسفۂ انسانِ کامل۔ اصل میں مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کنفیوشس کے متعلق آرار کا اس قدر اختلاف صرف اسی وجہ سے زیادہ تر ہوا کہ ان دو چیزوں کو الگ الگ سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی اور اکثر خلطِ مبحث کی وجہ سے بے جا اعتراض یا اعتراف کیا گیا۔

ا۔ فلسفۂ تعلقاتِ خمسہ یا جسے میں نے نظریہ حقوق العباد بھی کہا ہے کنفیوشس کے دماغ کا رہینِ منت نہیں۔ اکثر مغرب کے مصنفین جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کنفیوشس نے کوئی نئی چیز نہیں پیش کی وہ صرف اس نظریہ حقوق العباد کی حد تک سو فی صدی ٹھیک ہے۔ چین کا معاشرتی نظام ازل سے ہی رسوم اور آداب سے جکڑا ہوا ہے۔ اور پان کُو[1] کے زمانے ہی سے ہر ایک کے یہ ذہن نشین کر دیا گیا ہے کہ یہی رسوم اصل زندگی، مقصد زندگی اور انتہائے زندگی ہیں۔ کنفیوشس بھی اسی زمین کی اولاد اور اسی ماحول کا پروردہ تھا۔ اب اس کو آپ قدامت پرستی کہیئے یا بے وقوفی کہ اس نے بھی ان تمام رسوم و آداب کو ضروری سمجھا اور ان کو باقاعدہ اور منضبط کر کے کتابی صورت میں ملک کے سامنے پیش کیا اور اس کو دلائل سے سمجھایا کہ یہ کیوں ملک کی ترقی کے لئے ضروری

---

(۱) چینیوں کا باوا آدم

ہیں۔ تمام حقوق العباد کو اس نے پانچ تعلقات میں تقسیم کیا یعنی تعلقات ما بین ۱۔ شاہنشاہ و رعایا۔ ۲۔ باپ و بیٹا ۳۔ خاوند بیوی ۴۔ بڑا بھائی اور چھوٹا بھائی (یا بزرگ اور خورد) اور ۵۔ دوست اور دوست۔

کنفیوشس کا فلسفۂ تعلقات انسانی فطرت کے سمجھنے پر مبنی ہے انسان کی فطرت صحیحہ اجتماعی ہے اور وہی نیک ہے۔ برخلاف اس کے انفرادیت اور انانیت فطری نہیں بلکہ عادتاً ہیں اس لئے بری۔ یہی وجہ ہے کہ کنفیوشس نے خلق اللہ کے لئے بھلائی کرنے پر اس قدر زور دیا ہے اور کہا ہے "کہ ایسے رہو کہ دوسروں کے لئے تمہاری زندگی رحمت ہو"۔ گویا کنفیوشس کے نزدیک فرد ایک بڑی تمدنی مشین کا ایک پرزہ ہے۔ اور وہ مشین خاندان یا گھرانہ ہے چینی نقطۂ نگاہ سے خاندان چھوٹے پیمانہ پر سلطنت ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ ٹھیک ہوگا کہ سلطنت بھی خاندان کے ہی نمونہ پر ہے۔ وفاقی نظام حکومت میں یہ مشابہت بہت صاف معلوم ہوتی تھی۔ شاہنشاہ اپنے رئیسوں کے لئے بمنزلہ باپ کے تھا اور رئیس آپس میں چھوٹے بڑے بھائیوں کے مانند۔ رئیس اپنی اپنی ریاست کی رعایا کے باپ کی جگہ ہوتے تھے (یا کم از کم ہونے چاہیئے تھے)

مشین کے صحیح طور پر چلنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر ایک پرزہ اپنا اپنا کام دوسرے پرزوں کے ساتھ اور مستری کی مرضی کے مطابق کرے۔ خاندان میں یہی چیز باپ کی مرضی کے مطابق چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی لئے باپ کا اختیار اپنے خاندان پر مکمل مانا گیا۔ یہ اختیار ظالمانہ اختیار نہیں بلکہ یہ بھی فطرت کے عین موافق ہے۔ باپ اور اولاد کے تعلق میں ظلم کی بجائے محبت اور نرمی فطری ہے۔ یہی چینی "برخوردارانہ سعادت مندی" کی اصلیت ہے

جس کا ذکر چینی اخلاقیات میں اس قدر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ باپ پر بھی فرائض قائم کئے گئے ہیں جو اس قصے سے خوب ظاہر ہوتے ہیں کنفیوشس کے زمانہ وزارت میں ایک شخص اپنے بیٹے کو لایا اور اس کے غیر برخوردارانہ رویہ کی داد چاہی۔ کنفیوشس نے دونوں کو تین تین ماہ کی سزا دیدی۔ اس پر اس کے ساتھی چی ہُوان نے اعتراض کیا اور کہا "تم خود ہی کہتے ہو کہ فرزندانہ اطاعت سب سے زیادہ اہم چیز ہے تو اب کیوں اس خودسر کپوت کو سزائے قتل نہیں دیتے تاکہ سب کو عبرت ہو جائے"۔ کنفیوشس بولا کہ "قصور دونوں کا ہے اس باپ نے بھی تو اپنے بیٹے کو کبھی اطاعت کی تعلیم نہیں دی"۔ غرضیکہ مشین کے صحیح کام کرنے کے لئے ایک طرف چھوٹوں میں اطاعت اور یکجہتی ہونی چاہیئے اور دوسری طرف بڑوں میں محبت، نرمی اور خیر خواہی۔ اسی دو طرفہ اتحادِ عمل کے معاملہ کو چینی میں لِی کہتے ہیں جس کا ترجمہ "آداب" کیا گیا ہے۔ اور اسی پر سارے تعلقاتِ خمسہ مبنی ہیں۔

کنفیوشس نے یہ دیکھا کہ وہی عام قاعدہ جو خاندانوں کی بہبودی اور نظام کے لئے کارگر ہوتا ہے وہی سلطنت پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ جس کو ملک کا سب سے بڑا خاندان کہہ سکتے ہیں۔ یہاں شاہنشاہ باپ کی جگہ ہے اور جہاں اس کو اختیاراتِ کلی حاصل ہیں وہاں اس کے فرائض بھی اسی قدر سخت اور اہم ہیں۔ عزت و اطاعت کا وہ صرف اسی وقت حقدار ہے جبکہ وہ رعایا کی بہبودی اپنا فرض سمجھے۔ یہاں بھی رعایا اور شاہنشاہ کے وہی آداب[1] ہیں

---

(۱)۔ اصل میں کنفیوشس نے اس تعلق کو بہت دبی زبان سے بتایا تھا۔ (بقیہ صفحہ ۹۸ پر)

لیکن چونکہ شاہنشاہ کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اپنی رعایا کے ہر فرد و بشر سے ذاتی میل جول رکھ سکے اور نہ رعایا انفرادی طور پر اپنی اطاعت کا اظہار شاہنشاہ سے کر سکتی ہے اس لئے اس کے اظہار کو کنایتاً" لیکن مقررہ طریقہ پر ضروری سمجھا گیا اور وہ مراسم اور طریقے عائد کئے گئے جن کا کنفیوشس ماہر سمجھا جاتا ہے۔

۲-اخلاقیات یا نظریہ "انسان کامل"-یہاں کنفیوشس کا تخیل اس قدر پاکیزہ اور ارفع ہے کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اس کی تعلیم کے اصول دنیاوی یا دنیوی منافع پر منحصر نہیں ہیں۔ جلب منفعت خواہ اس دنیا میں کامیابی کی شکل میں ہو یا دوسری دنیا میں کیف و نجات کی صورت میں' اس کے اخلاقی اصولوں کا منبع نہیں۔ "نیکی صرف نیکی کی خاطر" اس کی تعلیم کا لب لباب ہے۔ اس کے نقطۂ نظر سے اگر نیکی کسی اور مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے کی جائے یا برائی سے

(صفحہ ۹۷ کا بقیہ) اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حکومت سے متعلق تھا۔ صفائی سے بات نہ کہہ سکتا تھا۔ لیکن اس کا پیرو مَن سی اَس جو اس کے دو سو سال بعد ہوا زیادہ دلیر اور صاف گو ثابت ہوا۔ اس نے صاف طور سے کہہ دیا کہ اگر بادشاہ رعایا کی بہبودی سے بے پرواہی برتے تو ایسے بادشاہ کے خلاف بغاوت بلکہ اس کا قتل تک جائز ہے۔ مَن سی اَس افلاطون کا ہمعصر تھا۔ ۲۸۹ ق م میں فوت ہوا۔ اس کے ایک مشہور قول سے اس کے فلسفے کا پتہ چلتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "خدا، رزق، بادشاہ اور عوام چاروں قابلِ احترام ہیں۔ لیکن ان سب میں عوام کا رتبہ سب سے بلند ہے۔ پھر خدا اور رزق کا اور سب سے بعد بادشاہ کا۔"

دفع مضرت کے خیال سے بچا جائے تو وہ نیکی نہیں بلکہ عاقبت اندیشی دوربینی یا ہشیاری ہو جاتی ہے۔ اب ذرا اس تعلیم کے مقابلے میں دنیا کی اور تمام تعلیماتِ اخلاق کو دیکھئے۔ خواہ کتنا ہی چھپایا جائے لیکن نیک کاموں کی طرف رجحان جلب منفعت کے خیال سے دلایا جاتا ہے اور بدی سے بچنے کے لئے عذاب سے بچنے یعنی دفع مضرت کی نیت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ واقعی معجزہ سے کم نہیں کہ کنفیوشس کا فلسفہ جو کسی قسم کی بخشش یا انعام کا وعدہ نہ اس دنیا میں کرتا ہے نہ آخرت میں، اس درجہ کامیاب ہوا۔ اس کے مذہب میں اور مذاہب کی طرح سزا و جزا کا خوف یا ترغیب نہیں۔ بدھ مت بھی گو خدا کے وجود سے منکر ہے لیکن اس چیز سے خالی نہیں۔ کیونکہ وہاں بھی تزکیہ قلب کے لیئے "نروان" کی ترغیب ہے اور ان لوگوں کے لئے جن کا دل پاک نہیں ہے بے شمار جونوں کی سختیاں مقدر ہیں۔

یہ اخلاقیات کے اصول سب کے لئے تھے، لیکن خاندانی تنظیم ہی میں کنفیوشس نے وہ قدرتی طاقت بھی دیکھی جو نیکی پیدا کرنے اور نیکی کو عام کرنے کے لئے اکسیر ثابت ہو سکتی ہے۔ یعنی انسان کی نقل اور پیروی کرنے کی صلاحیت اور عادت۔ گویا اگر خاندان کا سرپرست خود نیکی کی مثال ہو تو اس خاندان میں سب اشخاص عادتاً نیک ہو جائیں گے۔ یہی مناسبت شاہنشاہ اور رعایا کی بھی ہے چنانچہ کنفیوشس نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ اگر شاہنشاہ خود اپنی ذات سے صحیح العمل ہو گا تو رعایا بغیر کہے اپنا فرض بجا لائے گی۔ ورنہ یوں کوئی حکم یا سختی بیکار ثابت ہو گی۔ اس کا قول ہے کہ "بادشاہ کی حالت ہوا جیسی ہے اور رعایا گھاس کی مانند ہے۔ کیونکہ یہ گھاس کی فطرت میں ہے کہ ہوا کے رُخ کے موافق جُھک جائے"۔

اس فلسفے کی کمزوری ظاہر ہے۔ ہر بادشاہ تو کنفیوشس ہو نہیں سکتا۔ اور جب تک بادشاہ کے انتخاب کا کوئی ایسا قابل عمل طریقہ معلوم نہ ہوسکے جو محض ذاتی خوبیوں پر مبنی ہو یہ تقریباً ناممکن ہے کہ ہر دفعہ بادشاہ ایسا ہو جو رعایا کے لیے مثال ثابت ہو۔ تعلیم و تربیت بھی ہمیشہ کارگر نہیں ہوتی۔ خود کنفیوشس کا قول ہے کہ "گلی ہوئی لکڑی پر منبت کاری نہیں ہوسکتی" فلسفہ تعلقات میں جو چیز ہر پھر کر کھٹکتی ہے وہ اس کی ظاہرا اور غیر ضروری چیزوں پر اتنا زور دینا ہے۔ اس میں کوئی چیز جذباتی نہیں کوئی عادتاً یا عقلاً اس پر عمل کرے تو کرے لیکن اُس کے لئے دل میں امنگ اُٹھنا معلوم۔ پھر اس کا انسانی فطرت کے متعلق نظریہ بھی ٹھیک نہیں معلوم ہوتا یہ کہنا کہ انفرادیت یا انانیت غیر فطری ہے صحیح نہیں۔ سب سے پہلا اور سب سے قوی جذبہ یہی ہے۔ اخلاقیات میں گو کنفیوشس کا تخیل بہت بلند ہے لیکن یہ تعلیم چند علمی دماغوں کے لیے دلچسپی کا باعث بن سکے تو بن سکے ورنہ عوام کے لئے تو اس میں بجائے نفع کے نقصان زیادہ ہے۔ اس کی موجودگی میں جرائم اور معاصی میں بیشی ہونی لازمی ہے۔ سزا و جزا کا تخیل کنفیوشس یا غالب[۱] کے لئے بے نتیجہ ہو تو ہو لیکن ۹۹، ۹۹ فی صدی کے لئے تو اشد ضروری ہے۔

کنفیوشس پر طرح طرح کے الزام لگائے گئے ہیں اور عجیب عجیب اعتراض کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ سب عیسائی پادریوں کی ستم ظریفیاں ہیں

---

(۱) غالب کہتا ہے کہ: طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دے کوئی لیکر بہشت کو

پادری جیننگز تو اس حرکت میں سب سے ہی بڑھ گیا ہے۔ کنفیوشس کو مغرور، خودسر، خودغرض اور سرد اور بدمزاج بتایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ایسا آدمی تین ہزار جانثار اور مصیبتوں میں ساتھ دینے والے شاگرد کیسے جمع کر لیتا۔

قبل اس کے کہ ہم اس کے اقوال بحیثیت مشتے نمونہ از خروارے نذر ناظرین کریں مسٹر گائلز کی ایک آخری رائے بھی پیش نظر کئے دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "گو اس پر الزام تو بالکل متضاد چیز کا لگایا جاتا ہے لیکن اصلیت میں کنفیوشس خیال پرست[1] تھا"۔ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ وہ بالکل غیر ممکن باتوں کے حصول کے لئے بلا امید نتیجہ جان و دل سے لگا رہتا تھا۔ ایک چینی ہی کا قول اس کی زندگی کا خوب نقشہ کھینچتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "کنفیوشس وہ چیز حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے جس کو وہ جانتا ہے کہ ناقابل حصول ہے[2]"۔ بلاشبہ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں کسی آدمی نے کبھی اپنے ہم جنسوں کی بھلائی کے لئے اس قدر کم کامیابی کی امید کے باوجود اس قدر استقلال سے اتنی محنت نہیں کی۔ یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ کنفیوشس کا مشن ناکامیاب رہا۔ جس قابل تقلید مثال کی اس کو چین کے رئیسوں میں تلاش تھی بالآخر وہ مثال وہ خود ہی ثابت ہوا۔ اور اپنے

---

(۱) فلسفہ جدید کی اصطلاح۔ خیال پرست Idealist حقیقت پرست Realist

(۲) غالب کہتا ہے کہ ملنا ترا اگر نہیں آسان تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں
اب دیکھئے کہ کنفیوشس کا اپنے نظریہ پر یقین کس پایہ کا ہے۔

ہموطنوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے گھر بنا لیا۔ نتائج کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو اس کے مرنے کے بعد جو بے انتہا اثر اس کی تعلیمات کا چینی مخلوق پر ہوا اس کے اعتبار سے اس کو دنیا کے کامیاب ترین آدمیوں میں گنا جا سکتا ہے۔ ہمہ گیر اثر کے نقطۂ نظر سے وہ بُدھا۔ ابن مریم اور رسول عربی کی صف میں جگہ پانے کا مستحق ہے اور یہ صف ایسی ہے کہ ان چار کے سوا اور کسی کی اس میں گنجائش نہیں"۔

کنفیوشس کی تصانیف کی اہمیت بتائی جا چکی ہے۔ یہ چینی کلاسی تعداد میں نو ہیں۔ اور سب کنفیوشس کی تعلیمات کی حامل ہیں۔ لیکن صلابت میں ان میں سے صرف پانچ ایسی ہیں جو کنفیوشس نے خود تصنیف یا تالیف کیں۔ اور ان کو کنگ کہتے ہیں۔ بقایا چار اس کے انتقال کے بعد اس کے فاضل شاگردوں نے لکھیں۔ یہ یا کنفیوشس کی کتابوں کی شرحیں ہیں، یا اس کے اقوال ہیں، اور یا اس کے شاگردوں کے اقوال۔ ان کو شو کہا جاتا ہے۔

پانچ کنگ یہ ہیں۔

۱۔ شو کنگ۔ یعنی صحیفۂ چین جس میں یا اُو (جو حضرت نوح کا ہمعصر تھا) سے لے کر ۶۱۹ ق م تک کے جستہ جستہ حالات ہیں۔ مسٹر ویلز ولیم کے بقول "اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی چینیوں کو تھوڑی بہت بھی قدر ہے۔ اس میں ان کی سیاسیات کے اصول، تاریخ، مذہبی رسوم، اصول جنگ، موسیقی، نجوم غرضیکہ سب کچھ جمع ہے"۔ اسی کتاب کا ترجمہ اس وقت نذر ناظرین کیا گیا ہے۔

۲۔ شی کنگ یعنی صحیفۂ منظوم۔ یہ ان قطعوں اور نظموں کا مجموعہ ہے

جو رئیسوں کے شاعر مقررہ موقعوں پر شاہنشاہ کے ہاں ہدیہ بھیجتے تھے ان میں زیادہ تر تاریخی نظمیں اور دیہاتی گیت ہیں۔ کل ۳۱۱ نظمیں ہیں: ان میں ۱۱ خاندان شانگ (۸۰۰ ق م) کی ہیں اور بقایا ۳۰۰ خاندانِ چو کے زمانے کی۔

۳۔ یی کنگ یعنی صحیفہ تغیرات۔ یہ کتاب پہلے ۱۱۵۰ ق م میں وُووانگ نے قید میں لکھی تھی کنفیوشس نے اس کی مفصل شرح لکھ کر شائع کی۔ یہ رمل و جفر کے علم پر ہے۔ اور ۶۴ مسدس نقوش کی تشریح ہے۔

۴۔ لی کی یعنی صحیفہ آداب و رسومات۔ یہ گویا کامل انسان کا مکمل نصاب ہے۔ اس میں تمام رسوم بالتفصیل لکھ دی گئی ہیں۔ مسٹر کیلری کا خیال ہے کہ یہ کتاب چینیوں کا بہترین اور مفصل ترین مرقع ہے۔

۵۔ چُن سِن۔ یعنی صحیفہ بہار و خزاں۔ اوپر کی کتابیں تصنیف نہیں بلکہ تالیفیں تھیں گو کنفیوشس کا ان میں بڑا ہاتھ تھا۔ لیکن یہ کتاب تو تمام تر اس کی ہی تصنیف ہے۔ یہ ریاست لُو کی تقریباً ڈھائی سو سال کی تاریخ ہے۔ مَن سی اَس نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ "دنیا میں ابتری پھیلی ہوئی تھی سچائی اور حقیقت کی کوئی توقیر نہ رہی تھی۔ کنفیوشس خدا سے ڈرا اور اس نے یہ کتاب لکھ دی تاکہ ہدایت ہو"۔ لیکن یہ ماننا پڑیگا کہ یہ کتاب بالکل بھی امید کے موافق نہیں ہے۔ اس میں کوئی بھی بات ہدایت کی نہیں ہے۔ وہ تو محض اس وقت کا روزنامچہ ہے۔ بڑی سے بڑی بات بھی اسی بے تعلقی کے ساتھ لکھی گئی ہے جیسے کوئی اچھی سے اچھی بات۔ نہ ایک کو برا کہا ہے نہ دوسری کی تعریف۔ نہ اُس کا نقصان دکھایا نہ اس کا نفع۔ ڈاکٹر لیگ وغیرہ کا خیال ہے کہ "یہ کتاب بالکل ایسی نہیں کہ کسی اعلیٰ تعریف کی مستحق ہو

نہ زبان نہ ادا۔ نہ سبق نہ نتیجہ نہ تفصیل نہ فلسفہ۔"

چار شُو حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ لُن یُو یعنی کتاب اقوال۔ اس میں کنفیوشس کے وہ تمام اقوال ہیں جو اس کے شاگردوں نے وقتاً فوقتاً سنے اور جمع کر لئے۔

۲۔ طائی ہیان یعنی کتابِ علم اعظم۔ اس میں تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ کس طرح انسان پہلے ولی اور پھر بادشاہ بن سکتا ہے۔ یہ کنفیوشی اخلاقیات کی کتاب ہے۔

۳۔ جُنگ یُنگ یعنی کتاب اصولِ اوسط۔ اس کو کنفیوشس کے پوتے کُنگ کی نے تالیف کیا۔ جو اپنے دادا کی تعلیم کے ماہرین میں سے تھا۔

۴۔ من سی اس یعنی کتاب من سی اس اس میں دس ولی اللہ اور کنفیوشس کے خلیفہ صادق کے اقوال ہیں۔

اب ہم کنفیوشس کے اقوال میں سے چند نذرِ ناظرین کرتے ہیں تاکہ جناب خود اس کا اندازہ لگا سکیں۔

اقوالِ کنفیوشس

سختی ظلم اور سزا کے دباؤ سے جن لوگوں پر حکومت کی جاتی ہے وہ گو قانونی طور پر جرائم سے باز آجائیں لیکن ان کے اخلاق بالکل برباد ہو جاتے ہیں۔ لیکن نیک حکومت اور اپنے ضمیر اور اختیار کی ماتحتی میں رعایا نہ صرف جرائم سے بچی رہتی ہے بلکہ گناہ سے بھی محفوظ رہتی ہے۔ اگر کسی ملک میں ایک صدی تک مسلسل اچھے حکمراں ہوتے رہیں تو گناہ و جرائم کا

وجود ہی نہ رہے اور سزائے موت آپ اپنی موت مرجائے۔

حکومت وہ اچھی جہاں کی اپنی رعایا خوش ہو۔ اور غیر اس کے ماتحت آکر رہنا چاہیں۔

"کامل انسان" وہ ہے جس کو اپنی گمنامی سے خلش اور پریشانی نہیں ہوتی۔

"کامل انسان" کا فعل اس کے قول سے پہلے وقوع میں آتا ہے اور اس کا قول فعل کے مطابق ہوتا ہے۔

نیکی اور سچائی کو جاننا اچھا ہے۔ لیکن اس کو پسند کرنا اس سے بھی اچھا اور اس پر عمل کرنا سب سے اچھا۔

ولی وہ ہے جو حسنِ ظن رکھتا ہے اور دھوکا اور جعل کا خیال دوسروں کی طرف سے نہیں رکھتا لیکن یہ برائیاں ظاہر ہوجائیں تو ان کو فوراً ہی پہچان جانے میں دھوکا نہیں کھاتا (۱)

دوسروں کے لئے وہ نہ کرو جو تم نہیں چاہتے کہ دوسرے تمہارے لئے کریں (۲)

"مجھ کو اس کا رنج نہیں کہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔ مجھے تو یہ رنج ہے کہ میں لوگوں کو نہیں جانتا"

---

(۱) حضرت عمر کا قول:۔ لیلدغ المومن من جحرٍ واحدٍ مرتین (نہیں کاٹا جاتا ہے مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ)

(۲) حدیث شریف ہے:۔ احب للناس ما تحب لنفسک (دوسروں کے ساتھ تم ویسا ہی برتاؤ کرو جیسا تم اپنے لئے پسند کرتے ہو)

نیکی پیدا نہ کر سکنا۔ اپنے علم کا جائزہ نہ لے سکنا۔ رستہ دیکھ لینے کے بعد بھی اس پر نہ چل سکنا (مطلب ہے کہ قدما کی پیروی نہ کر سکنا) اور اپنی غلطیوں کی اصلاح نہ کر سکنا۔ یہ ہیں میرے رنج کے باعث۔

میں اس کو کچھ نہیں سکھا سکتا جو سیکھنے کا مشتاق نہ ہو۔ اگر ایک حصہ پڑھائی کے بعد طالب علم تین حصہ خود ہی نہ آگے نکال لے تو میں سبق کو نہیں دہراتا۔

میرا علم من اللہ نہیں ہے۔ میں تو قدما اور قدامت کے پرستاروں میں سے ہوں اور ان کا ہی سچے دل سے مطالعہ کرتا ہوں۔

اگر میں دو قسم کے دو آدمیوں کے ساتھ ہوتا ہوں تو دونوں سے کچھ حاصل کرتا ہوں۔ ایک کی اچھائی کو سیکھ کر دوسروں تک پہنچاتا ہوں اور دوسرے کی برائی سے سبق لیتا ہوں اور اپنی اصلاح کرتا ہوں۔

علم من اللہ اور کامل نیکی میرے حصے میں نہیں آئی۔ میں تو خود ہی جو چیز صحیح سمجھتا ہوں اس میں پھر کسر نہیں چھوڑتا نہ دوسروں کو بتاتے میں تھکتا ہوں۔

تصور اور دھیان گیان کرنے کی خاطر میں دنوں کچھ نہ کھاتا تھا اور راتوں مطلق نہ سوتا تھا۔ لیکن اس طرح میں نے کوئی چیز حاصل نہ کی۔ محنت اور مطالعہ ان چیزوں سے بہت بہتر ثابت ہوا۔

ماورا الطبیعات اور روحانیات میں انہماک سخت ترین نقصان دہ ہے۔

صحیح علم کیا ہے؟
اگر علم ہے تو یہ جاننا کہ ہمیں یہ علم ہے۔
اور اگر علم نہیں تو یہ ماننا کہ ہمیں یہ علم نہیں۔[1]

(۱) صفحہ ۱۰۸ پر

تکمیل شدہ معاملات پر بحث کرنا۔ نا قابل علاج کا شکوہ کرنا اور گذشتہ چیزوں پر نکتہ چینی کرنا حماقت ہے :۔

ایسا انسان ملنا مشکل ہے جو نفس پر قابو پانے میں زیادتی کا مرتکب ہوا ہو :۔ (یعنی خواہ کتنا ہی قابو ہو وہ ضرورت سے زیادہ کبھی نہیں ہوتا)

بھلائی کبھی اکیلی نہیں رہتی۔ اس کے گرد جلد ہی ہمسایہ آرہتے ہیں (یعنی بھلائی بھلائی کو کھینچتی ہے۔)

اسراف سے رعونت پیدا ہوتی ہے اور خست سے ہلکا پن۔ لیکن یہ رعونت سے پھر بہتر ہے۔

اگر مناسبت سے اور حد کے اندر نہ ہو تو خاطر مدارات تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔

مآل اندیشی بزدلی میں بدل جاتی ہے۔ جوانمردی سختی اور ظلم بن جاتی ہے اور صاف گوئی بدتمیزی اور گستاخی۔

جو بجائے غیروں کے خود اپنی ذات پر امید لگاتا ہے وہ نفرت سے محفوظ رہتا ہے۔

جہاں تعلیم ہے وہاں ذات پات کی تفریق ممکن نہیں۔

اعلیٰ ترین انسان وہ ہے جس کا علم من اللہ ہو۔ پھر وہ جس کا علم اکتسابی ہو

(صفحہ ۱۰۶ کا بقیہ (۱) قطعہ)

آن کس کہ بداند و بداند کہ بداند — اسپ طرب خود بسر عرش دواند

آن کس کہ بداند و بداند کہ نداند — او نیز خرِ خویش بہ منزل برساند

آن کس کہ نداند و بداند کہ بداند — در جہل مرکب ابدالدہر بماند

اس کے بعد وہ جو گو ذہین نہیں لیکن سیکھنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ سب سے گیا گذرا ہے جو نہ ذہین ہے نہ سیکھنے کی کوشش کرے۔

انسان کی فطرت ایک ہے۔ اس کی عادتیں اس کو ایک دوسرے سے الگ اور مخالف کر دیتی ہیں[1]۔

لڑکیوں اور نوکروں کے ساتھ صحیح برتاؤ کرنا سب سے مشکل ہے اگر اگر ان کے ساتھ بے تکلفی برتی جائے تو وہ بدتمیزی پر اُتر آتے ہیں اور اگر ان سے الگ تھلگ اور کھچا ہوا رہا جائے تو وہ برا مانتے ہیں۔

---

(۱) حدیث شریف ہے: مَا مِنْ مَوْلُودٍ اِلّا قَدْ یُوْلَدُ عَلَی الفطرۃ الامیہ ولکن اَبواہ یہوّدانہ و ینصّرانہ و یمجّسانہ۔

(کوئی بچہ نہیں پیدا ہوتا ہے مگر پیدا ہوتا ہے فطرت کے طریقہ پر۔ بعد کو اس کے ماں باپ اس کو یہودی و نصرانی و مجوسی بناتے ہیں۔

چین کے قدرتی حصے

ضمیمہ ب

چین

ملکِ چین برِ اعظم ایشیا کی مشرقی حد پر تقریباً وسط میں واقع ہے۔ گو اس کا رقبہ اکثر بدلتا رہا ہے لیکن عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ۱۸٫۳ درجہ و ۵۳٫۲۵ درجہ شمالی عرض بلد اور ۸۰ درجہ سے ۱۲۰ درجے مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔ لفظ چین سب سے پہلے شاہنشاہ چے ہوانگ ٹی نے ۲۲۱ ق م میں سارے ملک کے لئے استعمال کیا۔ یوں تو منوسمرتی اور مہا بھارت میں بھی چن لوگوں کا ذکر ہے لیکن اغلباً وہ پہاڑی قبائل کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اصل چین کی طرف اشارہ نہیں۔ ۱۱ ویں صدی عیسوی تک یورپ والوں کو چین کی تحقیق نہ تھی۔ مارکو پولو وغیرہ سیاح کی حکایتوں سے وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ مشرق میں ایک بڑا ملک ہے جس کو عام طور پر "کے تھے" کہا جاتا تھا۔ یہ لفظ اصل میں "کتائی" یا "کیا خطا" سے جو وسط ایشیا کا صوبہ اور شہر ہے بگاڑ کر بنایا گیا تھا۔ روسی اب تک چین کو "خطائی" کہتے ہیں۔ مسلمان سیاحوں اور جغرافیہ دانوں نے شروع ہی سے اس کو چین (اور چونکہ عربی میں چ نہیں اس لئے سین یا صین) کہا۔ بلکہ اصلیت یہ ہے کہ شاہنشاہ چے ہوانگ ٹی نے اس کا نام سین ہی اپنے خاندان سن کے نام پر رکھا تھا۔ یہ بات کہ عرب والے اس ملک کو سین کے ہی لفظ سے جانتے تھے، حدیث رسول عربی سے بھی ظاہر ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اطلبوا العلم ولو کان بالصین"۔ مغربی سیاحین کی کتابوں

سے یورپ والوں اور خصوصاً ٹولمی نے بھی اپنے جغرافیہ میں چین کا ذکر بڑھا دیا۔ اب یورپ میں یہ مغالطہ پڑا کہ "کے تھے" اور چین دو الگ الگ ہیں یا ایک ہی اور یہ مغالطہ ۱۶۰۵ء تک رہا جبکہ ایک پادری بینڈکٹ گوئیس (۱)

---

(۱) ۔ بینڈکٹ گوئیس کا سفرنامہ تمام و کمال "جہانگیر اور عیسائی پادری Jahangir of the Jesuits" مع شرح از C.H. Payne میں دیا ہے۔ جز زیادہ تر خود گوئیس کے خطوط کا ہی ترجمہ ہے اور بقایا اس کی ڈائری سے لیا گیا ہے۔ گوئیس ایک پرتگیزی سپاہی تھا جو بعد میں ۲۴ برس کی عمر میں پادری ہو گیا اور (گوآ) میں چار سال پادریوں کے پاس پڑھا۔ پھر اکبر کے زمانے کے تیسرے مشن میں ۱۵۹۵ء میں پادری زیویر کی سرکردگی میں لاہور پہنچا اور یہاں پرتگیزوں کے اسکول میں پڑھانے پر نوکر ہو گیا ۱۵۹۸ء میں اکبر کے لاہور سے آگرہ آتے وقت ایک معمر مسلمان اور نہایت خوش حال تاجر دربار میں آیا۔ اور شاہزادہ سلیم کے روبرو پیش ہوا۔ اس وقت پادری زیویر بھی دربار میں موجود تھا۔ تاجر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ملک خطائی سے آیا ہے جہاں وہ کمبلک میں ۱۳ سال رہا اس نے اس ملک کی بے حد تعریف کی۔ شاہزادے نے اس ملک کے مذہب کے متعلق دریافت کیا تو تاجر نے کہا کہ وہاں مسلمان، لامذہب اور نصرانی سب ہی ہیں۔ اس پر پادری کے کان کھڑے ہوئے اور اس نے کھود کھود کر وہاں کے عیسائیوں کے حالات دریافت کئے۔ یوں بھی یورپ میں "کے تھے" اور چین میں مغالطہ سا تھا اس لئے لکھ پڑھ کر پادریوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی ایک کو بذات خود جا کر دریافت کرنا چاہیئے کہ یہ دو ملک ہیں یا ایک ہے اور یہ کہ وہاں عیسائیوں کی کیا حالت ہے۔ اس کام کے لئے گوئیس کو تجویز کیا گیا۔ گوئیس ۲۹ اکتوبر ۱۶۰۲ء کو آگرہ سے چلا۔ جانے سے پہلے پادریوں نے بادشاہ اکبر کے حضور میں اپنا منشا

ہندوستان سے اسی غرض سے چین بھیجا گیا کہ اصلیت معلوم ہو۔ حالانکہ اس سے صدیوں پیشتر مسلمانوں کے تعلقات چین سے تجارتی اور معاشرتی بہت اچھی طرح قائم تھے اور مسلمانوں نے چین پر مفصل کتابیں لکھی ہیں۔ خصوصاً تبریز کے مشہور وزیر اور مورخ رشید الدین نے چین کا حال نہایت تفصیل سے لکھا ہے

صفحہ ۱۱۱ کا بقیہ۔ ظاہر کیا تو بادشاہ نے فرمایا "رحمت خدا" پادریوں نے کہا کہ بے حضور کی مدد کے کچھ ممکن نہیں۔ اس پر شاہنشاہ اکبر نے ایک ہزار اشرفیاں دیں اور کابل تک اپنے سفیر کے ہمراہ بھیجنے کا وعدہ کیا۔ وہاں سے آگے بھی کاشغر و یارقند کے خان سے اپنے اثر سے راہداری دلوادی۔ یوں کاشغر کے خان شاہرخ کے تین بیٹوں کو گوئیس لاہور میں پڑھا بھی چکا تھا۔ لاہور سے اس نے اپنا نام بندہ عبداللہ رکھ لیا اس کا ارادہ مسلمانوں کے بھیس میں سفر کرنے کا تھا لیکن یہ جلد ہی کھل گیا۔ اور وہ عیسائی کی حیثیت سے ہی سفر کرتا رہا۔ اس کی منزلیں یہ تھیں۔

لاہور۔ اٹک۔ پشاور۔ بساول۔ جگدلاک۔ کابل۔ چاری کار۔ پروان۔ آہن گران۔ تالیقند۔ تاشقند۔ سارک۔ یاکا آرک۔ یارقند۔ (یارقند سے ختن اور پھر واپس یارقند)۔ اکسو۔ کچار۔ کراشہر۔ ترفان۔ پیچن۔ ہامی۔ چیایوکوان اور پھر دیوار چین کے اندر شوچو۔ سوچو میں آخر دسمبر ۱۶۰۵ء کو پہنچا اور وہاں اٹھارہ ماہ قیام کیا اور وہیں انتقال ہو گیا۔ راستہ تمام تر مسلمان ملکوں اور حکومتوں میں سے ہو کر گذرتا تھا اور ہر جگہ اس کو مکمل آزادی ملی اور اس کا عیسائی ہونا معلوم ہونے کے باوجود وہ ہر جگہ درباروں اور دعوتوں میں مدعو ہوتا رہا۔ ہر جگہ مسلمانوں نے اس کو اپنے عزیزوں سے زیادہ مدد دی اور اکبر مسلمان کی ہی وجہ سے اس سفر کا امکان بھی ہوا۔ لیکن تعصب کا بھلا ہو کہ سفرنامے میں مسلمانوں کو ان کے مذہب کو اور ان کے رسول کو گالیوں سے یاد کیا ہے۔

(۱۳۱۸ء) سفر نامہ ابن بطوطہ میں بھی مفصل حال ہے۔

چین میں اگر منچوریا بھی شامل سمجھا جائے تو اس کا رقبہ تقریباً اتنا ہی ہے جتنا ہندوستان کا، اور آبادی کچھ زیادہ چین کی آبادی ۴۰ کرور سے بھی زیادہ ہے(۱): پروفیسر گائلز کہتا ہے کہ "اگر چینی ایک قطار میں کسی جگہ سے گذرنے شروع ہوں تو یہ دلچسپ جلوس تا قیامت ختم نہ ہو کیونکہ اس سے قبل کہ موجودہ پشت کا آخری آدمی مقام مقررہ سے گذرے نئی پود پیدا ہو کر بڑی ہو چکی ہو گی اور وہ گذرنی شروع ہو جائے گی۔ علی ہذا القیاس"۔

منچوریا کو چھوڑ کر تین دریاؤں کے دو آبوں پر سارا ملک مشتمل ہے یعنی دریائے ہوانگ ہو یا دریائے زرد۔ (۲) دریائے ینگ سی کیانگ اور دریائے سی کیانگ جو سطح مرتفع تبت کے مشرقی حصے سے نکلتے ہیں اور تقریباً متوازی متوازی بہہ کر بحر الکاہل میں جا گرتے ہیں شمال میں ہوانگ ہو ہے اور جنوب میں سی کیانگ اور ینگ سی کیانگ دونوں کے وسط میں ہے ہوانگ ہو اور ینگ سی کیانگ کے درمیان سن لنگ کے پہاڑ ہیں۔ کوہ سن لنگ کے شمال میں نہایت مہین ذرات کی چکنی زرد مٹی ہے جس کو لوئیس کہتے ہیں۔ یہ مٹی صدیوں میں صحرائے گوبی کے ان مہین مہین ذرات سے بنی ہے جو ہوا سے

---

(۱) یورپ کے ساتھ موازنہ کرنے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ چین کا رقبہ کل یورپ کے رقبہ کے برابر ہے اور آبادی کل یورپ کی آبادی سے زیادہ چین کا رقبہ ۴۲۷۰۲۶۰ مربع میل ہے آبادی ہر جگہ یکساں نہیں ہے بلکہ اس میں بے حد اختلافات ہیں بعض جگہ ایک ہزار نفوس فی مربع میل کا اوسط ہے اور بعض جگہ ایک نفس فی مربع میل بھی نہیں کل آبادی کا صرف ۹ فیصدی حصہ ایسے شہروں میں آباد ہے جن کی آبادی پچاس ہزار یا اس سے زیادہ ہے۔

اڑ اڑ کر آتے رہے اور جمتے رہے۔ اس مٹی کی زرخیزی کی وجہ یہ ہے کہ گھاس کی پیداوار پر یہ ذرات آ کر جمتے رہے اور اس کو تہہ بہ تہہ جماتے رہے اور اب مٹی اور نباتاتی اجزا سے مل کر یہ زرد زرخیز مٹی پیدا ہو گئی۔ اسی مٹی کی وجہ سے دریائے ہوانگ ہو کا پانی زرد دکھائی دیتا ہے اور اس کو دریائے زرد کا نام دیا گیا ہے۔ اس زرد سطح مرتفع کے مشرق میں دریائے ہوانگ ہو کے مسلسل اور صدیوں کے عمل سے وہ زرخیز میدان بن گیا ہے جو میدان اعظم کہلاتا ہے۔ اس میدان میں دریائے ہوانگ ہو پہاڑوں سے لائی ہوئی مٹی ہمیشہ پھیلاتا رہتا ہے۔ دریا کا پاٹ مصنوعی کناروں اور بندوں سے محصور ہے اور جب کبھی یہ بند ٹوٹ جاتے ہیں تو قیامت خیز طغیانیاں آتی ہیں۔ یہ دریا شہر کائی چُنگ فوُ کے مقام پر میدان چین میں داخل ہوتا ہے اور یہاں سے سمندر تک اس کا رخ اکثر تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ گذشتہ ڈھائی ہزار سال میں ۹ دفعہ اپنا رستہ بالکل بدل چکا ہے۔ آخری بار ۱۸۵۲ء میں دریا کا شمالی کنارہ ٹوٹ گیا اور یہ بارہ میل چوڑی پانی کی چادر کی شکل میں بہہ کر شمال میں دریائے طاسنگ میں جا گرا۔ اور پہلے پاٹ اور اب نئے رستہ کے درمیانی رقبہ کو ہمیشہ کے لئے دل دل بنا دیا۔

دریائے ینگ سی کیانگ بمقام آئی چنگ میدان میں داخل ہوتا ہے وہاں سے چھ سو میل پہلے اس میں دریائے ہان ملتا ہے اس جگہ تک یہ جہاز رانی کے قابل ہے اور سمندر جانے والے بڑے جہاز بھی اس میں آ سکتے ہیں۔ اس کے کنارے بہت سے مشہور شہر آباد ہیں کیونکہ اس کی وادی دنیا کے زرخیز ترین زمینوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس وادی کو دُوہان کہتے ہیں۔

جنوبی سطح مرتفع میں سے دریائے سی کیانگ بہتا ہے اور جنوب مغربی

میدان بناتا ہے یہ میدان شمالی میدان سے علیحدہ ہو گیا ہے اور آمد و رفت کی کمی کی وجہ سے یہاں کی طرز معاشرت بہت کچھ مختلف ہے۔ یہ حصہ بہت زیادہ آباد ہے اور دوسری جگہ جو اس قدر بسے ہوئے چینی ملتے ہیں (مثلاً ہند چینی میں چار لاکھ، ملایا میں پانچ لاکھ اور جاوا میں پانچ لاکھ) وہ سب اسی خطے سے آئے ہوئے ہیں۔

چین کا بہت زیادہ حصہ زراعتی[1] ہے۔ ۸۰ فی صدی کی روزی کا دارومدار زراعت پر ہے اور چین کی برآمد کا تین چوتھائی حصہ زراعتی اشیار پر مشتمل ہے۔ چین میں چاول گیہوں اور جوار ہوتا ہے۔ دنیا بھر کی چاول کی پیدا وار کا ۶۰ فیصدی چین میں ہوتا ہے۔ ۵۰ فی صدی چار ۲۵ فی صدی ریشم[2] اور ۱۰ فی صدی روئی یہاں پیدا ہوتی ہے اور زیادہ تر جنوب جنوب مغرب اور مغرب سے حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ سویا، سٹرا اور ٹنگ کا تیل جو وارنش کے کام آتا ہے وہ تو سوائے چین کے کہیں اور ہوتا ہی نہیں اور بہت بڑی مقدار میں یہ دونوں چیزیں باہر جاتی ہیں۔

معدنیات کے لحاظ سے بھی چین بہت خوش حال ہے۔ کوئلہ جو سب سے

---

(۱)۔ زراعت کا کاروبار بہت وسیع ہونے کے علاوہ یہاں اس پر توجہ بھی بہت دی جاتی ہے ایک مقررہ پیمائش کے رقبہ پر جس قدر آدمی چین میں پل سکتے ہیں کسی اور ملک کے طریقۂ تجارت سے اتنے آدمی ملنے ممکن نہیں۔ زرخیزی برقرار رکھنے کے لئے یہاں دریا کی کیچڑ بطور کھاد استعمال ہوتی ہے۔

(۲) یہاں جزیرہ روم کے ساحلی ممالک کے برخلاف شہتوت کے درخت میں دو بلکہ بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ نئے نئے پتے آتے ہیں۔

زیادہ ضروری چیز ہے یہاں بافراط[1] ملتا ہے۔ لوہا بھی تقریباً ڈھائی کروڑ من ہر سال نکالا جاتا ہے اور جاپان کو بھیجا جاتا ہے۔ انٹی منی، ٹنگسٹن اور ٹین بھی کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔

صنعت وحرفت میں چین اور صنعتی ممالک کا مقابلہ اغلباً کبھی بھی نہ کر سکے کیونکہ باوجود کافی معدنیات ملنے کے وہ اتنی نہیں ہیں کہ مثلاً امریکہ کے پیمانے پر کارخانے اور فیکٹریاں چلائے۔ لیکن پھر بھی جو چیزیں بنائی جا سکتی ہیں وہ بجائے بڑے بڑے کارخانوں کے گھریلو صنعت کے اصول پر بنائی جاتی ہیں جس میں ہر گھر اور ہر گاؤں میں چھوٹے پیمانے پر کارخانہ ہوتا ہے۔ بڑے بڑے کارخانے کے خیال سے تو صرف شنگھائی صنعتی شہر کہا جا سکتا ہے۔ کل چین میں جتنی کپڑوں کی فیکٹریاں ہیں ان میں سے آدھی صرف اسی جگہ پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح آٹے کی مشینیں بھی سب سے زیادہ یہیں ہیں۔ کیونکہ یہ ینگ سی کیانگ کے دہانے پر واقع ہے اور اس کے عقب میں بے انتہا زرخیز وادی ہے۔

درآمد[2] میں خاص خاص چیزیں یہ ہیں:۔ روئی اور اون کے کپڑے مشین دھات، معدنیات اور صنعتی چیزیں۔ تجارت زیادہ تر کانٹن اور شانگہائی

---

(۱) جنوبی کانوں کی بہ نسبت شمالی کانوں کا کوئلہ زیادہ اچھی قسم کا ہوتا ہے۔ اور معدنیات میں بھی جنوب اور شمال کا فرق ہے۔ شمال میں عموماً لوہا اور کوئلہ ہی پایا جاتا ہے لیکن جنوب میں ان دو کے علاوہ بھی اور ساری دھاتیں جن کا ذکر کیا گیا ہے ملتی ہیں۔

(۲) سنہ ۱۹۲۶ء میں درآمد کی مقدار ۱۱۲۴۲۲۱۲۵۳ چینی سکہ تقریباً سوا دو روپیہ کے برابر
" " برآمد " " ۸۶۴۲۹۴۷۷۱ " " " " " " "

کی بندرگاہوں سے ہوتی ہے۔ صرف کانٹن بندرگاہ کی تجارت کل جنوبی افریقہ کی تجارت کے برابر ہے۔

ذرائع آمد و رفت چین کے ذرائع آمد و رفت نہایت محدود ہیں۔ اس کا اس مقابلے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ گو رقبہ میں چین ریاستہائے متحدہ امریکہ سے دو تہائی ہے لیکن وہاں کی اگر ۴۳ میل ریل ہے تو چین میں ایک میل اور امریکہ میں اگر ایک ہزار میل پختہ سڑکیں ہیں تو چین میں ایک میل۔ اکثر جگہ سوائے قلی کے اور کوئی صورت انتقالِ اسباب کی ہے ہی نہیں۔ یہ ذرائع آمد و رفت کی خرابی ہی کی وجہ ہے کہ چین کو امریکہ سے گیہوں درآمد کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ شمال میں زرد مٹی پر امریکہ کے مقابلے میں گیہوں ایک تہائی صرفہ سے پیدا کیا جا سکتا ہے لیکن وہاں سے جنوب مغرب میں لانے میں اس قدر خرچ ہو جاتا ہے کہ بحر الکاہل کے پار سے شنگھائی کیسا منگانا سستا ہوتا ہے۔

ریلوں کی تعمیر تمام تر غیر ملکیوں کی وجہ سے عمل میں آئی۔ پہلی ریل ۱۸۷۵ء میں بنائی گئی لیکن حکومت نے اس کی مخالفت کی اور اکھڑوا پھینکی۔ ۱۹۰۹ء میں پہلی کارآمد ریل بنی۔ اس کے بعد بلجیم نے پیکن سے ہانکو تک، امریکہ نے ہانکو سے کانٹن تک (نامکمل)، روس نے منچوریا میں پیکن سے سائبیریا ریلوے تک، جرمنی نے سنگ طاؤ سے سیان فو تک، فرانس نے جنوبی ریلوے اور انگریزوں نے یانگ سی کیانگ کی وادی میں ریلیں بنائیں۔ یہ ریلیں انہی غیر اقوام کے ہاتھ میں تھیں لیکن مکتے بازوں کی بغاوت کے بعد سے ان میں سے زیادہ ریلیں چینی حکومت کے ماتحت ہو گئیں۔

چینی لوگ منگول قوم میں سے ہیں۔ ان کے رنگ زرد۔ بال سیدھے

کلّے کی ہڈی اُبھری ہوئی اور چہرے کی قماش چپٹی چپٹی ہوتی ہے۔ یہ مشترک خاندان کے اصول پر رہتے ہیں۔ اور زیادہ تر چھوٹے چھوٹے گاؤں میں آباد ہیں۔

چین میں گرمی اور سردی دونوں کی برساتی ہوائیں (مون سون) چلتی ہیں اور بارش کا باعث ہوتی ہیں۔ اپریل اور مئی دونوں مون سون کے درمیان سکون کا زمانہ ہوتا ہے۔ شمال میں ہمالیہ کی طرح کی کوئی روک نہیں اس لئے برف پوش سائبیریا کی سرد ہوائیں شمالی چین کو بے حد سرد بنا دیتی ہیں۔ یوں بھی مون سونی بارش شمال کی نسبت جنوبی اور جنوب مغربی حصے میں زیادہ ہوتی ہیں۔ اس لئے جنوبی حصے میں چاول بکثرت ہوتا ہے شمال کی آب وہوا اور پھر زرد مٹی چاول کو راس نہیں وہاں چاول کے بجائے گیہوں بویا جاتا ہے۔ وسطی حصہ ہر چیز کے لئے موزوں ہے۔ اور یہاں ہر چیز بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ وادیٔ احمر یا سرخ زمین اسی حصہ میں واقع ہے اور دنیا کی زرخیز ترین زمینوں میں شمار ہوتی ہے۔ یہاں سال میں چھ چھ فصلیں بوئی جاتی ہیں۔

درجۂ حرارت جنوبی چین میں ۶۰ درجہ اوسط حرارت تقریباً تمام سال رہتا ہے۔ ینگ سی کے میدان میں تقریباً سات ماہ اور شمالی میں پانچ ماہ۔

نباتات چین کے تمام جنگلات تقریباً برباد ہو چکے ہیں، اور یہ خلاف امید نہیں کیونکہ جہاں کی تہذیب پانچ ہزار برس پرانی اور مسلسل ہو وہاں جنگلات کی موجودگی قابل تعجب ہے نہ کہ ان کا فقدان جنگلات کے نہ ہونے سے جس قدر نقصان چین کو ہوا اور ہوتا رہے گا اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے گذشتہ صدی کے آخری عشرہ میں جو ہوانگ ہو میں طغیانی

آئی تھی اس میں دس لاکھ سے زائد انسانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ اس سے ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو بے گھر بے در ہو گئے۔ پھر یہ طغیانی کچھ خلاف معمول نہیں بلکہ اکثر اور بیشتر آتی رہتی ہے۔ ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس کی وجہ پہاڑوں پر جنگلات کی بربادی ہے، اور یہ کہ ان طغیانیوں کا اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں کہ ان پہاڑوں پر جہاں ان تباہ کن دریاؤں کے منبع ہیں اور جہاں سے یہ گذرتے ہیں دوبارہ جنگل لگائے جائیں[1]

جنگلات کو تباہ ہوئے ہوئے اتنے دن ہو گئے ہیں کہ اب یہ اندازہ لگانا تقریباً ناممکن ہے کہ شروع میں ان کی کیا کیفیت ہوگی۔ آب وہوا تو ایسی ہے کہ یہاں بہتر سے بہتر جنگل ہونا چاہیئے۔ اب بھی چین میں پھول[2] دار درختوں کی تقریباً نو ہزار قسمیں ہیں ایک یہ اور خصوصیت ہے کہ یہاں شمالی اور جنوبی دونوں کرۂ ارض کی نباتات پائی جاتی ہے۔ پہاڑوں پر چند سخت جان درخت جو انسانی دست برد اور شمالی سرد ہواؤں سے بچ گئے باقی ہیں۔ بانس چین میں بطور

---

(۱) جنگلات اور دریا اور زراعت کے آپس کے تعلق کے لئے راقم کا مضمون "جنگل سے تو کھیت نہیں تو کوری ریت" جو خیابان دہلی کے جنوری ۱۹۳۷ء کے نمبر میں شائع ہوا ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) اس سے مطلب نمائشی پھولوں سے نہیں ہے بلکہ نباتات کا ایک حصہ ہے جس کے دوران حیات میں پھول ضرور پیدا ہوتا ہے۔ ان کو پھولدار درخت کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے درخت بھی ہوتے ہیں جن میں پھول کبھی نہیں لگتا۔ مثلاً چیڑ دیودار وغیرہ انگلستان میں پھولدار درختوں کی کل ۱۶ اسو قسمیں پائی جاتی ہیں۔ ہندوستان میں ایسے درختوں کی تعداد تقریباً ۱۵ ہزار ہے۔

کاشت بویا جاتا ہے، خود رو نہیں ملتا۔ جنوب میں جنگلات اس قدر تباہ نہیں کیے گئے جتنا کہ شمال میں، یہاں جنوب میں چھلکی پتی اور سوئی[1] جیسی پتی دونوں قسم کے درختوں کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

حیوانات نباتات کے باافراط ہونے کی وجہ سے جانور بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ اور نباتات ہی کی طرح حیوانات میں بھی بہت تنوع ہے۔ ایسے جانور بھی یہاں مل جاتے ہیں جو دنیا میں اور ہر جگہ ختم ہو چکے ہیں۔ مثلاً بھالو بلی اور طاکن[2]۔ ان کے علاوہ مختلف قسم کے کلنج۔ مثال۔ مور اور جنگلی مرغیاں بکثرت ہیں۔ ایلی گیٹر (مگرمچھ کی قسم) بھی شمالی کرۂ ارضی میں یہاں کے علاوہ اور کہیں نہیں۔

تجارت درآمد تجارت کا زیادہ حصہ انگریزوں کے ہاتھ میں ہے اور برآمد زیادہ تر جاپان کے ہاتھ میں۔ ورنہ یوں مغرب کی ہر قوم کم و بیش یہاں تجارت کرتی ہے شنگھائی میں بین الاقوامی آبادی قائم ہے۔ حکومت چین نے ۱۵ مختلف حکومتوں سے تجارتی معاہدے کر رکھے ہیں

---

(۱) بڑے درختوں کی دو قسمیں ان کی پتیوں کی ساخت کی بنا پر بنالی گئی ہیں۔ ایک وہ جن کے پتے مہین مہین لمبی لمبی سوئیوں کی طرح ہوتے ہیں، جیسے یہاں ہندوستان میں چیڑ، دیودار، کیل اور چلغوزے کے درخت۔ ان کو سوئی جیسی پتی والے درخت کہتے ہیں۔ اس کے برخلاف اور درختوں کے پتے ایسے نہیں ہوتے۔ بلکہ کم و بیش چھلکے ہوتے ہیں۔ ان کو چھلکی پتی کے درخت کہتے ہیں۔

(۲) طاکن ایک جانور ہے بکری اور ہرن کے بین بین۔ قد میں ان دونوں سے بڑا ہوتا ہے۔

جن کی رو سے ٹیکس وغیرہ کی حد قائم ہے۔ اس کا مفصل حال "غیر ملکیوں کے ساتھ تعلق" کے ذیل میں آئے گا۔

صنعت جیسا پہلے کہا جا چکا ہے چین اصلیت میں زراعتی ملک ہے صنعت و حرفت کا اس قدر چرچا نہیں بڑے بڑے کارخانے بمنزلہ نفی کے ہیں۔ شانگھائی کو چھوڑ کر اور تمام ملک میں مغربی نقطۂ نظر سے کوئی جگہ صنعتی نہیں ہے۔ چین کے کارخانے اصلیت میں چینیوں کے گاؤں بلکہ ان کے گھر ہیں ہر کاریگر اپنے گھر کے اندر ہی کام کرتا ہے اور اس طرح گھریلو صنعت و حرفت جاری ہے۔

شانگھائی میں پوری پوری صنعتی فضا ہے ۱۹۲۹ء میں یہاں فیکٹریوں کی کل تعداد ۲۷۳ تھی جس میں ۱۸۶ چینیوں کی اور ۸۷ غیر ملکیوں کی تھیں۔ چینی فیکٹریوں میں تمام مزدوروں کی تعداد ۵۳۱۱۴ تھی اور غیر ملکی کارخانوں میں ایک لاکھ آٹھ سو چار مزدور تھے ۱۹۲۴ء میں ایک کمیشن بیٹھا تھا کہ شانگھائی میں ملکی و غیر ملکی آبادی میں نابالغ مزدوروں کے حالات کی تحقیق کرے اسکی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بالغ مزدور کی اوسط مزدوری ۱۱ روپیہ سے ۲۰ روپیہ ماہوار تک ہے۔ یہ بھی اس رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ مزدوری شانگھائی میں سادہ ترین رہائش کے لیے بھی کافی نہیں۔ عورت کی مزدوری دو آنے سے ساڑھے پانچ آنے روز تک ہے۔ ان مزدوریوں کے علاوہ کسی قسم کا بیمہ یا اور فوائد ان مزدوروں کو حاصل نہیں ہیں۔ عورت مرد بچہ سب کو بارہ سے ساڑھے تیرہ گھنٹے روز کام کرنا پڑتا ہے۔ مزدوروں کے ٹھیکہ دار ملک میں سے دو دو روپیہ ماں باپ کو دے کر بچوں کو لے آتے ہیں، اور یہاں ان سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا ہے۔ ۱۲ سال سے کم عمر

سے کے لڑکے لڑکیاں جو کارخانوں میں ملازم ہیں ان کی تعداد یہ ہے:۔

فرانسیسی	کارخانوں میں کل مزدوروں کا ۴۷ فی صدی	
اطالوی	" " " " " ۴۵ " "	
انگریزی	" " " " " ۱۷ " "	
امریکن	" " " " " ۱۶ " "	
چینی	" " " " " ۱۳ " "	

اسی طرح عورتیں بھی ہیں۔ چینی کارخانوں میں بارہ سال سے زاید عمر کے کل مزدور ۴۵۹۶۲ ہیں اور عورتیں اس میں ۵۷ فی صدی ہیں غیر ملکی کارخانوں میں ایسے ہی مزدوروں کی کل تعداد ۵۸۶۲ ہے اور ان میں عورتیں ۷۰ فی صدی ہیں۔

مشہور شہر

پیکن: کبلائی خان کا بسایا ہوا ہے۔ جس نے اس کا نام خان بلیغ[1] رکھا تھا جو بعد میں پیکن ہوا اور اب جمہوریت کے بعد سے پیپن ہو گیا۔ شمالی سطح مرتفع پر واقع ہے۔ صدیوں چین کا دار السلطنت رہا۔

نانکن: جنوب میں واقع ہے۔ چین کی جمہوریت کا صدر مقام ہے۔ شنگھائی کے قرب کی وجہ سے اس کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی ہے۔

شنگھائی: ینگ سی کیانگ کے دہانے پر واقع ہے۔ بہت اہم بندرگاہ ہے۔ شہر کا ایک حصہ بین الاقوامی آبادی کے لئے مخصوص ہے صنعت و حرفت کے لئے مشہور ہے۔

---

(۱)۔ دیکھو صفحہ ۱۷۲

کانٹن: اغلباً سب سے بڑی چینی بندرگاہ ہے۔ دریائے سی کیانگ کے دہانے پر واقع ہے۔ یہی بندرگاہ سب سے پہلے غیروں کے لئے تجارت کے لئے کھلی تھی۔

ہان کو: دریائے ینگ سی کیانگ چین کو شمالی اور جنوبی دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے اور کانٹن سے پیکن کو جانے والا راستہ ملک کو مشرقی مغربی حصوں میں بانٹتا ہے۔ ہان کو ان دونوں شاہراہوں کے مقام اتصال پر واقع ہے اسی سے اس کی اہمیت ظاہر ہے۔

چینی زبان: چین، برما، کوچین چینی اور کوریا کی زبانوں کو یک صوتی یا یک رُکنی (۱) کہتے ہیں یہ دنیا کی قدیم ترین قسم کی زبانیں ہیں اس میں ابجد نہیں بلکہ ہر لفظ کے لئے ایک خاص اور علیحدہ نشانی ہے۔ جوڑ توڑ سے نہیں بلکہ اس کل نشانی سے وہ خاص لفظ مراد ہوتا ہے۔ الفاظ بھی سب جدا جدا ہیں اور سب جامد۔ اشتقاق مطلق نہیں۔ یہاں تک کہ افعال بھی جب مختلف زمانوں مثلاً ماضی حال مستقبل میں آتے ہیں تو کسی قاعدے کے لحاظ سے تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ تبدیلی ہوتی ہی نہیں۔ وہاں تو ہر نئے زمانے کے لئے ایک نیا لفظ ہے جس کو اسی

---

(۱)۔ MONOSYLLABIC میں نے اس کا مفہوم "یک صوتی" سے ادا کیا ہے۔ ایک کرم فرمانے "ذو مقطع واحد" اس کے لئے تجویز کیا۔ لیکن چونکہ میں اس کے معنی نہ سمجھ سکا اس لئے متن میں لکھنے کی جرات نہ ہوئی۔ یہاں حاضر ہے کہ اگر اصحاب ذوق چاہیں تو اس سے لطف اندوز ہو سکیں۔

عروض میں اس کو سبب خفیف سے ظاہر کیا جاتا ہے لیکن وہ بھی کماحقہ اس مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا۔

فعل کے کسی اور زمانے کی شکل سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ تحریر کے لئے کوئی قاعدہ نہیں جو اصوات کو ملا سکے۔ بلکہ ایک مقرر نشان سے ایک معین لفظ سمجھا جاتا ہے۔ ہر لفظ اپنی جگہ الگ ہے اور انفرادی طور پر آنا چاہیئے، اس طریقۂ تحریر کی ابتدا کے متعلق مختلف خیال ہیں بعض کہتے ہیں کہ جانوروں اور پرندوں کے پنجوں کے نشانات کو دیکھ کر یہ طرز تحریر وجود میں آئی بعض کا خیال ہے کہ ستاروں کے جھرمٹوں سے یہ خیال پیدا ہوا۔ لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ اشیاء کی شکل نقوش سے ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً شروع میں پہاڑ لکھنا ہوا تو △△△ نقش بنا دیا جاتا ہوگا جس کو اب بھی چینی ہیں اس طرح لکھتے ہیں ш وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے نقوش زبان کی تمام ضرورتوں کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے دو ایک نہایت ابتدائی قسم کے طریقے ایسے بھی ہیں جن سے یہ نقوش آپس میں مل کر نئے معنی دیتے ہیں۔ کل ملا کر یہ نقوش چھ قسم کے ہیں۔

۱۔ تشکیلی نقوش: جیسے ⊙ (تلفظ جِہہ) بمعنی سورج۔ اس قسم کے تقریباً ۶۰۰ نقوش ہیں۔

۲۔ تخیلی نقوش: مثلاً ⊥ (تلفظ شانگ) بمعنی اوپر اور ⊤ (تلفظ ہیا) بمعنی نیچے کیونکہ پہلی شکل میں نقش سطر سے اوپر ہے اور دوسری میں سطر سے نیچے۔

۳۔ تخیلی مخلوط: ان میں دو نقوش کو ملا کر نئے معنی پیدا کئے جاتے ہیں۔ مثلاً 皇 جس کا تلفظ ہوانگ ہے بمعنی شاہنشاہ۔ یہ دو نقوش سے مل کر بنا ہے۔ جن کے علیحدہ علیحدہ معنی "خودی" اور "حاکم" کے ہیں یعنی نفس کا حاکم یا شاہنشاہ۔ اس قسم کے تقریباً ۷۰۰ نقوش ہیں۔

۴۔ تضادی نقوش: جیسے سیدھے ہاتھ کو ۲ لکھتے ہیں اور الٹے کو ۲
یہ تقریباً ۳۷۲ ہیں۔

۵۔ استعاری ،، مثلاً 矢 (تلفظ شی) بمعنی تیر۔ اور اسی مناسبت سے بمعنی سیدھا۔ صاف۔ بے ریا۔ موقع کی بات۔ وغیرہ۔ یہ ۶۰۰ نقوش ہیں

صوتی نقوش:۔ یہ تقریباً ۲۰ ہزار ہیں۔ انہی سے گویا زبان بنی ہے ظاہر ہے کہ اوپر جن الفاظ کا ذکر کیا جا چکا ہے وہ خواہ کسی قدر کیوں نہ ہوں لیکن جامد ہونے کی صورت میں وہ زبان کی تمام ضرورتوں کے لئے کفایت نہیں کر سکتے۔ اور نئے خیال کو تحریر کرنے کے لئے کسی اور قاعدے کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ چینی زبان یک صوتی ہے۔ اور کل اصوات جو چینیوں کے منہ سے نکلتی ہیں وہ تقریباً ۵۰۰ ہیں اور انہی ۵۰۰ آوازوں پر ساری بولی منحصر ہے اس بنا پر کسی ابجد سے تو کام نکل ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ کوئی سی بھی ابجد ان پانچ سو اصوات کا اظہار کر دیتی اور بس۔ اور یہاں ضرورت ہے بیس ہزار سے بھی زاید نقوش کی۔ اس لئے یہ طریقہ ایجاد کیا گیا کہ دو یا دو سے زاید نقوش ملا کر لکھے جائیں تاکہ نئے معنی پیدا ہوں۔ گو تلفظ ایک ہی رہے۔ گویا منہ سے بولنے میں تو کسی ایک ہی نقش کی آواز نکلے لیکن چونکہ تحریر میں اس ایک نقش کے علاوہ اور نقوش بھی اس میں شامل ہیں اس لئے اس کے معنی اور سمجھے جائیں (یہ بات کہ گفتگو میں کیوں کر معنی میں تمیز ہو آگے آئے گی)۔ اس لئے اصواتی نقوش دو قسم کے ہیں۔ ایک صحیح صوتی۔ جس سے کہ نئے نقش کا تلفظ مقرر ہے (جو معین ہوگا۔ اور ہمیشہ وہی ہوگا خواہ اس کے ساتھ کوئی سے اور کتنے ہی نقوش لکھے جائیں) اور دوسرے تخصیصی جو تقریباً ۲۱۴ ہیں۔ ان سے گو تلفظ پر کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن معنی انہی سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ یہ خود کبھی الگ نہیں آتے بلکہ ہمیشہ

صحیح صوتی نقوش کے ساتھ ایک، یا زیادہ ملکر آتے ہیں۔ تلفظ صحیح صوتی کا رہتا ہے۔ اور معنی تخصیصی کے مناسبت سے لگائے جاتے ہیں گویا ایک ہی صوتی تلفظ کے معنی ان تخصیصی نقوش کی وجہ سے ہزاروں مختلف ہو سکتے ہیں۔) مثلاً ایک صوتی نقش ہے 子 جس کا تلفظ ٹزو ہے اور اس کے معنی "خود" یا "میں" ہیں۔ اب اگر یہ ۲۱۶ مختلف تخصیصی نقوش کے ساتھ ملکر آئے تو مخلوط نقش کا تلفظ تو ہر دفعہ صرف ٹزو ہی رہے گا لیکن پڑھنے والا اس کو نئے نقوش کے ساتھ لکھا دیکھ کر مختلف معنی سمجھے گا۔ مثلاً اگر 女 نقش کے ساتھ ہوگا جس کے کو علیحدہ معنی "عورت" کے ہیں تو مخلوط نقش کا تلفظ تو ٹزو ہی رہے گا لیکن معنی "خوبصورت" کے ہوجائیں گے۔ اسی طرح اگر "پرند" کے نقش کے ساتھ ملے گا تو گو تلفظ ٹزو ہی رہے گا لیکن اس کے معنی "بطخ" کے ہوجائیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ظاہر ہے کہ لکھنے میں تو یہ ساری سہولتیں پیدا کریں جن سے مختلف معنی پیدا کرلئے تاکہ گو تلفظ ایک ہی رہے لیکن تخصیصی نقوش پر نظر پڑتے ہی معلوم ہو جائے کہ اس موقع پر اس تلفظ کے کیا معنی لگیں گے۔ لیکن بول چال میں تلفظ کے ایک ہی رہنے سے بڑی دقت پیش آنی چاہئے۔ تحریری نقوش تو زبان میں تقریباً تیس ہزار ہیں اور صوتی تلفظ کل پانچ سو سے زائد نہیں۔ اس سے گفتگو میں مطلب سمجھنے کی دقت ظاہر ہے چینیوں نے اس کو آسان کرنے کی حسب ذیل ترکیبیں کی ہیں۔

(۱) جب کسی صوت کے کوئی خاص معنی سمجھانے ہوں تو اس صوت کے ساتھ مطلوبہ معنی کی مناسبت سے ایک اور صوت بھی ساتھ ہی کہہ دی جاتی ہے مثلاً "سننے" کے لئے چینی میں ٹنگ آتا ہے لیکن اس صوت کے اور بہت سے معنی بھی ہیں۔ اس لئے جب مقرر یہ چاہے گا کہ اس کے معنی "سننے" کے ہی لئے

جائیں تو وہ کن (بمعنی دیکھنا) کا اضافہ کرکے بولے گا۔ یعنی ٹنگ کن جس کے معنی صرف "سننے" کے ہی لیے جائیں گے۔

(۲) ایسے تلفظ ساتھ لگانے سے جو افعال یا صفت کا یقین کرتے ہوں مثلاً پا کے معنی "ہاتھ سے پکڑنے" کے ہیں۔ اور اب جو جو اسم ایسے ہیں جو ہاتھ میں پکڑے جاتے ہیں اس کے ساتھ یہ صوت بھی مخلوط ہو گئی مثلاً پہہ تاؤ کے معنی چاقو جوتا، پلنگ کی چادر وغیرہ وغیرہ ہیں۔ لیکن جب پہہ یا تاؤ کہیں گے تو اس سے چاقو ہی مراد ہوگا۔

(۳) اصوات کو موسیقی کے طریقہ پر ۸ سروں پر تقسیم کیا ہے۔ چار چڑھے سُر اور چار اترے سر۔ لیکن اب استعمال میں صرف چار چڑھے سُر ہی آتے ہیں۔ اور ان مختلف سروں میں ایک ہی صوت کے مختلف معنی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک صوت کُئی کو لیجئے۔ اگر یہ معمولی طریقہ پر کہا جائے (کُئی —) تو اس کے معنی "ابتدائی" کے ہیں۔ اگر اسے ایک سُر اور چڑھا کر بولیں (کُئی \) تو اس کے معنی شیطان یا بدخصلت کے ہو جاتے ہیں۔ اگر تین سُر اونچا بولیں (کُئی /) تو بمعنی معزز استعمال ہوتا ہے اور چوتھے سُر میں بولنے سے (کُئی —) آزاد کے معنی دیتا ہے۔ ان سُروں کو اس طرح سمجھیے کہ اگر ہم لفظ "نہیں" کو معمولی طور پر خبریہ مفہوم میں بولیں تو یہ پہلا سُر ہے۔ اگر استفہامیہ طرز پر بولیں تو یہ تقریباً دوسرا سُر ہوگا۔ جب یہی لفظ ہمارے ہاں استعجابیہ طور پر بولا جاتا ہے تو وہ چینیوں کے تقریباً "تیسرے سُر کی برابر اونچا ہوتا ہے۔ اور جب امریہ اور احکامیہ صورت میں بولا جائے تو چوتھے سُر کے لگ بھگ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح آواز کی اونچ نیچ میں معنی کے اختلاف سیکھنا بہت مشکل بات ہے غیر آدمی برسوں بھی اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن خود چینیوں کو اس طرح بولنے اور سمجھنے میں مطلق تکلف

نہیں ہوتا۔

ایسی زبان میں جس میں مشتق مصدر جامد میں کوئی فرق نہ ہوا ور ہر لفظ اپنی جگہ پر اٹل ہو قواعد کی بہت کم ضرورت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ چینی قواعد خاصی مشکل چیز ہے۔ لیکن موجودہ بحث سے غیر متعلق ہونے کی وجہ سے یہاں اس کا بیان بے ضرورت ہے۔

گو لکھنے میں صرف ایک ہی رسم الخط وین لن استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بولنے میں یہاں کی زبانیں بہت ہیں اور مختلف حصص ملک میں مختلف بولیاں پائی جاتی ہیں۔ خیال ہے کہ چین میں ۴۰۰ بولیاں رائج ہیں: لیکن دفتری اور سرکاری طور پر منڈارین کی زبان ہی ہر جگہ مانی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ہوشی کی اصلاح[1] اور ترمیم نے گویا چین کے ادب اور زبان کے لئے حیاتِ ثانیہ کا کام کیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے چین میں ایسے ایسے انقلابات ہوئے اور ہونے کی امید ہے جو کسی اور طرح ممکن نہ تھے۔ ڈاکٹر ہوشی کا انقلابی کارنامہ یہ ہے کہ اسکی تحریک سے پرانی کلاسی چینی زبان کے بجائے اب ملک وملت کی زبان پائی ہُوا قرار پائی جو موجودہ زبان ہے اور ہر ایک اس کو بول اور سمجھ سکتا ہے۔ اسی زبان میں اب تعلیم بھی ہوتی ہے اور اسی کی وجہ ہے کہ حال میں چین میں تعلیم کی اس قدر ترقی ہوئی ہے۔ اس تبدیلی کا اثر چین میں ایسا ہی مرتب ہو رہا ہے جو ڈانٹے کی کوشش سے اٹلی میں اور چوسر کی وجہ سے انگلستان میں ہوا تھا۔

ادبیاتِ چین میں سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر وہی کتابیں ہیں جو چین کی کلاسی کہلاتی ہیں اور جن کو کنفیوشس اور اس کے

---

(۱) ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۳ء

مقلدین نے لکھا تھا۔ چینی ادب کی یہی نو کتابیں ابتدا و انتہا سمجھی جاتی ہیں۔ ان کا مختصر سا حال کنفیوشس کے حالات میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس لئے اب یہاں تکرار کے خیال سے نہیں لکھا جاتا۔

ان کتابوں کے علاوہ بھی کئی ایک معرکتہ الآرا کتابیں چین میں لکھی گئیں۔ تاریخ کے حصے میں ہر خاندان کے ختم پر اس عہد کے ادبی ارتقا پر مختصر سا بیان شامل کر دیا گیا ہے اب اس کا یہاں اعادہ کرنا تضیع وقت سے زیادہ نہیں چین میں اس صدی کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ڈاکٹر ہوشی کی زبان کی اصلاح ہے جس کی وجہ سے ادب چین میں معتدبہ ترقی کا ہونا یقینی ہے۔

چینی تہذیب

چینی تاریخ کے ذیل میں چینی تہذیب کی تاریخی اہمیت کا بیان ہے۔ یہاں اس تہذیب کی موجودہ شکل سے بحث ہے۔ "چینی تہذیب کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسری مثال ایسی نہیں جہاں کی ملکی تہذیب اس قدر قدیم ہونے کے باوجود خارجی اثرات سے اس درجہ محفوظ رہ سکی ہو۔ سینکڑوں صدیوں سے چینی تمدن اور معاشرت بغیر کسی خاص تبدیلی کے قائم ہے اور ملک میں اس کی یکسانیت حیرت انگیز ہے"۔ ہر جگہ خواہ جنوب میں جائیے خواہ شمال میں ایک واحد تہذیب سارے ملک میں جاری و ساری نظر آتی ہے۔ تہذیب اور معاشرت کی یگانگت جنوب کے تپتے ہوئے میدانوں، شمال کے برف پوش پہاڑوں، اقوام کے اختلافات قبائل اور مذاہب کے تنوع غرضیکہ سب پر حاوی ہے۔ اور یہی اصل معنی میں 'چین' ہے جو ملک کے ایک ایک کونے میں موجود ہے[1]"

---

(۱)۔ "چین" از Emile Horelaque.

اس تہذیب کی مایہ الامتیاز چیز بعض نے خاندانی نظام، کو مانا ہے یہی کنفیوشس کی تعلیم ہے اور اسی کی وجہ سے چین کی سب سے پرانی رسم یعنی احداد پرستی ظہور میں آئی۔ اور اب وہ سب چینیوں کے دلوں میں اس طرح جاگزیں ہے کہ اس سے عہدہ برآ ہونا ناممکن ہے۔ خاندانی نظام کا کچھ حال ہم کنفیوشس کے ذکر کے تحت میں ضمیمہ ا میں دے آئے ہیں۔ مختصراً یہ کہ چینی مشترک خاندان کے اصول پر رہتے ہیں۔ باپ سب کا مختار ہوتا ہے اور اس کو اپنے خاندان پر قانوناً اختیار کلی حاصل ہے۔ اس کے ماتحت اس کی بیوی اور بچوں کے علاوہ بچوں کے زوج اور پوتے بھی ہوتے ہیں۔ خاندان کے ہر فرد کا فرض یہ ہے کہ وہ باپ کی اطاعت کرے اور خاندان کی فلاح کو اپنا فرض اول مانے۔ اس خاندانی یکجہتی سے جہاں بہت سے فوائد ہیں وہاں چند ایک اہم نقصان بھی ہیں۔ مثلاً اپنے خاندان کو جائز و ناجائز طور پر فائدہ پہنچانا فرض سمجھا جاتا ہے چنانچہ سرکاری ملازمین بلا لحاظ لیاقت اپنے ہی خاندان والوں کو ملازمتیں دیتے ہیں۔ اسی طرح قومی یکجہتی میں بھی فرق آتا ہے۔ اور وطن پرستی کا جذبہ نہیں اُبھرتا۔

تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ چینی خاندانوں میں سے ۳۳ فی صدی کے پاس ایک ایکڑ فی خاندان سے بھی کم زمین ہے۔ ۵۵ فی صدی کے پاس ڈیڑھ ایکڑ زمین فی خاندان ہے۔ اس ڈیڑھ ایکڑ والے خاندان میں اوسطاً فی خاندان ۷ء۵ نفوس ہوتے ہیں۔

آنریبل مسٹر برٹرینڈ (اب، لارڈ) رسل حسب بالا خیال کے مؤید نہیں۔ ان کے نزدیک ‘خاندانی نظام’ چینی تہذیب کی خصوصیت نہیں کیونکہ یہ چیز تو تمام ابتدائی معاشرتوں میں موجود تھی مثلاً رومن اور یونانی تہذیب۔ چین

کی اس سے زیادہ اس سلسلے میں کوئی خصوصیت نہیں کہ درآں حالیکہ دوسری جگہ یہ چیز گذر چکی اور اب نہیں ہے چین ہنوز اسی درجے پر ہے۔ صاحب موصوف الصدر کے نزدیک چینی تہذیب کی خصوصیات تین ہیں۔

۱۔ تحریر میں ابجد کی بجائے نقوش کا استعمال

۲۔ مذہب کی بجائے کنفیوشس کی اخلاقیات

۳۔ امراء کی بجائے ادیبوں کے ذریعے انتظام حکومت۔ یہ ادیب بذریعہ امتحان منتخب کئے جاتے تھے۔ طرز تحریر کے متعلق ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ اس اختلاف کا بین فرق تہذیب پر پڑتا ہے۔ "ابجدی تہذیب" میں قیام اور سکون کم ہے۔ "نقوشی تہذیب" نسبتاً تبدیلیوں سے کم متاثر ہوتی ہے اور دیرپا ہے۔ نقوش تلفظ سے زیادہ معنی پر زور دیتے ہیں جو زبان کے اختلاف کے باوجود سمجھے جا سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہندسوں میں یہ بات پیدا کی گئی ہے مثلاً عربی رسم الخط کی زبانوں میں "۳" کے ہندسے کو لکھا ایک ہی طرح جائے گا لیکن تلفظ مختلف ہو گا مثلاً تین، ترہ، سہ، ثلثہ، وغیرہ لیکن معنی وہی رہیں گے۔

مذہب کا ذکر علیحدہ عنوان کے تحت میں مفصل آئے گا۔

تمام دنیا میں اب سے چند سال پہلے تک سلطنت ہمیشہ امراء اور بااثر اشخاص کے ذریعے سے چلتی رہی، لیکن چین میں سرکاری ملازمت کی واحد شرط امتحان میں کامیابی تھی جو کلیتاً نو چینی کلاسیوں میں لیا جاتا تھا۔ ان کتابوں کا ذکر پیچھے گذر چکا ہے۔ یہ امتحان کا طریقہ خاندان سُنگ (۹۶۰ء سے ۱۲۷۷ء) کے زمانے میں شاہنشاہ ہنگ وُو نے جاری کیا اور بلا کسی تغیر کے بیسویں صدی تک قائم رہا حتیٰ کہ ۱۹۰۵ء میں منچو شاہنشاہ نے اس کو موقوف کیا۔ یہ امتحان ہر تیسرے سال

ہوتا تھا۔ طالب علم کو اپنی رائے کو دخل دینے کی اجازت نہ تھی بلکہ محض انہی کتابوں کے فقرے نقل کرنا انتہائے کمال سمجھا جاتا تھا۔ ختم پر تمام مضمون کا انہی قدیم اقوال میں خلاصہ بھی دیا جاتا تھا جو دو دو حصوں کے چار پیراگراف میں ہوتا تھا۔ اسی لئے اس امتحان کا نام "ہشت ستون" پڑ گیا تھا۔ لی اُنگ ہنگ کا قول ہے کہ چین کی ساری تباہی کا باعث یہ طریقۂ امتحان وحکومت ہے۔ اس نے ترقی ترمیم، آزادی رائے، انفرادیت اور ذاتی اعتماد وغیرہ سب کا خاتمہ کر دیا۔" بعض اہل الرائے اصحاب کا خیال ہے کہ اس طرز امتحان کا اختتام اور نئے طریقہ تعلیم کا اجراء چین کے لئے ایک ایسی تبدیلی ہے جس کا مقابلہ وہاں کا ۱۹۱۱ء کا انقلاب عظیم بھی نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ سے تین ایسی چیزیں حاصل ہو گئیں جن کا اثر نسل در نسل ہوتا چلا جائے گا۔ اور وہ یہ ہیں :-

۱۔ عوام میں تعلیم کا پھیلنا (۱)

۲۔ عورتوں کی تعلیم میں بے حد ترقی (۲)

۳۔ مغربی سائنس کی قدر اور طالب علم میں آزادی رائے کا پیدا ہونا۔

چین میں ذات پات کی پابندیاں نہیں۔ ترقی کا دارومدار تمامتر تحصیل علم

---

(۱)۔ چین میں "خواندہ" اور "لکھا پڑھا ہونے" کا ایک ہی مفہوم نہیں۔ یہاں حرف پڑھ سکنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے بمقابلہ ان لوگوں کے جو پڑھنے کے علاوہ لکھ بھی سکتے ہیں۔ لکھے پڑھوں کی تعداد چھ سات فی صدی سے زیادہ نہیں۔ کوین طانگ کے لائحہ عمل میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ تمام چین کو اسی پشت میں لکھا پڑھا بنا دیا جائے

(۲)۔ تعلیم کے معاملے میں اب عورت و مرد میں مطلقاً کوئی تخصیص نہیں اس معاملے میں تو پیکن یونیورسٹی کیمبرج یونیورسٹی سے بھی بہتر ہے" از مسئلہ چین" از برٹرینڈ رسل۔

بر ہے۔ یہاں نہ خطاب یافتہ حاکم خاندان ہیں۔ نہ جاپان کی طرح موروثی لیڈر خطابات اور اعزازات ذاتی ہوتے ہیں۔ اور جب کسی کی اس سے بھی زیادہ تعظیم کرنی مقصود ہوتی ہے تو بجائے اس کو موروثی خطاب[1] دینے کے اس کے گذرے ہوئے باپ و دادا کو خطاب دیئے جاتے ہیں۔ غرضیکہ حکومت اور دیگر معزز اور بااثر عہدے اہل علم کے ہاتھوں میں ہیں ایک چینی کے لئے اس سے بڑی کوئی عزت نہیں کہ وہ ہان لن اکادمی کا ممبر ہو جائے کیونکہ حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار یہاں تک کہ وزیر اعظم تک بھی انہی ممبروں میں سے منتخب ہوتا ہے۔

چینی طبعاً امن پسند ہوتے ہیں۔ یوں ان کی تعداد اور ان کے ملک کی زرخیزی ایسی چیزیں ہیں کہ اگر وہ چاہتے تو دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور قوم بن سکتے تھے، لیکن ان کا فلسفہ "مرنجان مرنج" ہے وہ اپنی آزادی چاہتے ہیں۔ لیکن دوسروں پر غلبہ کی ان کو کوئی خواہش نہیں۔ امن پسندی ان کے طبائع میں اس قدر جاگزیں ہے کہ وہ ماحول کو مطلق تبدیل کرنا نہیں چاہتے۔ یوں بھی ان کی ایک قومی خصوصیت "خاکساری" اور ہیچمدانی ہے۔ ان کی ظرافت میں بھی یہ چیز نمایاں ہے۔ اس کے علاوہ تمام چینی خواہ کسی طبقے کے ہوں انتہائی خوش باش اور مضحکہ پسند ہوتے ہیں۔ اغلباً دنیا میں کوئی اور قوم اس قدر ہنسنے اور خوش رہنے والی نہ ہوگی چینیوں میں روپیہ کی محبت زیادہ ہے اور وہ اس کو طاقت اور حکومت پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ اور ممالک میں عام طور پر روپیہ کا

---

(۱) دوسرے ممالک مثلاً ہندوستان میں موروثی خطاب کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ خطاب یافتہ کی آیندہ نسلیں بھی خطاب یافتہ ہوتی چلی آئیں گی۔

مقصد قوت اور اثر کو بڑھانا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ طُوچُن جو صوبوں کے مختارِ کُل ہوتے ہیں، مناسب روپیہ ملنے پر حکومت، قومیت اور ملک تک کو چھوڑ کر قوم کے خلاف ہو جاتے ہیں بلکہ چین سے نکل کر جاپان وغیرہ میں جا بستے ہیں وہ حکومت بھی روپیہ پیدا کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے دوسرے ممالک میں روپیہ اس لئے پیدا کیا جاتا ہے کہ حکومت اور طاقت ہاتھ آئے۔

چین میں تحریر و تقریر کی مکمل آزادی ہے۔ رائے عامہ نقارۂ خدا کا حکم رکھتی ہے۔ اور کبھی بے اثر نہیں ہوتی۔

چینیوں کی خصوصیات میں ان کی تمیز تہذیب اور ادب بھی ہے۔ اسی کی زیادتی کی وجہ سے ان کے ہاں نمائش اور اکثر غلط بیانی کی کثرت ہے۔ چینیوں کا صبر اور برداشت ضرب المثل ہے۔ اور یہی ان کی بقا کا راز ہے۔ وہ بغاوتوں، اغیار کے حملوں اور اندرونی قضیوں کو صبر سے برداشت کرتے رہتے ہیں تا آنکہ دشمن خود ہی کمزور ہو جائے اور پھر وہ حاوی ہو جائیں۔

یوں تو مسٹر کروس[1] اور دیگر پادریوں نے چین اور چینیوں کی برائیاں چھاننے اور وضع کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، لیکن عام طور پر چینی کیرکٹر کے تین دھبے بہت نمایاں ہیں:-

۱- دھوکا اور بے اصولا پن۔ اس کی وجہ زیادہ تر چین کی غربت ہے۔ قوتِ لایموت کے حصول میں بھی ہزاروں جوکھوں ہیں۔ فاقہ زدگی قحط۔ افلاس ہر وقت کا ساتھی۔ اس لئے تھوڑے سے نفع کے خاطر بھی دھوکے اور جھوٹ سے نہیں چُوکتے۔ اس لئے ان کے قول و فعل کا بھی کوئی بھروسہ نہیں، کیونکہ

---

(۱)۔ "انحطاطِ چین" از الگزس کراس۔

جس رُخ سے زیادہ فائدے کی اُمید ہوتی ہے اسی طرف جھک جاتے ہیں(۱)۔

۲۔ بزدلی اور نامردی سینکڑوں ہزاروں برس کی پُرامن اور پُرسکون زندگی کا یہ اثر ہونا لازمی تھا۔ چینی فلسفہ میں جنگ جوئی کی بے حد مذمت کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب طوچن(۲) آپس میں لڑتے ہیں تو دونوں فوجیں بھاگنے پر تیار رہوتی ہیں اور وہی ہارا ہوا مانا جاتا ہے جس کی فوج پہلے بھاگ کھڑی ہو

۳۔ شقاوت اور ظلم۔ یہ خصوصیت بھی خالص چینی ہے۔ اغلباً یہ کہنا زیادہ غلط نہ ہو کہ کسی پر ظلم اور سختی ہوتے ہوئے دیکھنے میں ان کو مزہ آتا ہے۔ یہ شاید ان کی لامذہبیت کا نتیجہ ہے۔ حیات اور ممات، سزا و جزا اور ثواب و عذاب کے تخیل کے نہ ہونے کی صورت میں جو کچھ بھی نہ ہو وہ کم ہے۔

مذہب

مجموعی طور پر چین میں اس وقت مذہب برائے نام ہے بلکہ کبھی بھی مذہب پر اس قدر زور یہاں نہیں دیا گیا جتنا کہ اور ممالک میں وقتاً فوقتاً دیا جاتا رہا ہے۔ چین میں اس وقت پانچ مذاہب کے پیرو نظر آتے ہیں بُدھ، طاؤ، کنفیوشس، اسلام اور عیسائیت۔ بُدھ مت والے اغلباً کافی تعداد میں موجود ہیں گو اصل میں گوتم بُدھ کی تلقین اور فلسفے کا وہاں ظاہری اثر بھی بمشکل تمام ملتا ہے۔ بدھ مذہب پہلی صدی عیسوی کے ربع اول میں پہلے پہل چین میں

---

(۱)۔ اس پر بھی تجارتی معاملات میں چینیوں کی قول کی پختگی ضرب المثل ہے۔ وہاں بڑے سے بڑا معاملہ بغیر لکھت پڑھت کے محض قول و قرار پر ہو جاتا ہے اور پھر کبھی رتی برابر اس میں فرق نہیں آتا۔

(۲)۔ صوبوں کے فوجی آمر۔ موجودہ حالات میں تو یہ مرکزی حکومت کے صرف برائے نام ماتحت ہیں

پہنچا۔ ۳۹۹ء میں فاہیان نے بدھ مذہب کی زیارت گاہوں کے دیکھنے کیلئے ہندوستان کی سیاحت کی۔ ۵۲۶ء میں گوتم کے ۲۸ ویں خلیفہ بودھی دھرما چین آ گئے اور یہاں کے مہا مہنت بن گئے اس کے بعد سے اس مذہب کو چین میں ترقی ہوئی۔ اور ایک وقت میں یہ مذہب اور سب مذاہب پر حاوی آ گیا لیکن اب اس کی شکل بالکل مختلف ہو گئی ہے۔ اور اصلیت یہ ہے کہ چین کے موجودہ مذہب کو بدھ مت کہنا غلط ہے

کنفیوشی مذہب ہی حقیقت میں عالمگیر طور پر سارے ملک پر حاوی ہے یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ کنفیوشس مذہب کی طرف سے بے پرواہ ہی نہیں بلکہ مخالف تھا اور اب اسی کے نام لیوا چین میں سب سے زیادہ ہیں۔ لیکن یہ کہنا اغلباً بے جا نہ ہو گا کہ کنفیوشی کوئی مذہب نہیں بلکہ اخلاقیات کا نصاب ہے کنفیوشس کے ہاں حیات اور ممات کا کوئی مفہوم نہیں[1] اور نہ گناہ کا وجود وہ عیسائیوں، ہندوؤں اور بدھوں کی طرح انسان کو فطرۃً پُر از معاصی نہیں سمجھتا جس کو پاک کرنے کی ضرورت ہو۔ کنفیوشس کا فلسفہ تفصیل کے ساتھ ضمیمہ (الف) میں دے دیا گیا ہے۔ مسٹر برنٹرینڈ رسل کا خیال ہے کہ اب نئی روشنی کے تعلیم یافتہ چینیوں کے روحانی ذوق کی تشفی کنفیوشس کی تعلیم سے نہیں ہوتی۔

طاؤ مذہب کا بانی لاؤزے ہے۔ یہ اس کا اصلی نام نہیں بلکہ کنیت ہے، کیونکہ اس کے معنی "معمر فلسفی" کے ہیں اور لاؤزے کے بال شروع ہی سے سفید تھے۔ وہ ۶۰۴ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی زندگی کے حالات

---

(۱)۔ احتجاجِ چین از طانگ لیانگ لی۔

اسی قدر غیر یقینی ہیں جیسا کہ اس کی موت، کیونکہ کہتے ہیں کہ آخر میں وہ پہاڑوں پر چلا گیا اور پھر کسی کو کچھ معلوم نہ ہوا کہ کیا ہوا۔ اس کے فلسفے کا لُب لباب تصوّف اور خاکساری ہے۔ اس کی تعلیم کنفیوشس کی تعلیم کا ضد ہے۔ وہاں ظاہری آداب پر زور ہے یہاں بے علمی پر عمل۔ وہاں شریعت ہے یہاں طریقت لیکن لاؤزے کی طریقت کو کوئی بھی صحیح طور پر نہ سمجھ سکا۔ خود اسی کا قول ہے کہ "جو جانتا ہے وہ بتاتا نہیں اور جو بتاتا ہے وہ جانتا نہیں"۔ اس نے اپنے فلسفہ کا نام طاؤ رکھا۔ اس کے لغوی معنی تو 'راہ' اور 'راستے' کے ہیں لیکن اصطلاحاً اسکے معنی بہت مختلف ہیں۔ ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ "ہر چیز طاؤ سے پیدا ہوتی ہے طاؤ کی وجہ سے وہ قائم رہتی ہے اور طاؤ ہی میں آخر پھر جا ملتی ہے"۔ پھر کہا ہے کہ "اس کی کوئی شکل نہیں گو ساری شکلیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ کسی نے اس کو بنایا نہیں کیونکہ وہ خود سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ وہ خود 'راہ' ہے اور خود ہی 'راہ رو' ہے بھی اور نہیں بھی"۔⁽¹⁾ ایک تیسری جگہ اس نے طاؤ کی اس طرح تشریح کی ہے "وہ رستہ بھی ہے۔ سچائی بھی اور زندگی بھی"۔ اس کا خیال تھا کہ ہر شخص ہر جانور اور ہر چیز کا ایک مخصوص طریقہ زندگی ہے جو اس کے لئے قدرتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس طرح رہیں کہ ہم اور ہمارے ماحول کی ساری چیزیں اس مخصوص طریقہ زندگی کے موافق ہوں یہی طاؤ ہے۔ اغلباً اس کا خیال تھا کہ اگر ہم طاؤ سے نہ بھٹک جائیں اور اس کے موافق زندگی بسر کریں تو اجرام فلکی کی طرح ہم بھی غیر فانی ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آگے چل کر لوگ آبِ حیات اور حیاتِ ابدی کے پیچھے پڑ گئے اور مذہب کو جادو کا گورکھ دھندا

---

(۱) ع:- خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گِل کوزہ - خود رندِ صبو کش۔

بنا لیا۔

لاؤزے سے زیادہ اس مذہب کی تصریحات چوانگ زے نے کی ہیں۔ خاندانِ ہن نے اس مذہب کو بہت اُبھارا۔ شاہنشاہ چے ہوانگ طی نے اس کے علماء کا ایک گروہ جاپان بھی بھیجا تاکہ وہ داروئے حیات وہاں سے مہیا کر لائیں۔ ہان خاندان کے پہلے بادشاہ نے بھی اس کو بہت عروج دیا۔ اسی زمانے میں اس مذہب کا پہلا پیر چانگ طاؤ لنگ مقرر ہوا جو ۱۲۳ سال کی عمر کا ہو کر آسمان پر چلا گیا۔ آگے چل کر بدھ مت کی برائیاں اس میں اور شامل ہو گئیں اور جو اس میں اچھائیاں تھیں وہ بالکل مفقود ہو گئیں اور سارا فلسفہ جادو، ٹونا اور ٹوٹکا ہو کر رہ گیا۔ کیلائی خان نے ۱۳ ویں صدی میں اس مذہب کو بہت ترقی پہنچائی۔

لاؤزے کی کتاب کا نام طاؤ طے کنگ یعنی صحیفہ طریقت ہے۔ اس کے چند اقوال یہ ہیں"

"طاقت ور وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پائے"

"قناعت کے بعد پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں"

"کچھ نہ کرو۔ سب خود بخود ہو رہے گا"(۱)

"کمزور طاقت ور پر غالب آتا ہے اور نرم سخت پر"

اسلام: (۲) ملک کی آئے دن کی بغاوتوں میں اسلامی کتب خانے غارت ہو گئے اور اب آخر میں مکتی بازوں کی بغاوت ہی سی جیسی

---

(۱) ؎ رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔

(۲) اگلے صفحہ پر

'بحر العلوم' بھی نذرِ آتش کردی گئی۔ ان آسامیوں کی غیر موجودگی میں چین میں اسلام کی ابتدائی تاریخ کا صحت سے معلوم ہونا مشکل ہوگیا ہے۔ ۶ھ مطابق ۶۲۸ء میں آنحضرت رسول عربی کو جب ملکی قضیوں کی طرف سے نسبتاً امن ملا تو آپ نے تمام بڑے بڑے شاہان وقت کے پاس اپنے سفیروں کی معرفت دعوتِ اسلام ارسال فرمائی۔ تو حضرت وہاب ابن ابی کبشہ کو چین کی سفارت ملی[1] آپ آنحضرت کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے خاندان بنو زہرہ میں سے تھے۔ اس خاندان کے سارے افراد اپنے کو فخریہ آنحضرت کا عم کہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپی اور چینی مورخین نے اُن کو آنحضرت کا ماموں لکھا ہے۔ ورنہ یوں حضرت آمنہ نے اپنے بعد اپنا کوئی حقیقی بہن یا بھائی نہ چھوڑا۔

حضرت وہاب جن کو چینی سید واکس یا واکس بابا بھی کہتے ہیں براہ سمندر کانٹن میں داخل ہوئے۔ اور شاہنشاہ کے پاس شیان میں پیغام خداوندی پہنچایا۔ خاقانِ چین نے آپ کی بہت قدر کی اور نئے مذہب کو مکمل آزادی اپنی مملکت میں عطا فرمائی بلکہ مسجد بنانے کی اجازت بھی دے دی[2]

۶۳۲ء میں واکس بابا خاقان چین کا جواب لے کر واپس عرب گئے لیکن بدقسمتی سے اُسی سال حضور کا وصال ہوچکا تھا۔ اس لئے واکس بابا ایک نسخہ قرآن شریف اور چالیس مسلمانوں کو ساتھ لے کر واپس چین چلے آئے اس دفعہ

---

(۲) صفحہ ۱۳۱ کا۔ یہ حصہ مسٹر پنگ کوانگ یو کے مضمون "چین میں اسلام" سے ماخوذ ہے جو اسلامک ریویو۔ ووکنگ۔ انگلینڈ کے جون، جولائی اور اگست ۱۹۲۵ء نمبروں میں نکلا۔

(۱) علامہ شبلی نے سیرۃ النبی کی تفصیلات میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ گو اور مورخین اس پر متفق ہیں۔

(۲) ۔ یہ مسجد ہونگ چو میں بنی۔

حکومت نے خود اپنے خرچ پر کانٹن میں مسجد تیار کرائی[۱] ۱۳۲۶ھ ہی میں وکس بابا کا کانٹن میں انتقال ہو گیا۔ ان کا مقبرہ مرجع خلائق ہے اور اس پر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

شروع کے مسلمانوں نے کانٹن ہی میں اپنی آبادی بنائی۔ یہاں ان کی مسجد ان کی معاشرتی زندگی اور ان کا قاضی سب الگ تھا۔ نومسلموں اور عرب تاجروں سے ان کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی اس وقت چین کی بحری تجارت تمام تر عربوں کے ہاتھوں میں تھی۔ ہندوستان، جزائرالہند اور خلیج فارس کی بندرگاہیں عرب تاجروں کی ہی رہین منت تھیں۔ بلکہ یہاں سے ایشیائے کوچک بلقان اور آگے یورپ تک چین کا مال عربوں ہی کے ذریعے پہنچتا تھا۔ کانٹن سے نکل کر مسلمان سارے ملک میں پھیلنے شروع ہوئے خصوصاً مغرب میں سیان فو میں جو نافِ چین[۲] کہلاتا ہے اُنہوں نے اپنا صدر مقام بنا لیا۔ مساجد و مدارس بڑی تعداد میں بنائے گئے۔ اسی زمانے میں مغرب سے براہ خشکی بھی مسلمانِ چین میں داخل ہونے شروع ہوئے[۳]۔ سیان فو میں مسلمانوں کی قوت بہت بڑھ گئی اور آج تک اس صوبے میں مسلمانوں کی آبادی ۵۰ فی صدی ہے۔ مشرقی چن چو میں مسجد بنائی جسکی محرابوں پر قرآن شریف کی سورتیں کندہ ہیں ۱۰۰۹ء میں حکومتِ چین نے اس کی مرمت کرائی۔

---

(۱)۔ یہ مسجد سرکاری روپیہ اور سرکاری انتظام سے بنی۔ اس کا منارہ ۱۶۰ فٹ اونچا تھا اس مسجد کا نام "مسجد یادگارِ محمد رسول اللہؐ" تھا۔

(۲) خیال ہے کہ چینی قوم کا مولدِ اول یہی مقام ہے۔

(۳) دیکھو صفحہ ۱۶۷، ۷۵۶ء عیسوی۔

نویں صدی عیسوی کے وسط میں مسلمان صوبہ کن سُوہ میں داخل ہونا شروع ہوئے تقریباً سو سال بعد اس صوبے کا خان مسلمان ہو گیا۔ وہ اور اس کے ورثا ۱۲۲۷ء تک حکومت کرتے رہے۔ اس سال چنگیز خاں نے اس حکومت کا خاتمہ کیا۔

اس خاندان کے ماتحت اُوی گُر بھی تھے جو ۹۷۰ء میں مسلمان ہو گئے تھے اسی قبیلے میں خاندانِ کِم اور خاندان لیا و تُلنگ اس قدر مشہور ہوئے، لیکن چنگیز خاں کے ورثا نے ان سب کا بھی خاتمہ کر دیا۔ ۱۲۸۰ء میں کبلائی خاں کا عہد تھا۔ یہ اس شاہنشاہ کی قوت عظمت اور شان و شوکت ہی تھی جس نے یورپ کی آنکھوں کو چندھیا دیا تھا۔ اس وقت مسلمان تمام چین میں پھیل چکے تھے۔ مارکو پولو جو اسی زمانے میں آیا لکھتا ہے کہ "تمام ملک اور اس کے ہر شعبہ میں محمدؐ کے پیرو بافراط پائے جاتے ہیں" کبلائی خاں نے بالترتیب عبدالرحمٰن سیّد اجمل اور سیّد احمد کو اپنا وزیر مال مقرر کیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے اعلیٰ عہدے مسلمانوں کے پاس تھے۔ اور سرکاری عہدے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے ریاضی دان ہئیت دان اور انجینیر بھی مسلمان ہی تھے۔

اٹھارویں صدی کے وسط تک مسلمان نہایت امن اور عزت سے چین میں رہتے چلے آئے۔ حکومت نے مسجدیں بنوائیں اور دیگر مراعات ان کو عطا کیں۔ یہاں تک کہ شاہنشاہ وُوُ سُنگ (۱۵۰۶ سے ۱۵۲۲ء تک) نے تو اپنی رعایا کو سُور پالنے کی ممانعت کر دی۔ شاہنشاہ ہُنگ وُو کے متعلق خیال ہے کہ وہ مسلمان ہی ہو گیا تھا۔ مقامی منڈارن ان مراعات اور اس ہمدردانہ برتاؤ پر حسد کرتے تھے اور ہوئی ان ہوئی شکایتیں کرتے تھے۔ ۱۷۳۱ء تک ان فرضی شکایتوں کا جواب جس فرمانِ شاہی سے دیا گیا ہے اس میں صاف

صاف ہے کہ "شاہنشاہ کے نزدیک مسلمان چینیوں اور دیگر چینیوں میں کوئی فرق نہیں" مسلمان برابر بڑھتے رہے اور اپنے مدرسے، مسجدیں اور کتب خانے قائم کرتے چلے گئے، لیکن مقامی منڈارن کا حسد بھی اسی تیزی سے بڑھ رہا تھا، ور جھوٹی شکایتوں کے طومار بندھ رہے تھے۔ مگر شاہنشاہ پر ہنوز کوئی اثر نہ تھا۔ شاہنشاہ چن لنگ (۱۷۳۶ء سے ۱۷۹۶ء تک) نے قرآن شریف و احادیث کو محل کے کتب خانے میں باادب رکھا، لیکن اس کے فوراً ہی بعد حالات بالکل ہی بدل گئے۔

یورپ کی تجارتی قوموں نے چین کے تنزل اور بے عملی سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے یہاں ڈیرے ڈالنے شروع کر دئیے تھے۔ اور تاجروں کے ساتھ پادری بھی زیادہ تعداد میں چین میں آنے لگے تھے، لیکن تجارتی کوٹھیاں ہکاؤ اور کانٹن سے آگے نہ بڑھ سکیں اور پادریوں نے بھی وہی مد مقابل (مسلم مبلغ) دیکھے جن سے وہ خود اپنے ملکوں میں ہار چکے تھے۔ کبلائی خاں کے زمانے میں جبکہ مغرب میں مسلمان ترکوں نے عیسائی یورپ کو زچ کر رکھا تھا تو یورپ کے سیاست دانوں نے چند سفیر چین بھیجے تھے تاکہ اگر ممکن ہو تو کبلائی خان کو عیسائی بنا کر لوہے سے لوہا لڑا دیں، لیکن وہ اس چال میں کامیاب نہ ہو سکے۔ برخلاف اس کے اب جو اٹھارویں صدی کے آخر میں پھر آ کر دیکھا تو چین اسلام کا ہی حلقہ بگوش نظر آیا۔ اسی زمانے میں روس نے پروفیسر وزیلف کو چین بھیجا تاکہ موقع پر حالات کا مطالعہ کرے اور تجارتی مفاد کی راہیں بتائے۔ پروفیسر مذکور نے واپس آ کر چین میں اسلام کا ایسا نقشہ کھینچا کہ عیسائی دنیا میں تہلکا مچ گیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "اب کوئی دن جاتے ہیں کہ سارا چین مسلمان ہو جائے گا اور پھر جبرالٹر سے چین تک یہ اسلامی رَو اٹھ کر یورپ اور عیسوی تہذیب کو ہمیشہ کے لئے ختم

کر دے گی"۔ اسی قسم کی ہیجان انگیز کتابیں تھیسانٹ اور ہلڈرے نے بھی لکھیں جن کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دول یورپ میں کھلبلی مچ گئی اور سب نے تہیا کر لیا کہ چین سے اسلام کو نکال کر چھوڑا جائے۔ چنانچہ مغربی طاقتوں نے وجہ بے وجہ چین میں جنگ شروع کر دی۔ خود چین کے ہی ایک عیسائی ہنگ سُوسان (بغاوتِ طائی پنگ کا بانی) نے بغاوت شروع کر دی اور یورپی قوتوں کی مدد سے مسلمانوں کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔ ۱۸۶۰ء کی چینیوں اور اتحادیوں کی جنگ کا انجام ان شرائط پر ہوا کہ آئندہ سے عیسائیت کی تبلیغ تمام چین میں کی جا سکے گی اور چین کی افواج مغربیوں کے زیرِ فرمان رہیں گی اب میدان صاف تھا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہائی رکیک پروپیگنڈا کیا گیا اور ذرا ذرا سے بہانے پر مسلمان آبادیاں صاف کر دی گئیں۔ شاہنشاہ کمزور اور عاجز تھا۔ حکومت خواجہ سراؤں اور بیگمات کے ہاتھ میں تھی جو رشوت لینے کے بعد غیر ملکیوں کی کسی بات کو رد نہ کرتے تھے۔ بالآخر شاہنشاہ سین فینگ اور شاہنشاہ ٹُنگ چی کے زمانے میں اغیار کا مطلب بر آیا اور مسلمانوں کے قتل عام کا حکم نافذ کیا گیا۔ پھر کیا دیر تھی محلے کے محلے اور شہر کے شہر ختم کر دئے گئے۔ اندازہ ہے کہ اس قتلِ عام میں تقریباً پچاس لاکھ مسلمان مرد عورت اور بچے ذبح کئے گئے۔ مدارس، مساجد شفاخانے اور کتب خانے جلا دئے گئے۔ یُن نان جو آبادی کے لحاظ سے تمام چینی صوبوں میں دوسرے درجے پر تھا اور مسلمانوں کا گویا صدر مقام تھا برباد و ویران کر دیا گیا۔ ان وحشیانہ مظالم کے باوجود جس طرح مسلمان ملک اور بادشاہ کیلئے لڑے اور جس طرح ۱۸۹۴ء میں تین مسلمان سپہ سالار معہ اپنی مسلم افواج کے جاپانیوں کے خلاف اپنے ملک پر قربان ہو گئے وہ وطن پرستی اور فرض شناسی کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

مسلمانوں کا کشت و خون شاید جاری رہتا لیکن خدا شرّے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد

۱۹۱۱ء میں چین میں انقلاب عظیم رونما ہوا یعنی شاہنشاہیت کی جگہ جمہوریت نے لے لی اس کے کچھ ہی عرصے بعد خود یورپ والوں کے گھر میں جنگ عظیم کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس وقت سے اب پھر مسلمانوں کو سانس لینے کی فرصت ملی ہے۔ اور وہ برابر ترقیاں کرتے جا رہے ہیں۔ تین مشہور انجمنیں مسلمانوں کے بھلائی کا کام کر رہی ہیں۔ چھ رسالے اور دو روزنامہ اخبار تبلیغ اسلام کے مقصد سے نکلتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں مدارس۔ مساجد۔ کتب خانے اور شفا خانے بھر سے کھل گئے ہیں۔ اندازہ ہے کہ اس وقت چین کی مسلم آبادی سات کروڑ ہے۔ عیسائیت یوں تو مغل خاندان بلکہ اس سے بھی پہلے سے عیسائی پادری چین میں آتے رہے لیکن عیسائیت کو کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ سولھویں صدی عیسوی کے وسط میں عیسائی تاجر آئے اور ان کے ساتھ ہی پادری بھی زیادہ تعداد میں آئے لیکن سیاسی بنا پر ان غیر ملکیوں پر چین کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ ۱۸۶۰ء میں کہیں جا کر عیسائی پادریوں کو عام اجازت ملی کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکیں۔ عیسائیت کا ۔۔ و جزر چین کی تاریخ کے بیان میں زمانہ بزمانہ دیا گیا ہے اس لئے یہاں اس کو علیحدہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت اندازاً چین میں ساڑھے چھتیس لاکھ عیسائی ہیں۔

مذہب کے سلسلے میں چینیوں کی ایک ایسی مخصوص بات ہے کہ وہ کہیں اور سوائے ہندوستان کے نہیں پائی جاتی اور وہ یہ کہ وہ کسی ایک مذہب کو کسی دوسرے مذہب کا ناسخ یا اس کے منافی نہیں سمجھتے۔ خواہ ان دو مذہبوں کے اصول کسی قدر مختلف کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ ان کے نزدیک اس میں کچھ ہرج نہیں کہ کوئی شخص بدھ بھی ہو اور کنفیوشی بھی۔ یا عیسائی بھی ہو اور اجداد پرستی بھی کرے۔ اصل میں وہاں چینی تہذیب نے سب مذہبوں پر اپنا رنگ

جما دیا ہے اور وہاں کے عوام کے مذہب کو "چینی" مذہب کہنا زیادہ مناسب ہے بجائے اس کے کہ کسی خاص مذہب سے ان کو منسوب کیا جائے[1] ۔ اس چینی مذہب کی رسومات تقریباً ایک سی ہیں گو غالباً عقاید میں اس قدر اختلاف ہو کہ شاید ہی کہیں اس کی نظیر مل سکے ۔

ان رسوم میں اجداد پرستی سب سے پیش پیش ہے ۔ خدا کی عبادت عوام کے لئے نہیں ۔ جیسے تمام رعایا شاہنشاہ کے بچوں کے مانند ہے ۔ اسی طرح شاہنشاہ خود خدا کا بچہ ہے اس لئے وہ اپنے باپ کے دربار میں اپنی اولاد کی خیر خواہی کا واحد ذریعہ ہے ۔ یہ صرف اسی کا منصب ہے کہ خدا کی پرستش کرے اور قربانی چڑھائے جو وہ ہر سال ۲۱ دسمبر کو آسمان و آفتاب کے مندر میں ادا کرتا تھا ۔

---

(۱) ۔ یہی حالت تقریباً ہندوستان کے موجودہ ہندوؤں کی ہے ۔ یہاں بھی مذہب برائے نام ہے ورنہ اصل میں یہ بھی ایک تہذیب ہے ۔ جو مذاہب کی قیود سے آزاد ہے ۔ آجکل کے 'ہندو دھرم' میں بت پرستی بھی ہے اور مورتی بکھان بھی ۔ آریا سماجی تثلیث بھی اور توحید بھی ۔ اسی طرح اور تمام اصول و فروعات کا تو ذکر ہی کیا ہے ان میں بھی تضاد ہے ۔ لیکن سب 'ہندو' کے ہمہ گیر لفظ میں شامل ہیں ۔ انتہا تو یہ ہے کہ ۱۹۳۵ء کی ہندوستانی ہندو مہا سبھا کا ریورینڈ اوٹاما کو صدر بنا کر بدھ مذہب کو بھی ہندویت کے دائرے میں لانے کی کوشش کی ہے ورنہ بدھ مت اور برہمنی مذہب کا اختلاف جو کچھ ہے وہ پوشیدہ نہیں ۔ ایک ہر چیز میں خدا دیکھتا ہے اور دوسرے کو سرے سے خدا سے ہی انکار ہے ۔

چین میں عورت کا درجہ:۔ بالکل شروع کے زمانے میں چین میں عورت کا درجہ مرد کے برابر ہی تھا بلکہ کچھ زیادہ ہی۔ چینی خاوندوں سے زیادہ اور کسی قوم کے خاوند زن مرید نہیں ہوتے ہاں خاندان کے زمانے میں تو بلکہ یہ سوال سامنے آگیا تھا کہ عورتوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو کیسے روکا جائے۔ ڈاکٹر ہوشی نے بھی اپنی کتاب "چین کی نشاۃ ثانیہ" میں لکھا ہے کہ "عورت ہمیشہ خاندان کی حاکم کی حیثیت سے رہی ہے" لیکن غیر ملکی اثرات کا اس تعلق پر بھی اثر پڑا خصوصاً ہندوستان سے پہلی صدی عیسوی میں جو بدھ مت گیا تو ہندوستانی عورت کی ساری پابندیاں بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ "عورتوں کے حقوق کو پامال کرنے کا خیال بھی شروع میں چینیوں کے دل میں نہ تھا لیکن ہندوستانی فلسفہ کے ساتھ یہ چیز بھی چین میں آئی اور رفتہ رفتہ جڑ پکڑ لی"(۱) چنانچہ پھر چین میں بھی وہی چیزیں ہو گئی تھیں جو ہندوستان میں تھیں مثلاً طلاق اور بیوہ کی شادی کی ممانعت، عورت کے ترکے کا فقدان، پردہ اور گھر کی قید وغیرہ وغیرہ۔ جمہوریت قائم ہونے کے بعد سے یہ حالات بسرعت تمام بدل رہے ہیں اور اب تو عام طور پر عورتوں کو سارے حقوق حاصل ہیں۔

شادی و موت کی رسومات: شادی مشرقی طریقہ پر کی جاتی ہے یعنی لڑکے اور لڑکی کے والدین آپس میں نسبتیں طے کر لیتے ہیں۔ خود لڑکے یا لڑکی کو اس میں بولنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ عام طور سے یہ کام کٹنیوں اور مشاطاؤں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ شادی کے وقت لڑکے اور لڑکی کی پتری ملانی ضروری ہے۔ یہ پتری لال تاگے سے باندھی

---

(۱)۔ Bulletin شائع کردہ Council of International Affairs, Nanking.

جاتی ہے۔ جب ہر چیز طے ہو جاتی ہے تو لڑکا اور لڑکی معہ اپنے رشتہ داروں کے اپنے اپنے گھروں سے چل کر درمیان میں ملتے ہیں۔ یہاں سے لڑکی لڑکے کے ساتھ اس کے گھر چلی جاتی ہے۔ اور شادی ختم ہو جاتی ہے۔ چینی شادیوں میں کوئی مذہبی رسومات ادا نہیں کرنی پڑتیں۔

مرتے وقت ہر چینی کی یہ بڑی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنے شہر میں یا اس کے قریب میں دفن کیا جائے۔ اسی لئے مردے کو دور دور سے اس کے وطنِ مالوف میں لایا جاتا ہے۔ اور اس میں اکثر عرصہ لگ جاتا ہے۔ یوں بھی ماتم کے مقررہ ۴۹ دن تک مردے کو دفن نہیں کیا جا سکتا۔ بدچلن اور داشتہ عورتوں کی لاش دفن نہیں کی جاتی بلکہ یونہی پھینک دی جاتی ہے۔ چینیوں میں موت کا خوف بہت کم ہے۔ بلکہ ہر چینی کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ میرا جنازہ ایسا اٹھے کہ یادگار رہے۔ موت کی طرف سے بے خوفی کا یہ عالم ہے کہ تقریباً ہر چینی کا کفن پہلے سے تیار ہوتا ہے۔ اور غربا میں بیٹے کی یہ انتہائی سعادتمندی سمجھی جاتی ہے کہ وہ کسی مناسب موقع پر اپنے باپ کو تحفتاً کفن پیش کرے۔

عام زندگی میں چینی بہت کفایت شعار، محنتی اور سنجیدہ ہوتے ہیں۔ شراب سے عام طور پر ان کو کوئی رغبت نہیں۔ لیکن افیون پر جان دیتے ہیں اور حقے میں رکھ کر پیتے ہیں۔

تاریخ

تاریخ چین کو ہم سہولت کی غرض سے حسب ذیل چھ زمانوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

۱

ابتدار

چینیوں کا خیال ہے کہ وہ ہمیشہ سے اپنے ملک میں آباد ہیں مغربی مورخین کہتے ہیں کہ چار ہزار سال قبل از مسیح کی زبردست انسانی تگ و دو کے سلسلے میں جبکہ سُریانی اقوام شط العرب اور برابر کے ممالک پر چھا گئیں تھیں تو تورانی تہذیب کی حامل بعض اقوام اور مشرق میں دب کر چین میں بھی گئی ہوں گی اور وہیں رہ پڑی ہوں گی۔ اور وہاں کی ابتدائی تہذیب غالباً تورانی تہذیب کے نمونے پر شبانی ہوگی جیسا کہ بعض الفاظ سے اور مکانوں اور پگوڈوں کی تعمیر سے پتہ چلتا ہے۔ جن کی چھتوں کے سرے وسط ایشیا کے خانہ بدوش لوگوں کے خیموں کے سروں کی طرح اوپر کو اُلٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ چینی مورخ اس کے خلاف اس پر متفق ہیں کہ وہاں کی تہذیب کبھی بھی شبانی نہ رہی بلکہ وہ لوگ ہمیشہ سے فلاحت و کاشتکاری کرتے چلے آئے ہیں۔

چینی خود جس طرح اپنی تاریخ کی ابتدار کرتے ہیں وہ یہ ہے: یہ مانا گیا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے کنفیوشس کے وقت تک (۴۸۱ ق م) کل بائیس لاکھ سر سٹھ ہزار سال ہوتے ہیں۔ ان کا انسانِ اول جو ہندوؤں کے برہما اور ایرانیوں کے یُما کے مشابہہ ہے، پان کُو کہلاتا ہے۔ اس کی ابتدار نامعلوم ہے۔ لیکن یہ خیال ہے کہ اس کو زمین و آسمان کے رموز معلوم تھے۔ اور اسی نے ان دونوں

چیزوں کو الگ الگ کیا۔ چینی تصاویر میں اس کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ وہ ایک بڑی چٹان پر کھڑا ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں چھینی اور ہتوڑا ہے جس سے اس نے اُس چٹان میں چھید کر لیا ہے اور اس چھید میں سے چاند سورج اور ستارے نظر آرہے ہیں۔ پان کو نے ۱۸ ہزار برس تک دنیا کی تعمیر میں محنت کی اس عرصے میں اس کا جسم ہر روز بقدر چھ فٹ بڑھتا رہا۔ بالآخر وہ اپنی تعمیر کی خاطر مر گیا۔ اس کا سر پہاڑ بنا۔ سانس ہوا اور بادل ہو گیا۔ آواز کڑک میں بدل گئی۔ اس کے اعضا چہار اقطاب میں تبدیل ہو گئے۔ اس کی رگیں دریا بنیں اور پٹھے سطح زمین کا نشیب و فراز۔ اس کا گوشت کھیتوں میں بدل گیا۔ اس کی ڈاڑھی سے ستارے پیدا ہوئے اور اس کے دانتوں اور ہڈیوں سے چٹانیں دھاتیں اور قیمتی جواہرات وجود میں آئے۔ اس کا پسینہ آب باراں ہو گیا اور جو کیڑے اس کے مردہ جسم میں پڑ گئے تھے وہ بالآخر انسان ہو گئے۔

پان کو کے بعد تین مقدس زمانے آئے:۔

۱۔ آسمانی حکومت کا زمانہ۔ اس وقت آسمانوں کی ترتیب مکمل ہوئی اس زمانے میں ۱۲ بھائیوں نے حکومت کی جن کو طین وانگ یعنی آسمانی بادشاہ کہتے ہیں۔ ان کے جسم اژدہے کے سے تھے ان میں سے ہر ایک نے ۱۸ ہزار سال حکومت کی۔

۲۔ ارضی حکومت کا زمانہ۔ اس زمانے میں ۱۱ بھائیوں نے حکومت کی جن کو طی وانگ یعنی ارضی بادشاہ کہتے ہیں۔ ان کے جسم اور شکل اژدہے، سانپ، گھوڑے اور انسان کا مجموعہ تھی۔ انہوں نے دن اور رات بنائے اور زمانے کو سال و ماہ میں تقسیم کیا۔

۳۔ انسانی حکومت کا زمانہ۔ اس میں نو اشخاص نے حکومت کی یہ جن وانگ

یعنی انسانی بادشاہ کہلائے۔ ان کے جسم اژدھوں کے مانند تھے اور چہرے انسانوں کے۔

اس کے بعد ترقی کے دس دور شمار کیے جاتے ہیں جن میں مختلف قسم کی تمدنی ترقیاں ہوئیں۔ مثلاً ان ہی زمانوں میں سوئی جن نے آگ دریافت کی۔

پھر تین بادشاہوں کا زمانہ ہے اور اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ گویا دیومالا دور سے تاریخی ادوار میں بتدریج تبدیلی ہو رہی ہے۔

۱۔ فوہی۔ گو چینی اس کو تاریخی ہستی مانتے ہیں لیکن غالباً یہ افسانے سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاتا ہے کہ اس کی پیدائش بھی خوارق میں سے تھی۔ اس کا زمانہ ۲۸۵۲ ق م ہے۔ اس کی شکل کے متعلق چینی کہتے ہیں کہ اس کا جسم اژدہے کا سا تھا اور اس کے مشیر کار بھی چھ اجگر تھے۔ اس کی قبر بھی اب تک محفوظ بتائی جاتی ہے۔ حسب ذیل اشیا کی دریافت یا ایجاد اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں :-

۱۔ شادی معہ مقررہ رسومات۔ ۲۔ موسیقی کے ساز خصوصاً ۳۵ تارونکا ستار۔ ۳۔ آٹھ اشکال عناصر (جو رمل وجفر میں استعمال ہوتی ہیں) ۴۔ فن تحریر ۵۔ پالتو جانوروں کا استعمال یعنی گھوڑا۔ کتا۔ بیل۔ بھیڑ۔ سور اور مرغی ۶۔ شہتوت کے پتے کا استعمال برائے خوراک ریشم کے کیڑے کی۔ اس کے علاوہ مچھلی پکڑنے کا جال اور خدا کی عبادت کا طریقہ بھی اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

۲۔ شین ننگ ۲۷۰۵ - ۲۷۳۷ ق م۔ اسی نے سب سے پہلے ہل بنایا

---

(۱) ریشم کی دریافت سی لنگ شی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور کھیت جوتنے سکھائے ۔ اسی لئے اس کو فلاحِ آسمانی بھی کہتے ہیں ۔ اس نے بازار قائم کیئے جہاں تبادلۂ اجناس ہو سکے ۔ اسی کی طرف جڑی بوٹیوں کے طبی خواص کی دریافت بھی منسوب کی جاتی ہے ۔

۳- ہوانگ طی - ۲۵۹۵-۲۷۰۴ ق م - اس نے پہیئے والی گاڑی ایجاد کی اور جہاز - آلات حرب اور مٹی کے برتن بنائے ۔ اس کی عمر ۱۱۱ سال کی ہوئی ۔ پہلا شاہی مورخ سانگ کی اسی کے زمانے میں مقرر کیا گیا اس کی ملکہ سی لنگ شی نے ریشم دریافت کیا اور اس کے کپڑے بنوائے ۔

اس کے بعد تقریباً دو سو برس کے واقعات نہیں ملتے ۔ اور پھر وہ زمانہ شروع ہو جاتا ہے جس کا ذکر صحیفۂ تاریخی میں[1] ہے

---

(۱) : بعض مورخین (مثلاً مسٹر ایلین اپنی کتاب ابتدائی چینی تاریخ) نے چین کی ساری ابتدائی تاریخ کو فرضی کہا ہے بلکہ ان کا خیال ہے کہ کنفیوشس کے زمانے تک بھی بلکہ خود اس کی لکھی ہوئی کتابیں بھی جعلی ہیں ۔ ایسے اصحاب کے نزدیک یہ کام متاخرین کا ہے جنہوں نے من گھڑت حکایتیں لکھ لکھ کر کنفیوشس اور اسی قسم کے ناموں سے منسوب کر دیں تاکہ اپنے ملک کی بزرگی، قدامت اور افضلیت ہو ۔ یہ خیال زیادہ تر اس وقت سے شروع ہوا جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ جاپان کی مفروضہ تاریخِ سلف محض جعل ہے ۔ لیکن چین کا معاملہ بالکل مختلف ہے ۔ جاپانی اپنی تاریخ ۲۵۰۰ ق م سے مکمل بتاتے ہیں ۔ لیکن یہ سب بنائی ہوئی ہیں ۔ مسٹر پرائس کولیر (Mr. Price Collier) لکھتے ہیں ۔

" یہ جاپانی دور نگی کی انتہا ہے کہ ان کی تاریخ بھی ایک زبردست جعل ہے اور حکومت کی طرف سے بنائی گئی ہے ۔ اب ۱۸۹۲ء تک میں بھی ٹوکیو یونیورسٹی کے ایک تاریخ کے پروفیسر کو صرف اس لئے برطرف کر دیا گیا تھا کہ پروفیسر موصوف نے

بقیہ صفحہ ۱۵۲ پر

۲
کنفیوشس سے پہلے

غالباً اصل تاریخ چین یاؤ سے شروع ہوتی ہے (۲۳۵۷ ق م) اسی نے مختلف صوبوں اور اضلاع کو متحد کرکے ایک سلطنت بنائی۔ اس بادشاہ نے اپنے گھر کے دروازے پر ایک تختی لگادی تھی تاکہ عوام بھی طرز حکومت پر رائے زنی کرکے بادشاہ کو اپنے خیال سے مطلع کرسکیں۔ اسی طرح ایک بڑا ڈھول بھی وہاں رکھ دیا گیا تھا

صفحہ ۱۵۱ کا بقیہ) اولین شاہنشاہانِ جاپان (مکاڈو) پر تاریخی حیثیت سے تنقیدی نظر ڈالنے کا جرم کیا تھا۔ پروفیسر موصوف کی جگہ مسٹر ہاجا کا تقرر کیا گیا اور مسٹر ہاجا نے جاپان پر تاریخی مضامین لکھ کر پہلی غلطی کا نعم البدل مہیا کردیا۔ اصل یہ ہے کہ جاپانی تاریخ میں ۴۶۱ء سے پہلے کی ساری حکایتیں بالکل فرضی ہیں۔"

مسٹر چیمبرلین نے لکھا ہے:

"نام نہاد تاریخی حصہ بھی عصری شہادتوں سے اسی قدر بے نیاز ہے جتنا کہ ساری کتاب۔ بلکہ چینی اور کوریائی تواریخ جو یقیناً بہت زیادہ صحیح ہیں جاپانی مفروضات کی تنسیخ اور تردید کرتی ہیں۔ بعض باتوں کی تو آج تک بھی کھلم کھلا جعل سازی ثابت کی جاسکتی ہے مثلاً وہ فرضی جنتری جو ۶۶۰ ق م سے قبل ۱۲ صدیوں تک کے حالات بتانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے اس کا جعل خود جاپانیوں سے بھی پوشیدہ نہیں رہا اور دنیا کے لئے مسٹر ولیم براسن جیسے محتاط کام کرنے والے نے اپنی کتاب میں اس کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ وہ کہتے ہیں:۔

"یہ کہنا ذرہ برابر بھی مائل بہ سختی نہ ہوگا کہ جاپانی تاریخ دنیا کا عظیم ترین (بقیہ ۱۵۳ پر)

تاکہ فریادی آکر بادشاہ کو اطلاع دے سکیں۔ اس کے خلوص اور رعیت کی خیر خواہی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کی بجائے اپنا جانشین شُن کو منتخب کیا جس کی نیکی اور لیاقت کو وہ خوب جانچ چکا تھا۔ اس کی وفات پر تین برس تک ملک بھر میں کہیں گانا بجانا نہیں ہوا۔

شُن (۲۲۰۶-۲۲۵۸ ق م) یہ بھی اپنے پیش رو کے نقشِ قدم پر چلتا رہا۔ بچپن ہی میں اس کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور اس کی سوتیلی ماں نے اس کو طرح طرح کی ایذائیں دینے میں کسر نہ چھوڑی تھی یہاں تک کہ جان پر بھی حملے کئے گئے۔ لیکن اس نے نیکی اور محنت سے سب کے دلوں میں گھر کر لیا۔

اس نے تقویم سال کی تکمیل کی اوزان اور پیمائش کی ناپ کو مقرر کیا۔ اور جسمانی سزاؤں میں تخفیف کی۔ اس نے یاؤ کی طرح اپنا جانشین اپنے بیٹے کی جگہ یُو کو منتخب کیا۔

خاندانِ ہی آ ۱۷۶۶-۲۲۰۵ ق م۔ یُو نے تخت پر بیٹھ کر اپنے خاندان کی بنا ڈالی جو خاندانِ ہی آ کہلایا۔ یُو نے ملک کی بہتری کے لئے بہت کام کئے۔ خصوصاً طغیانی سے ملک کو نجات دلائی اس نے اپنے دروازے پر پانچ قسم کے

صفحہ ۱۵۲ کا بقیہ) جعلی علمی کارنامہ ہے"

لیکن جاپانیوں کی مثال چین پر منطبق کرنا صریحاً غلط ہے۔ یہاں مسلسل تاریخی ثبوت موجود ہے۔ بالکل شروع کے حالات بے شک افسانہ معلوم ہوتے ہیں لیکن شروع شروع کی تاریخ سارے ملکوں کی ایسی ہی غیر یقینی اور مبالغہ آمیز ہوتی ہے۔ اور ہمیں اس پر ناک بھوں چڑھانے کا کوئی حق نہیں۔ واقعات غالباً صحیح ہوتے ہیں گو طرز بیان استعاروں اور تشبیہ کی زیادتی سے معجزانہ اور اکثر غلط بنا دیا جاتا ہے۔"

باجے رکھے تاکہ داد خواہ نہ صرف اپنی آواز ہی اندر تک پہنچاویں بلکہ غرض و غایت سے بھی شاہنشاہ کو مطلع کردیں۔ یُو نے ملک کو نو ہم مرکز مربعوں میں تقسیم کیا درمیانی مربع شاہی علاقہ تھا۔ اس کے پرے امرا کا علاقہ پھر ان کا علاقہ پھر فوجی علاقہ علیٰ ہذا القیاس۔ اسی وجہ سے چین کی حکومت حکومت وسطےٰ کہلانے لگی۔ اس کا قول تھا کہ "میری کامیابی کا راز یہ ہے کہ میں بغیر وقفہ کئے روزانہ محنت سے کام کئے جاتا ہوں"۔ یہی چیز تھی کہ وہ طغیانیوں سے ملک کو محفوظ رکھ سکا ورنہ چینیوں کے بقول اب تک تو سارے ملک میں انسانوں کے بجائے مچھلیاں ہوتیں۔

یُو کے بعد کمزور اور ناکارہ بادشاہوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تاآنکہ کِی کا زمانہ آیا جس کا ذکر صحیفہ میں تفصیل سے دیا گیا ہے۔ اس کے ظلم اور عیاشی سے لوگ عاجز آ گئے اور بالآخر طانگ نے اس کو شکست دے کر خاندان شانگ کی بنیاد ڈالی۔

خاندان شانگ۔ ۱۷۶۶-۱۱۲۲ ق م۔ اس کے مورثِ اعلیٰ طانگ کا ذکر خاصا تفصیل سے صحیفہ میں درج ہے۔ اس کے زمانے کی مشہور بات یہ ہے کہ ایک بار مسلسل خشک سالی سے قحط کی صورت ہوگئی اور لوگ عاجز آ گئے تو اس نے اپنی جان خدا کی درگاہ میں قربانی کے لئے پیش کر دی اور جنگل میں جاکر سجدے میں گر گیا اور اپنے گناہوں کا اقبال کیا۔ ابھی یہیں تک پہنچا تھا کہ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور بارش نے ملک سیراب کر دیا۔ اس بادشاہ نے اپنے مشہور وزیر آئی ین کی مدد سے بہت نیک نامی سے حکومت کی اس وزیر کے متعلق بہت سے فرضی قصے مشہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک کھوکھلے شہتوت کے تنے میں پلا تھا۔ ایک کہانی ہے کہ وہ اعلیٰ درجے کا باورچی تھا اور

اس فن کی وجہ سے بادشاہ کی طبیعت پر حاوی ہو گیا تھا۔ خواہ کچھ ہو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے زمانے کا غالباً بہترین مدبر تھا۔

ہی آ خاندان کی طرح اس میں بھی نالائق اور نااہل وارثوں کی وجہ سے کمزوری آنی چلی گئی اور بالآخر ہی آ کے کی کے مقابل یہاں چو رن پیدا ہوا جو ظلم اور عیاشی میں سب سے ہی بڑھ گیا اس کی داشتہ ملکہ طا کی بے انتہا ظالم تھی۔ جب ظلم کی انتہا اور صبر کی حد ہو گئی تو رئیس چو نے رعایا کے خیال سے اس کے خلاف بغاوت کی اور اس کو شکست دی۔ رن جل کر مر گیا۔

طا کی گرفتار ہوئی اور اس کو سزائے موت دی گئی۔ لیکن اس کی خوبصورتی کا یہ اثر تھا کہ کوئی شخص اس کا سر قلم کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ آخر کار وُو وانگ رئیس چو کے بوڑھے مصاحب طائی کنگ نے اپنا منہ ڈھک کر اس عورت کا قصہ تمام کیا۔

رن کے وزیروں میں سے ایک کی زے نے نئی حکومت کی ماتحتی گوارا نہ کی اور کوریا چلا گیا۔ اسی وقت سے کوریا کا پتہ چلتا ہے۔ اس وزیر کا انتقال ۱۰۸۲ ق م میں ہوا۔

خاندان چو ۱۱۲۲ — ۲۴۹ ق م۔ چین کے شاہی خاندانوں میں یہ سب سے زیادہ عرصہ تک حکمراں رہا۔ اس نے نو سو سال حکومت کی اور اس درمیان میں اس میں ۳۵ بادشاہ ہوئے۔ وُو وانگ نے سلطنت کو ۷۲ ریاستوں میں تقسیم کیا اور اپنے عزیزوں اور ایسے رفیقوں میں اس کو بانٹ دیا جنھوں نے سلطنت کے حصول میں مدد دی تھی۔ آگے چل کر معلوم ہوا کہ یہ سخت ترین غلطی تھی۔ مرکزی حکومت کمزور اور ریاستیں طاقت ور ہو گئیں۔ ایک وقت میں یہ ریاستیں بڑھ کر ۱۵۲ ہو گئی تھیں یہی چیز اس خاندان کے زوال کا باعث ہوئی۔ کنفیوشس

اسی خاندان کے آخری دنوں میں پیدا ہوا۔ اس وقت ۲ ۵ ریاستیں تھیں۔ وُو وانگ نے تخت پر بیٹھ کر قیدی رہا کیے۔ تعلیم عام کی سرکاری عہدوں کو وراثت سے نکال کر لیاقت پر منحصر کیا۔ اپنے باپ کی کتاب صحیفہ تغیرات پر حاشیہ لکھا۔ لیکن اس کے زمانے کی یہ کامیابی زیادہ تر بلکہ تمامتر اس کے بھائی چو کُنگ کی وجہ سے تھی جو اب رئیس چو ہو گیا تھا۔ اس کی تعریف اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ من سی اس نے اس کو چین کے بہترین عالموں میں سے ایک بتایا ہے۔ دو دوسرے کنفیوشس اور وُو ہیں۔ اس رئیس نے چین کی حکومت اور سیاست کی بنیاد قائم کی اور اپنے باپ کی کتاب پر مفصل ترین شرح لکھی۔ ملک کو درندوں سے پاک کیا۔ وہ شہرت اور جاہ طلبی سے کوسوں بھاگتا تھا نیکی کے علاوہ وہ کسی چیز میں بڑھنا نہ چاہتا تھا۔ ایک بار بادشاہ نے کچھ نامناسب بات کہی۔ اس نے فوراً گرفت کی۔ بادشاہ نے کہا "میں تو مذاق کرتا تھا" رئیس نے جواب دیا "بادشاہ کو مذاق روا نہیں۔ اس کا فعل و قول تاریخ میں شمار ہوتے ہیں اور لازوال ہو جاتے ہیں۔ اس کے قول کو لوگ نقل کرتے ہیں۔ اس کے مقولے اشعار میں باندھے جاتے ہیں۔ بادشاہ کو مذاق کرنا کسی طرح مناسب نہیں"۔ اسی رئیس کے متعلق روایت ہے کہ اس نے قطب نما ایجاد کیا اس نے آدابِ حکومت پر ایک کتاب چو لی کے عنوان سے لکھی۔ پروفیسر پرتھ کا خیال ہے کہ "قوم کو تربیت یافتہ بنانے کے لئے یہ کتاب دنیا کی ساری کتابوں یہاں تک کہ بائبل سے بھی افضل ہے" اس میں مخلوق کو ۹ پیشوں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ زمیندار ۲۔ باغبان یا کاشتکار۔ ۳۔ آرائش یا جنگل میں لکڑی کاٹنے والے ۴۔ چرواہے ۵۔ کاریگر اور اہلِ فن۔ ۶۔ بیوپاری۔ ۷۔ گرہستی عورتیں ۸۔ ملازم اور ۹۔ وہ جن کے پیشے معین نہیں ہیں۔ اسی کتاب میں حکومت کے اصولِ اساسی بھی ہیں

اور چھ وزارتوں کا بالتفصیل ذکر ہے جو یہ ہیں:-

۱ آسمانی منڈارن یا وزارتِ وزیرِ اعظم — حکومت کے تمام شعبوں کا معائنہ اور شاہنشاہ کے متعلق تمام انتظامات کا تعلق اس وزارت سے متعلق قرار دیا گیا۔

۲ ارضی منڈارن یا وزارتِ وزیرِ داخلہ — رعایا کا سارا انتظام اس کے ذمے تھا۔ شادی کا انتظام بھی اس محکمے کے تحت میں تھا اور اس کا فرض تھا کہ عورت کو ۲۰ سال اور مرد کو ۳۰ سال کے بعد تک غیر شادی شدہ نہ رہنے دیا جائے تعلیم وغیرہ بھی اس کے ماتحت تھی۔

۳ موسمِ بہار کا منڈارن یا وزارتِ وزیرِ امورِ مذہبی — یہ تمام مذہبی آداب کا ذمہ دار تھا۔

۴ موسمِ گرما کا منڈارن یا وزارتِ وزیرِ جنگ — مقصد ظاہر ہے۔

۵ موسمِ خزاں کا منڈارن یا وزارتِ وزیرِ عدل و انصاف — " سزا و جزا کی ذمہ داری اس محکمہ کے تعلق میں تھی۔

۶ موسمِ سرما کا منڈارن یا وزارتِ وزیرِ فوائدِ عامہ — اس کا کام سڑک پل نہر وغیرہ بنانا تھا۔ یہ آجکل ہمارے ہاں کے پی ڈبلیو ڈی کے محکمہ کے مرادف تھا۔

اس نظام کی اس سے زیادہ کیا تعریف ہوسکتی ہے کہ سنہ ۱۹۰۰ء تک چین کی حکومت بالکل اسی طرح چلتی رہی اور سنہ ۱۹۰۰ء میں بھی صرف ایک وزارت خارجہ کا اضافہ کیا گیا ورنہ اور سب دستور بالکل وہی رہا[1]

(۱) صفحہ ۱۵۸ پر۔

۱۰۰۲ ق م میں شاہنشاہ چو وانگ نے شکار کے سلسلے میں رعایا کے کھیتوں کو روند ڈالا۔ اس کی سزا اس کو یہ دی گئی کہ دھوکے سے لوگوں نے اس کو بیچ دریا میں غرق کر دیا۔ اس کے بعد سوہ وانگ تخت پر بیٹھا (متوفی ۹۴۷ ق م) اس نے اپنی گاڑی اور آٹھ گھوڑوں کی مدد سے اس وقت کی دنیا کا کونا کونا چھان مارا اس کے سفر نامے میں ایک شاہزادی سے ملاقات کا بھی ذکر ہے۔ طاؤیت[1] کے پیرووں نے اس کی تفصیل لکھی ہے کہ کس طرح وہ ملکہ اپنے کوہستانی باغوں میں رہتی تھی۔ وہاں موتیوں کی جھیل تھی اور گل حیات اگتا تھا اس کے باغوں کے پہرے دار جن تھے وغیرہ وغیرہ۔ بعض مصنفین نے اس ملکہ کو ملکہ بلقیس بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ یہ قصہ تو قصہ بکاولی سے بہت ملتا جلتا معلوم ہوتا ہے۔

۷۸۱ ق م میں یُو وانگ تخت پر بیٹھا۔ اس کی طبیعت پر نسوانیت غالب تھی اپنی ایک داشتہ پاؤزے کی خاطر ملکہ اور ولیعہد کو ملک بدر کر دیا۔ پاؤزے محض تفریحاً اکثر خطرے کی مشعلیں جلوایا کرتی تھی جس کو دیکھ کر سارے رئیس مخالفانہ حملے کی خبر سمجھ کر اپنی اپنی فوجیں لے کر بھاگتے تھے اور محل پر پہنچ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ تو محض مذاق تھا۔ ایک بار واقعی دشمن آن پہنچا۔ مشعلیں روشن کی گئیں لیکن دھوکا سمجھ کر کوئی مدد کو نہ آیا چنانچہ شاہنشاہ قتل کر دیا گیا اور پاؤزے قید ہوئی اور قید ہی میں اس نے خودکشی کر لی۔

خاندان چو کی حکومت دن بدن کمزور ہوتی جاتی تھی۔ یوں کہنے کو شاہنشاہ

نوٹ صفحہ ۱۵۷: کل ملا کر یہ نظام تین ہزار تینتیس سال تک قائم رہا۔ دنیا کا کوئی اور نظام اس کے برابر تو کیا اس کے عشر عشیر مدت تک بھی قائم نہ رہا ہوگا۔

(۱)۔ یعنی لاؤزے کا مذہب جس میں طاؤ کا فلسفہ ہے تفصیل دوسری جگہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۶

ضرور ہوتا تھا لیکن ماتحت ریاستوں کی طاقت شاہنشاہ سے کہیں زیادہ ہو چکی تھی۔ ۶۸۵ سے ۵۹۱ ق م تک کا زمانہ "قائدین خمسہ" کا زمانہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ یہ پانچ رئیس ہی اصل میں یکے بعد دیگرے ملک کی اہم ترین ہستی ثابت ہوئے۔

۱۔ ریاست سِی کا رئیس ہوان ۶۴۳-۶۸۵ ق م اس کا وزیر کوان نِے بہت لایق اور مالیات کا ماہر تھا۔ اس نے سب سے پہلی بار لوہے اور نمک پر ٹیکس لگایا۔ خود رئیس بھی بہت مردم شناس اور ذی ہوش حکمراں تھا۔ لیکن آخری وقت اس کے بیٹے اس کو مرتا چھوڑ کر وراثت پر لڑنے میں مشغول ہو گئے اور اس کی لاش کئی مہینے بے دفن کیے رہی۔

۲۔ ریاست سُنگ کا رئیس سیانگ ۶۳۷-۶۵۰ ق م

۳۔ ریاست سِن کا رئیس وین: ۶۲۸-۶۳۶ ق م اس نے بہت مصیبتوں کے بعد ترقی کی۔ ایک وقت میں اس کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ وہ بھیک مانگ کر گذارا کرتا تھا ایسے ہی ایک موقع پر ایک بد مزاج شخص نے بجائے خیرات کے اس کے ہاتھ میں مٹی ڈال دی۔ اس نے نہایت ادب سے اس کو لے لیا اور کہا کہ "مٹی کی خیرات تو بہت سعید ہے۔ یہ تو فتح کی خوشخبری[1] ہے"۔ چنانچہ وہ ریاست

---

(۱)۔ اسلامی تاریخ میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہوا حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں ۱۴ھ میں فتوحات عجم کے سلسلے میں مسلمانوں نے قادسیہ پر چڑھائی کی۔ قادسیہ عراق عرب کا مشہور شہر تھا۔ گو اب ویران ہے۔ اس کو مدائن کے متصل سمجھنا چاہیئے۔ مسلم فوجوں کے سردار حضرت سعد ابن وقاص نے جنگ سے پہلے عاصم کو یزدجرد ابن کسریٰ بن اردشیر شاہ ایران کے دربار میں بطور ایلچی بھیجا۔ عاصم نے بے دھڑک ہو کر تقریر کی اور شاہ کو دعوت اسلام دی۔ یزدجرد نے غصہ میں آکر تکلیف اور تذلیل کی خاطر عاصم پر مٹی کے بورے

چُو کے خلاف کامیاب ہوا۔

۴۔ ریاست سِی اِن کا رئیس مُو ۲۱-۶۲۱-۶۵۹ ق م اور

۵۔ ریاست چُو کا رئیس چانگ ۵۹۱-۶۱۳ ق م

لیکن اس کے افتراق ہی کے زمانے میں چین میں ایسے ایسے فلسفی پیدا ہوئے کہ ایک حد تک سیاسی تنزل کا نعم البدل ہو گئے۔ یعنی لاؤزے اور کنفیوشس۔ ان کے حالات اور فلسفہ کسی اور جگہ تفصیل سے دیا گیا ہے۔

۳
کنفیوشس سے خاندان طانگ تک

چوتھی صدی قبل مسیح کے بعد سے چین کی تاریخ تفصیل کے ساتھ محفوظ ہے کیونکہ ۱۱ ویں صدی کے مؤرخ زسے ما کیانگ نے اس زمانے کے نہایت مفصل حالات لکھے ہیں۔ چو خاندان کا آخری وقت آ چکا تھا۔ ماتحت ریاستیں خصوصاً ریاست

صفحہ ۱۵۹ کا بقیہ۔ لہذا کر ان کو دربار سے نکلوا دیا۔ اس کو مسلمانوں نے نیک شگون سمجھا۔ اور مٹی کو تحفتاً پانا گویا فتح کا پیش خیمہ خیال کیا۔ چنانچہ ہوا بھی یہی اور یزدجرد کی افواج کی زیادتی کے باوجود مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

کچھ عرصے کا ذکر ہے مسلم آؤٹ لک انگریزی اخبار لاہور سے نکلتا تھا جنگ عظیم کے بعد سر کلے ٹن (Clayton) عرب کے سفیر مقرر ہوئے تو اخبار مذکور نے کلے ٹن کے جزوی معنی (کلے یعنی مٹی اور ٹن ایک وزن ہے جو تقریباً ساڑھے ستائیس من کے برابر ہوتا ہے گویا ایک ٹن مٹی) لگا کر ان کے تقرر کو عرب کے لئے فالِ نیک بتایا تھا۔

سِن حاوی ہوتی جاتی تھی۔ اسی زمانے میں من سی اس پیدا ہوا (متوفی ۲۸۹ ق م) اس کے علاوہ بھی کئی ایک بڑے فلسفی اس زمانے میں ہوئے۔

خاندانِ چو کا آخری تاجدار نان وانگ (۲۵۶-۳۱۴ ق م) تھا لیکن یہ برائے نام تھا اس کے انتقال کے بعد ریاست سِن نے اس کے وارث کو قید کر لیا اور سات سال تک بدامنی رہی جس کے بعد شاہنشاہیت سِن خاندان میں منتقل ہوگئی۔

خاندانِ سِن (۲۱۰-۲۴۹ ق م) اس کے پہلے شاہنشاہ چیانگ سیانگ وانگ نے لُو پُو وِی کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ یہ شروع میں تاجر تھا پھر انشا پرداز ہوا اور اس میں یہ کمال پیدا کیا کہ کوئی اس کے برابر نہ پہنچ سکا۔ پھر وہ وزیر ہوگیا۔ وزارت کی حالت میں اس کی ملکہ سے آشنائی ہوگئی جس کا نتیجہ شاہزادہ چینگ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ شاہنشاہ نے وزیر کو تو نکال دیا لیکن شاہزادے کو متبنّٰے کر لیا۔ جو شاہنشاہ کی وفات کے بعد ۱۳ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ (۲۲۱ ق م) اور چے ہوانگ طی کا لقب اختیار کیا۔ غالباً یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ فی الحقیقت وہ چین کا پہلا شاہنشاہ تھا۔ اس نے اشوک کی طرح (جس کا وہ ہمعصر بھی تھا) ملک اور حکومت کو مضبوط اور متحد کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی یہانتک کہ مذہب میں بھی یگانگت پیدا کر دی۔ ماتحت ریاستوں کا نظام توڑ کر تمام ملک ایک شاہنشاہ کے ماتحت کیا گیا۔ اس کی بڑائی میں کسی کو شبہ نہیں اگرچہ اس کے خلاف کنفیوشیوں نے اسی قدر لے دے مچائی ہے جتنی کہ اشوک کے خلاف برہمنوں نے لگا رکھی تھی۔ تین باتیں اس نے ایسی کیں جو کسی سے نہ ہوئی تھیں۔ اول یہ کہ سارے ملک کو ایک کرکے اس کا ایک نام "چین" رکھا اور ساری ریاستوں کو مکملاً فتح کر کے اس کا پہلا شاہنشاہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ شمالی تاتاریوں کے حملوں سے بچنے

کے خیال سے مشہور دیوارِ چین[1] کی بنیاد ڈالی۔ یہ دیوار سینگ طین کی نگرانی میں بنائی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ اور سینکڑوں تعمیری کام کیئے گئے۔ بے شمار پل سڑکیں، محل اور مینارے بنوائے گئے۔ تیسرے یہ کہ اس نے اپنے زمانے میں تمام پرانی تاریخوں اور دیگر کتابوں (سوائے علم جوتش، طب اور زراعت کی کتابوں کے) کو جلوادیا۔ اور مورخین کو جن کی تعداد ۴۶۰ بتائی جاتی ہے مروا ڈالا کنفیوشس کی کتابوں کی خاص طور سے تلاش ہوتی تھی اور ضائع کی جاتی تھیں اس کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ یہ چاہتا تھا کہ آیندہ نسلیں اسی کو چین کی حکومت اور تہذیب کا بانی سمجھیں۔ لیکن یہ محض بہتان ہے، کیونکہ سوائے تاریخ اور رسومات کے اور قسم کی کتابیں نہیں جلائی گئی تھیں۔ اصلیت یہ تھی کہ چین اس قدر قدامت پرستی میں مبتلا تھا کہ ترقی ناممکن نہیں تو بے حد مشکل ضرور تھی۔ بات بات پر قدما کی مثال، اسلاف کی پیروی اور بے شمار رسوم و قیود کا مقابلہ تھا۔ اور یہ ایک اولوالعزم اور بڑھتی ہوئی طبیعت کے سخت خلاف پڑتا تھا سب سے زیادہ یہ کہ کنفیوشی تعلیم ماتحت ریاستوں کی حامی تھی اور سیاسی نقطۂ نظر سے ان کا وجود مرکزی حکومت کے لیئے گویا پیغامِ موت تھا جیسا کہ خاندانِ چو کے تجربے سے ظاہر ہو چکا تھا۔ چے ہوانگ ٹی نے ریاستی نظام کا خاتمہ کیا اور چونکہ لوگوں نے گذشتہ کتابوں کی بنا پر اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ لگا دی اس لئے اس نے وہ ساری کتابیں ہی فنا کرنے کی ٹھان لی جن کی وجہ سے یہ ساری

---

(۱) ۲۲۸ سے ۲۱۰ ق م میں بنی۔ یہ ۱۴ سو میل لمبی ہے۔ اس کی ٹیپ اینٹوں یا پتھروں کی ہے اور درمیان میں مٹی بھری ہوئی ہے۔ اوسط اونچائی ۲۰ فٹ ہے۔ اس کے اوپر ۱۲ فٹ چوڑی سڑک ہے۔ سو سو گز پر اس دیوار پر مینار بنے ہوئے ہیں۔

خرابیاں تھیں۔

چے ہوانگ طی کے بعد اس کا چھوٹا لڑکا تخت پر بیٹھا۔ یہ بالکل ایک خواجہ سرا کے ہاتھ میں تھا اسی کی بدولت تین ہی سال میں شاہنشاہ کو زندگی اور اس کے ساتھ اس کے خاندان کو سلطنت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

خاندانِ ہان ۲۱۰ ق م سے ۲۲۰ء تک۔ صوبہ کیانگ سُے کے ایک معمولی سپاہی لیو پانگ نے ہمت اور دیانت داری سے اپنے گرد ہمدرد اکٹھے کیے اور لُوہو سے شادی کرکے دولت چن خاندان کی تباہی کے وقت اس نے دور اندیشی اور ہمت سے کام لیا اور بالآخر شاہنشاہ بن بیٹھا اور ہان خاندان کی بنیاد ڈالی جو چار سو برس قائم رہا اور جس میں ۲۳ بادشاہ ہوئے۔ لیو پانگ المعروف بہ کاؤزو کے بعد اس کی بیوہ نے تخت کے وارث یعنی اپنے بیٹے کو نکال باہر کیا اور خود بلا شرکتِ غیرے ملکہ بن کر ۱۶ سال حکومت کی۔ چین کی تاریخ میں یہی اکیلی عورت ہے جس نے جائز ملکہ کی حیثیت سے حکومت کی۔

اس خاندان کا چھٹا بادشاہ وُوطی (۱۴۰-۸۷ ق م) بلاشبہ بہت بڑا بادشاہ ہوا ہے۔ وہ علم و ادب کا عاشق تھا۔ شروع میں کنفیوشی اور پھر طاؤ مذہب کا دلدادہ رہا۔ زیارت گاہوں کے جلوس خاص طور پر منظم کیے۔ لیکن اس کی اصلی بزرگی تو یہ تھی کہ مغرب کی طرف سے ہُن قوم کے حملوں کا سدِّباب کیا بلکہ اپنی حکومت اس جانب اور خوب بڑھالی۔ اس کے زمانے میں گذشتہ بدنظمی اور کنگالی کی جگہ قانون کی پابندی اور افراط نے لی۔ قلم اور پنسل کی ایجاد اگرچہ چن خاندان نے کی تھی لیکن ان کا استعمال ہان خاندان نے کیا۔ اسی زمانے میں لغت پر بھی پہلی کتاب لکھی گئی۔ علم و ادب کی قدر دانی کی مثال یہ ہے کہ ۸۱ء میں ایک دولتمند شخص نے مشہور مصنف پانگ سُنگ کو اس شرط پر ایک لاکھ نقد دینے کا وعدہ

کیا کہ وہ اپنی کسی کتاب میں کسی طرح اس شخص مذکور کا نام بھی لے آئے لیکن پانگ ٹنگ نے جواب دیا کہ میری کتاب میں ایسے آدمی کا ذکر جس کے پاس سوائے روپیہ کے اور کچھ نہیں ایسا ہی غیر مناسب ہوگا جیسے پنجرہ میں بیل"۔ اسی زمانے کے لگ بھگ امیرزادوں نے درختوں کی چھال، روئی اور پھٹے کپڑوں سے کاغذ بنایا۔ اغلباً یہی وجہ تھی کہ لکھنے پڑھنے کو اس زمانے میں اس قدر عروج ہوا۔ مردوں کے علاوہ کم از کم ایک عورت مسماۃ پان چاؤ نے بھی اس زمانے میں ادب اور تاریخ نویسی میں کمال حاصل کیا اس کی تصانیف سے تاریخ ہان اور اسباق النسا یادگار ہیں۔

۲۵ء میں خاندان کی ایک شاخ مشرق میں چلی گئی۔ اس شاخ کے قائد نے شاہنشاہ سے لڑائی کی اور خود شاہنشاہ بن گیا۔ اس زمانے کا نہایت اہم واقعہ یہ ہے کہ بدھ مت پہلے پہل چین میں داخل ہوا۔ شاہنشاہ مینگ طی (۵۸-۷۶ عیسوی) نے اپنے ایک خواب کی تعبیر میں ۱۸ آدمی ساکامنی کے پاس بدھ مت سیکھنے کے لئے بھیجے۔ وہ وہاں سے معہ دو ہندوستانی مبلغوں کے ۶۷ء میں واپس آئے۔ اور دارالسلطنت میں ایک مندر بنایا۔ آخر میں ہان خاندان بھی خواجہ سراؤں کی سازشوں سے کمزور ہوتا چلا گیا اور ختم ہو گیا۔ اور ملک پر طوائف الملوکی اور بدنظمی چھا گئی۔ اور یہی صورت چار سو سال تک رہی (۲۲۰-۶۱۸ء) اس درمیان میں مختلف خاندان مثلاً مغربی سن، شمالی ٹنگ ہی، لیانگ اور شوئی بیک وقت شاہنشاہیت کے دعویدار تھے۔ سن خاندان کے آخری تاجدار کی داشتہ نے پہلی بار عورتوں کے پاؤں باندھنے اور اس طرح اس کو چھوٹا کرنے کا حکم دلوایا(۱)

---

(۱) اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس عورت کا خود پاؤں قدرتی طور پر بہت ہی چھوٹا تھا اس لئے اس عیب کو عیوب کی فہرست سے (باقی صفحہ ۱۶۵ پر)

(سنہ ۵۰۰ء)۔ لیانگ کے بادشاہ نے بدھ مت اختیار کیا اور سزائے موت موقوف کردی۔ یہ تاریخ عالم میں پہلی مثال ہے کہ سزائے موت قانوناً موقوف کی گئی۔ اسی بدنظمی اور کشت وخون کے زمانے میں بدھ مت برابر ترقی کرتا چلا گیا۔ اور یہی زمانہ تھا جبکہ چین کے بدھ زائرین ہندوستان گئے اور اپنے سفرنامے لکھے جو تاریخی حیثیت سے بہت عجیب چیزیں ہیں:۔ ان میں سے پہلا فاہیان تھا جو سنہ ۳۹۹ء میں چین سے چلا اور ۱۵ سال ہندوستان و لنکا میں گھوم پھر کر جاوا کے راستے واپس چین گیا۔ گوتم کی جائے پیدائش کپل دستو اسی نے دریافت کی سُنگ سنہ ۵۱۸ء میں ہندوستان گیا لیکن اس کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔

ہیون سانگ سنہ ۶۲۹ء میں ہندوستان پہنچا۔ اس نے تاریخی معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے اسی طرح ہندوستان سے بھی پجاری چین میں آتے رہے۔ ان میں سے سب سے اہم ہستی بودھی دھرما کی ہے جو گوتم کا ۲۸واں خلیفہ تھا یہ سنہ ۵۲۶ء میں چین پہنچا اور شمالی بدھ مت کا مہا مہنت بن گیا۔ اس وقت سے اب تک یہ عہدہ چلا آتا ہے(۱)۔

(صفحہ ۱۶۴ کا بقیہ) نکالنے کے لئے اس نے ایسا حکم دلوایا۔ بعض کی رائے ہے کہ حکم نہیں دیا گیا بلکہ خود ملک کی عورتوں نے ملکہ کا تتبع کرنا شروع کر دیا۔ بعض کا خیال ہے کہ حکم بانقل کچھ نہیں بلکہ چھوٹا پاؤں ہو جانے کے بعد جو نقش قدم کو سوسن کے پھول سے مشابہت ہو جاتی ہے یہ خوبصورتی حاصل کرنے کی خاطر فیشن کی دلدادہ عورتیں پاؤں باندھنے لگیں اور پھر یہ رسم عام ہو گئی۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ عورتوں بے چاریوں کا اس میں ہاتھ نہیں۔ یہ تو مردوں کا ظلم ہے، کیونکہ وہ عورتوں کی حرکت کو ہر ممکن طریقے سے محدود کرنا چاہتے تھے۔

(۱) صفحہ ۱۶۷ پر۔

خاندانِ طانگ سے خاندانِ منگ تک

سُوئی خاندان کے آخر تاجدار کو جرنیل کاؤسُو نے قتل کر کے تخت پر قبضہ کیا اور خاندانِ طانگ کی بنیاد ڈالی۔ نو سال حکومت کر کے وہ اپنے بیٹے کے حق میں دست بردار ہو گیا (۶۲۷ء)

طائی سُنگ ۔ ۶۲۷ء ۔ ۶۵۰ء کی شہرت تخت پر بیٹھنے سے پہلے ہی خوب تھی اور سچ یہ ہے کہ اس نے اپنی نیک نامی کو کما حقہٗ قائم رکھا۔ یہاں تک کہ چین اور چینیوں کو اس کے نام پر فخر ہونے لگا۔ بیرونی مذاہب کے ساتھ اس نے نہایت رواداری برتی، بلکہ ان کی مدد کی۔ ۶۲۱ء میں ایران سے نکلے ہوئے زردشتی وہاں پہنچے اور ۶۲۸ء میں اسلام کے مبلغ بھی دارالسلطنت میں پہلے پہل داخل ہوئے[1] روایت ہے کہ اس اولین وفد اسلام میں آنحضرت رسولِ عربی کے ماموں بھی تھے۔ ۶۳۱ء میں عیسائی پادریوں کے آنے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس وقت کے دارالسلطنت سی آن فو میں چین کی پہلی مسجد تقریباً ۶۳۰ء میں بن گئی تھی۔

دوسرے مذاہب کے آنے کی وجہ سے اور خود اپنی طبیعت کے رجحان کی وجہ سے بھی شاہنشاہ نے علم و ادب کو بہت ترقی دی۔ اسی طرح تمدنی اصلاحات

صفحہ ۱۶۵ کا نوٹ) (۱) چائے کی ابتدا کے متعلق روایت ہے کہ مہاتما بودھی دھرمارات بھر جاگ کر دھیان گیان کرنا چاہتے تھے، لیکن نیند ستاتی تھی۔ لہٰذا انہوں نے اپنی پلکیں کاٹ کر پھینک دیں جو چائے کی جھاڑیاں بن گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ چائے پینے سے نیند کم ہو جاتی ہے۔

(۱) صفحہ ۱۶۸ پر ملاحظہ

بھی ترقی پذیر رہیں۔ قانونِ فوجداری کی ترمیم ہوئی۔ اس کی تصنیف "آئینہ مطلا" میں سیاسیات پر بہت علمی بحث ہے۔ اس شاہنشاہ کی وفات پر تمام ملک پر اُداسی چھائی۔ اپنے تو اپنے اغیار تک نے رنج وغم کی زیادتی سے خنجروں سے اپنے آپ کو لہولہان کر لیا اور شاہنشاہ کا جنازہ اپنے خون سے رنگ دیا۔

اس کے بعد پھر وہی تنزل کی روش چلی کاؤسنگ بالکل زن مرید نکلا اور اس کے زمانے میں اس کی ملکہ وُوہو ہی حکومت کرتی رہی۔ اسی ملکہ کے جرنیلوں نے کوریا فتح کیا۔ اور ختن والوں کو شکست دی۔ شاہنشاہ کی وفات پر اس نے جائز وارث کو الگ بٹھایا اور خود مختاری سے حکومت کرنے لگی لیکن ۷۰۵ء میں فوجی سازش کی مدد سے مظلوم شاہزادہ چُنگ سُنگ شاہنشاہ بنا دیا گیا اور ملکہ گردی ختم ہوئی۔ لیکن سے بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیدا است' ماں کے اثر سے نکلا تو یہ شاہنشاہ بیوی کے دباؤ میں آگیا۔ ۷۱۰ء میں وہ اور ایک سال بعد اس کی ملکہ ختم ہوئی۔

۷۱۳ء میں شاہنشاہ ہوانگ سُنگ نے اپنی فوجیں مغرب میں تاتاریوں اور بڑھتے ہوئے عربوں کے خلاف بھیجیں اور غالباً یہ پہلا موقعہ تھا کہ چینی فوجیں اسلام کی فوج سے ٹکرائیں ۷۵۶ء میں شاہنشاہ سُوسُنگ کے زمانے میں اس کا ایک سرچڑھا امیر اوُلُوشان باغی ہوگیا اور حکومت کو ناک چنے چبوا دیئے چینیوں کو مسلمانوں کی تلوار کی تیزی یاد تھی۔ جب ان سے خود کچھ نہ بن سکا تو شاہنشاہ نے خلیفہ منصور کے پاس سفیر بھیجے اور مدد کا طالب ہوا۔ خلیفہ نے دس ہزار مسلمانوں کا

صفحہ ۱۶۶ کا نوٹ (۱)۔ یہ اور اس سے آگے مسجد کے متعلق بیان مسٹر گورِن کا ہے۔ دوسری جگہ تفصیل سے یہ بحث کی گئی ہے: صفحہ ۱۴۰

لشکر ساتھ کر دیا جس نے چین میں پہنچتے ہی اولُوشان کی بغاوت کا خاتمہ کر دیا۔ خشکی کے راستے سے مسلمانوں کے قدم اس طرح پہلی دفعہ چین میں کثیر تعداد میں پہنچے مگر خاندان طانگ کے بُرے دن آ گئے تھے۔ عورتوں اور محلوں کا اثر بڑھتا گیا اور سلطنت کمزور ہوتی گئی۔ اس درمیان میں بعض بادشاہوں نے ابھرنے کی کوشش بھی کی لیکن بے سود۔ وُو سُنگ نے ساری خرابی کی وجہ بدھ مت کو ٹھیرایا، کیونکہ اس کی وجہ سے ملک کے اعلٰے درجے کے لوگ سپاہی، سیاست دان، وزیر، مصنف، مصلح قائد وغیرہ سب راہب ہوئے جاتے تھے۔ اور ملک اور اس کے انتظام کو چھوڑ کر خانقاہوں اور مندروں کے ہو رہے تھے۔ اس نے بدھ مذہب کی سختی سے مخالفت کی۔ چار ہزار چھ سو خانقاہیں توڑیں اور ڈھائی لاکھ عورت مرد راہبوں کو دوبارہ گھر گرہستی زندگی میں داخل کیا۔ گو اس سے تھوڑے عرصے کے لئے کچھ بہتری ہوئی لیکن پھر لوگ ادھر ہی ڈھل گئے۔ حکومت شاہنشاہ کی نہیں بلکہ نوجوان کے سپہ سالاروں کی تھی۔ عرب مورخوں کے بقول اس وقت کا چین ایسا تھا جیسا کہ اسکندر اعظم کی وفات پر مقدونیا۔ چنانچہ ۹۰۷ء میں آخری طانگ بادشاہ کو ختم کر کے خاندانِ لیانگ ثانی نے شاہنشاہیت سنبھالی۔

خاندانِ طانگ کا زمانہ بالجملہ چین کے لئے بہت اچھا ثابت ہوا۔ شاعری مصوری اور عام علوم و فنون کو ترقی ہوئی چین کا سب سے بڑا شاعر طُوفُو اسی زمانے میں ہوا۔ لی پُو شاعر بھی کچھ کم مشہور نہیں۔ اور وہ بھی اسی زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ طُوفُو کا تو یہ زعم تھا کہ وہ اپنی شاعری کو ملیریا بخار کا علاج سمجھتا تھا۔ بان یُو بھی جو چینی ادب میں بہت نمایاں شہرت کا مالک ہے۔ اسی زمانے میں تھا اس کا فلسفہ کنفیوشس (جو کہتا ہے کہ انسان خلقی طور پر نیک ہے) اور بدھا (جس کا

فلسفہ یہ ہے کہ انسان خلقی طور پر ناپاک اور بد ہے اور اچھے کرم اور نئی جون بدل بدل کر نیک ہوتا ہے۔) کے بین بین ہے۔ مصوری میں بھی وُوطاؤزے اسی زمانے میں ہوا جو چین کا سب سے بڑا مصور مانا جاتا ہے۔ تجارت ترقی پر تھی۔ عرب تاجر ہندوستان اور ملایا سے بڑھ بڑھ کر چین میں جا جمے تھے۔ ابن وہاب کا نویں صدی عیسوی کا سفر نامۂ چین اس وقت کے چین کے حالات پر تاریخی روشنی ڈالتا ہے۔ چینی شاہنشاہ خود بھی سیاسیاتِ عالم سے بے خبر نہ تھا جو اس کے قول سے بھی ظاہر ہے۔ "دنیا میں پانچ بڑے بادشاہ ہیں" اس نے کہا "پہلے بادشاہ عراق (یعنی خلیفہ) جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ دوسرے بادشاہ چین جو مخلوق کا بادشاہ ہے۔ تیسرے بادشاہِ ترکستان جو وحشیوں کا بادشاہ ہے چوتھے بادشاہ ہند جو ہاتھیوں کا جنگلوں بادشاہ ہے۔ اور پانچویں بادشاہ رومہ جو مہذب آدمیوں کا بادشاہ ہے۔"

خاندانِ طانگ کے بعد ۹۶۰ء تک پانچ مختلف خاندانوں نے حکومت کی اور بالآخر ۹۶۰ء میں سپہ سالار اعظم چاؤ کوانگ ین کو شاہنشاہ بنا لیا گیا جس سے سُنگ خاندان کی بنیاد پڑی۔

خاندانِ سُنگ۔ ۹۶۰ سے ۱۲۷۶ء۔ اس میں ۱۸ بادشاہ ہوئے ۱۱۲۷ء تک تو یہ بادشاہ سارے ملک پر حکمراں رہے لیکن اس کے بعد دریائے ینگ سی کیانگ نے جنوب ہی میں ان کی حکومت محدود ہو گئی۔ کیونکہ شمال کا حصہ تاتاریوں نے فتح کر لیا۔ اس خاندان کی ابتدا ہی میں شمال میں ختن کے تاتاریوں نے ستانا شروع کر دیا تھا۔ چینی حکومت نے ان کو خراج دینا منظور کر لیا اور انہوں نے اپنے خاندان کا نام لیاؤ یعنی "آہنی" رکھا اور ملک کا نام بھی یہی رکھ کر لیاؤ طنگ میں رہنے لگے۔ ان کے بعد شمال کے دوسرے قبائل نے دق کرنا شروع کیا تو شاہنشاہ

نے سنہ ۱۱۲۶ء میں اور قبیلے کے تاتاریوں کو اپنی مدد پر بلا کر شمالی دشمنوں کو بھگا دیا لیکن یہ بلائے ہوئے تاتاری اس پر بس کرنے والے نہ تھے۔ اُنھوں نے ختن کے تاتاریوں کو شکست دے کر پھر خود شاہنشاہ کی طرف رخ کیا۔ اور سنہ ۱۱۲۷ء میں شمالی ملک کے مالک بن بیٹھے۔ اور لیاؤ کے مقابلے پر اپنے خاندان کا نام کِم یا کِن بمعنیٰ "طلائی" رکھا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے اور سونا اس سے محفوظ ہے۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد چنگیزی طوفان پہلے شمالی اور پھر سارے چین پر چھا گیا۔ چنگیز خاں (۱۱۶۲ سے ۱۲۲۷) ۱۲۰۰ سے ہی چین فتح کرنے کے منصوبے گانٹھ رہا تھا۔ سنہ ۱۲۱۱ء اور سنہ ۱۲۱۳ء میں اس کا یہ مقصد پورا ہوا اور شمالی ممالک میں ۹۰ شہروں کو اس نے تہس نہس کر دیا۔ اسی درمیان میں ستاروں کے نامساعد مجموعے سے خائف ہو کر وہ لوٹا اور ابھی سفر ہی میں تھا کہ صوبہ شان سی میں ۲۷ اگست سنہ ۱۲۲۷ء کو فوت ہو گیا۔ اب اس کے بیٹے اوگدائی نے کشت و خون اور فتح وطن کا کام سنبھالا سنہ ۱۲۴۱ء میں اس نے شمالی چین کے کِم بادشاہ کو ختم کیا لیکن اسی سال خود بھی فرشتۂ اجل کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد منگو خاں نے تاتاریوں کی باگ اپنے ہاتھ میں لی جو طولی خاں پسر چنگیز خاں کا بیٹا تھا۔ اس نے باپ دادا کی روایات کو تاحیات (متوفی سنہ ۱۲۵۹ء) مضبوطی سے قائم رکھا۔ اس نے جنوبی چین پر لشکر کشی کی اور فتح تقریباً ہو چکی تھی کہ وہ مر گیا اور اس کی جگہ اس کا چھوٹا بھائی کبلائی خاں تاتاریوں کا بادشاہ ہوا۔

خاندانِ سُنگ کے زمانے میں دو ایسی ہستیاں بھی چین میں ہوئیں جن کا نام ہمیشہ چین میں زندہ رہے گا۔ وانگ آن شی ۱۰۲۱ سے ۱۰۵۶ جس کو موجودہ "اشتراکیت" کا جد اول کہا جا سکتا ہے۔ اس نے ابتدا طریقۂ تعلیم کی اصلاح سے کی اور دقیانوسی "معقّیٰ" عبارتوں کی بجائے بچوں کو تاریخ، جغرافیہ، سیاست اور تمدن

کے رسائے بڑھانے کی کوشش کی۔ اپنی غیر معمولی لیاقت کی وجہ سے وہ وزیر سلطنت ہو گیا اور وہاں حکومت کے متعلق اپنا نظریہ عملاً ملک کے سامنے پیش کیا اس کے نظریہ کی جڑ یہ تھی کہ وہ شاہنشاہ کا فرض یہ سمجھتا تھا کہ رعایا قوت لایموت اور زندگی کی دیگر ضروریات سے محروم نہ رہنے پائے۔ اس کا خیال تھا کہ حکومت کو ملک کے سارے کاروبار صنعت و حرفت اور زراعت کو اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہیے۔ تاکہ کاریگروں اور مزدوروں کی ضروریات زندگی کا فراہم ہونا یقینی ہو جائے اور سرمایہ داران کو پیس نہ سکیں۔ اس نے عدالتیں مقرر کیں تاکہ تمام ملک میں شرح مزدوری و شرح اجناس روز بروز معین ہوتی رہیں۔ ٹیکس صرف سرمایہ داروں اور رئیسوں سے لیا جاتا تھا۔ غربا اس سے بالکل بری تھے۔ حکومت کو بہت بڑی رقم ضعیف العمری کے وظیفوں اور بے کاروں اور اپاہجوں کے روزینہ پر خرچ کرنی پڑتی تھی۔ اس کے مقابل میں ہر گھر اور ہر فرد گویا شاہنشاہ کی فوج تھی۔ کیونکہ اگر ایک گھر میں دو مرد فوجی ملازمت کے اہل ہوتے تھے تو ایک کو بوقت ضرورت اپنے آپ کو فوجی خدمت کے لیے پیش کرنا پڑتا تھا۔ لیکن افسوس یہ نظام کچھ زیادہ دن نہ چل سکا اور موجد کی زندگی ہی میں ناکامیاب ہو گیا۔ اس کی وجوہات یہ تھیں۔

۱۔ لازمی فوجی خدمت

۲۔ سود کی مخالفت جو سرمایہ داروں کے سخت خلاف طبع ہوا۔

۳۔ زمینداروں اور سرمایہ داروں کی مخالفت

۴۔ بدقسمتی سے اس تجربہ کے درمیان ہی میں خشک سالی اور قحط پڑ گیا۔

حکومت کو خرچ ہی خرچ کرنا پڑا اور آمد ہو نہ سکی۔ اس وجہ سے شاہنشاہ اور وزرا بھی مخالف ہو گئے اور یہ نظام درہم و برہم ہو گیا۔ زے ماکیانگ ۱۰۱۹ سے ۱۰۸۶ یہ قدامت پرست تھا اور اس لئے مقدم الذکر کا مخالف۔ مورخ کی حیثیت سے

علمار چین میں اس کو بہت امتیاز حاصل ہے۔ اور پانچویں صدی قبل از مسیح سے ۹۶ء عیسوی تک کی اس کی تاریخ معیاری تصنیف مانی جاتی ہے۔ سیاست میں بھی اس کا پایا بہت بلند ہے وانگ آن شی کی ناکامی کے بعد یہی وزیر بنا یا گیا اور اس نے اپنی کوششوں سے بہت کچھ حکومت کو سنبھالا۔

ان دو کے علاوہ اور بھی کئی مقتدر علمار اور فلسفی اس زمانے میں ہوئے فنون کو ترقی ہوئی مصوری کمال کو پہنچی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جہاں یہ ذہنی ترقیاں ہو رہی تھیں وہاں پہلی بار چین کی حکومت چینیوں کے ہاتھوں سے نکل کر غیروں کے پاس منتقل ہو رہی تھی۔

خاندانِ یوآن یا خاندانِ مغلیہ: ۱۲۶۰ سے ۱۳۶۸ء: ۱۲۶۰ میں کبلائی خاں تاتاریوں کا سردار بنا اور اس نے اور زیادہ سختی اور دلیری سے چین پر حملے شروع کر دئے۔ سُنگ گو تقریباً ختم ہو چکے تھے لیکن جنوبی شاخ ہمت سے اور ۲۰ سال تک جمتی ہی رہی۔ کبلائی خان سمرقند کی سازش دبانے کے بعد ۱۲۶۲ء میں پھر جنوبی چین پر آبرسا۔ ۱۲۷۶ء میں دار السلطنت فتح ہو گیا۔ اور ۱۲۷۹ء میں وہ تمام چین کا مسلمہ شاہنشاہ ہو گیا۔ کبلائی خان نے ایک نیا دار السلطنت بسایا جس کا نام خان بلیغ رکھا جو بعد میں کمبلک[1] مشہور ہوا۔ اور اب پیکن اور جمہوریت کے

---

(۱) ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ خان بلیغ سے بگڑ کر کمبلک ہوا ہو گا لیکن پادری رکسی Ricci کا خیال مختلف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ چینی تاتاریوں کو لُو کہتے تھے۔ پا کے معنی شمال کے ہیں اور کُم کے معنی بڑے اور عظیم کے آتے ہیں اس لئے کُم پا لو کا نام اس شہر کو دیا گیا۔ جس کو ایران کے مسلمان مورخین نے کُم بالو یا کمبلک بنا دیا۔ مغلوں کے بعد یہ شہر پیکن کے نام سے مشہور رہا۔ پا بمعنی شمال اور کِن یا کِنگ بمعنی دربار (بقیہ صفحہ ۱۷۳ پر)

کے بعد سے بیپن کہلاتا ہے۔ کبلائی خاں کی شان و شوکت ایسی تھی کہ تاریخ میں نہ ایسا کوئی بادشاہ ہوا ہے اور نہ غالباً کبھی ہوگا۔ اطالوی سیّاح مارکو پولو نے جو نقشہ اس کی حکومت کا کھینچا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی نے تمام یورپ کو چکا چوند کر دیا تھا اور یہی چمک تھی جس کی تلاش میں یورپ کے سارے دربار وفد پر وفد "کے تھے" کو بھیجتے تھے۔

اس کے باوجود کبلائی خاں کو ایک ایسی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا جس کی تلخی وہ تمام عمر نہ بھولا۔ اور وہ جاپان پر متعدد حملوں کی ناکامیابی تھی۔ گو شاہنشاہ خود فوج کے ساتھ کبھی نہ گیا، لیکن مختلف اوقات میں تین بار اس کی فوجیں گئیں اور تینوں دفعہ نقصانِ عظیم اٹھا کر واپس آنا پڑا۔ چین میں گو وہ بلا شرکتِ غیرے مطلق العنان بادشاہ تھا لیکن چینیوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی اس کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں بلکہ ۱۲۸۶ء کے بعد سے تو اغیار کی طرف سے چینیوں کا جذبہ نفرت اور بڑھ گیا۔ کیونکہ اس سال سے چینیوں کو اسلحہ رکھنے کی ممانعت کر دی گئی ۱۲۹۴ء میں کبلائی خاں کا انتقال ہوا اور اس کے بعد دس بارہ برس تک خود مغلوں ہی میں خانہ جنگیاں ہوتی رہیں۔ بالآخر ۱۳۰۷ء میں کبلائی کا پوتا تیمور(۱) یوآن چنگ کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد دو تین مغل بادشاہ اور ہوئے۔ اور ہر ایک نے کوشش کی کہ چینیوں کا دل موہ لیا جائے لیکن عوام

(صفحہ ۱۷۲ کا بقیہ) اس کے مقابلے میں نانکن ہے۔ نان کے معنی جنوب کے ہیں جمہوریت کے بعد سے اسے "بیپن" کہتے ہیں جس کے معنی ہیں کامل امن"۔

(۲)۔ یہ تیمور لنگ نہیں ہے گو وہ بھی چنگیز خاں کے خاندان ہی میں سے تھا۔ اس تیمور کا سنِ وفات ۱۳۱۲ ہے اور تیمور لنگ نے ۱۴۰۰ء میں ہندوستان پر حملہ کیا۔

میں ان غیر ملکی بادشاہوں کی طرف سے شکوک، نفرت اور دل برداشتگی بڑھتی ہی چلی گئی۔ تمام ملک بغاوت کے لئے تیار ہو گیا چنانچہ جب بدھ خانقاہ کے ایک پجاری چانگ نے مخالفت کی آواز اٹھائی تو ساری مخلوق اس کے جھنڈے کے گرد آ جمع ہوئی۔ باغیوں نے جنوب میں نانکن فتح کر لیا اور ۱۳۶۹ء میں آخری مغل تاجدار شن طی کو بھی نکال باہر کیا۔ اور عوام نے اس پجاری چو یو آن چانگ کو ہی شاہنشاہ تسلیم کر لیا۔

مغلوں کے زمانے میں چین میں علوم و فنون اور مذاہب کو ترقی ہوئی چینی ادب میں ناول اور ناٹک مغلوں سے ہی لیا گیا۔ طب خصوصاً جراحی میں ترقیاں ہوئیں۔ عمل جراحی کے وقت بے ہوشی اور بے حسی کی ادویات دریافت ہوئیں تمام مذاہب کی طرف سے پوری رواداری کا برتاؤ کیا گیا۔ جن زنگ نے کنفیوشس کی تعلیم کو رواج دیا۔ غیر مذاہب میں سب سے زیادہ زور عیسائی پادریوں کا رہا۔ لیکن اس کی خاص وجہ تھی۔ ۱۳ ویں صدی کے آخر میں تاتاریوں نے بغداد کی خلافت کو مٹا کر عیسائی یورپ کی خوشیوں کا بہترین سامان پیدا کر دیا تھا۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یہی فاتح مسلمین، مفتوح اسلام ہو گئے اور عراق اور شام میں ہی نہیں بلکہ قسطنطنیہ، بلقان اور پھر اور آگے روکی طرح بڑھنے لگے۔ عیسائی حکومتوں کو جتنا بھی دہشت و خوف ہوتا کم تھا۔ انہوں نے متحدہ افواج کے دل بادل بھیجے لیکن مسلم تاتاریوں کے آگے کچھ پیش نہ گئی یہی زمانہ تھا کہ مشرق میں چین میں بھی تاتاریوں کا ایک قبیلہ حکمران تھا۔ عیسائی مدبرین نے لوہے کو لوہے سے لڑانے کی تدبیر سوچی اور کبلائی خاں اور اس کے ورثا کے دربار میں لاتعداد پادری اور سفیر بھیجنے شروع کئے اور ان کو عیسائیت کی دعوت اور تمام عیسائی یورپ کی مدد اور اتحاد پیش کیا۔ چینی

تاتاریوں نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا لیکن تبدیل مذہب کے متعلق ان کا کبھی بھی خیال تک نہیں ہوا۔ ان کی رواداری اور پادریوں کی دلداری محض سیاسی تھی۔ وہ غیر ملک اور غیر قوم پر حکومت کر رہے تھے۔ ان کے لئے یہ ضروری تھا کہ جس طرح بھی عوام یا اس کے کسی حصے کو طرفدار بنایا جاسکے بنایا جائے۔

خاندان منگ ۱۳۶۸ سے ۱۶۴۴ء چُو یُوآن چانگ جس کو "بھکاری بادشاہ"(۱) بھی کہتے ہیں ہُنگ وُو کے لقب سے تخت پر بیٹھا اور خاندان منگ کی بنا ڈالی اس نے نانکن کو دارالسلطنت بنایا اور چینی تہذیب کو بہمہ تفصیل دوبارہ ابھارا شاہنشاہ کے ہل چلانے اور ملکہ کے شہتوت کے درخت پوجنے کی روایتوں کو زندہ کیا۔ اس کا تیس سالہ دور ہر لحاظ سے امن وامان اور ترقی کا دور ثابت ہوا۔ ۱۳۹۸ء میں اس کی وفات پر اس کے بیٹوں کے بجائے اس کی وصیت کے مطابق اس کا پوتا تخت نشین ہوا۔ لیکن اس کے چچا ین (یعنی گذشتہ بادشاہ کے بیٹے) نے بغاوت کرکے سنہ ۱۴۰۲ء میں نانکن لے لیا اور اس کی بجائے پیکن کو دارالسلطنت بنایا۔ اس نے جنوب میں کوچین چینی فتح کیا۔ اس نے دو ہزار علماء کی متفقہ کوشش سے ایک چینی "بحر العلوم" مرتب کرائی جس میں پانچ لاکھ صفحات تھے اس کا آخری نسخہ سنہ ۱۹۰۰ کی مُکا بازوں کی بغاوت میں نذر آتش ہوگیا۔ اس بادشاہ کے بعد پھر وہی سلسلہ چلتا ہے جس میں کمزور اور نااہل بادشاہ خاندان کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔ ان میں بعض نے سر اٹھانے کی کوشش بھی کی لیکن عام انحطاط کے آگے کچھ نہ چلی۔ کوچین چینی ہاتھوں سے نکل گیا۔ سولھویں صدی کے

---

(۱) یہ بدھ خانقاہ میں بھکشو تھا۔ جن کا گذارہ خیرات پر ہوتا ہے۔ یہیں سے یہ بغاوت کے سرغنے کی حیثیت سے کھڑا ہوا اور بالآخر مغلوں سے تخت چھین لیا۔

ربع اول میں ڈچ اور پرتگیز آئے اور کانٹن اور مکاؤ میں تجارتی کوٹھیاں کھولیں اب تک تاتاریوں کے علاوہ کسی غیر ملکی نے چین پر حملہ نہ کیا تھا لیکن ۱۵۵۵ سے ۱۵۵۷ء میں جاپان نے تین حملے چین پر کئے۔ پھر اس کے ۲۵ برس بعد مشہور جاپانی جرنیل ہاڈے یوشی نے کوریا پر ایک غیر فیصلہ کن سا حملہ کیا۔ ۱۵۹۷ء میں پھر یہی سردار کوریا پر آیا اور چین اور کوریا کی متحد فوج کو شکست دی جس میں مفتوحین کے اڑتیس ہزار سات سو آدمی مارے گئے۔ جاپانی ان سب کے ناک کان کاٹ کر لے گئے اور کیوٹو میں ان کو دفن کر کے اس پر ایک یادگار بنائی جس کو می می زکا کہتے ہیں۔

شمال میں منچو تاتاریوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ نور ہاچو (۱۵۵۹ سے ۱۶۲۷ء) کو تاتاری قبیلوں نے ۱۵۸۵ء میں اپنا سردار مان لیا تھا۔ ۱۶۱۷ء میں اس نے اپنی مشہور کتاب "چینیوں کے خلاف تاتاریوں کی نفرت کے سات وجوہ" شائع کی اور اسی بنا پر چینیوں کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ اور ۱۶۲۵ء میں ایک حصہ فتح کر کے مکڈن کو دار السلطنت بنایا۔ دو سال بعد وہ مرگیا اور اس کا بیٹا شنگ طے جانشین ہوا اور "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" پر عمل کیا۔

منگ کے آخری بادشاہ کو صرف یہی ایک ڈر نہ تھا۔ سمندر کی طرف سے ۱۶۳۵ء میں انگریز وارد ہوئے اور توپوں اور فوجوں کے زور سے کانٹن پر حاوی ہو گئے۔ خود ملک میں لی۔ زے چینگ ڈاکو نے اپنا جتھہ مہیا کر کے خوب مضبوط فوج بنا لی۔ اور سارے ملک میں دھاوے مارنے شروع کر دئیے بلکہ بڑھتے بڑھتے اس نے حکومت کی فوجوں کا بھی مقابلہ کیا اور ان کو ہرا کر بالآخر تخت اور دار السلطنت پر حملہ کر دیا۔ جب شاہنشاہ ہر طرف سے گھر یا میں آ گیا تو اس نے اپنے بال بچوں کو بلا کر سب کو ہلاک ہو جانے کی ہدایت کی اور جب

ملکہ تاک نے خودکشی کرلی تو پھر خود بھی پھانسی لے لی۔ اب لی ڈاکو کے لئے میدان خالی تھا، لیکن منگ کے وزیر وو سان کوی نے جھٹ سے منچو تاتاریوں کو بلا بھیجا جو خوشی خوشی دارالسلطنت میں داخل ہوئے اور شاہنشاہی کا اعلان کیا۔

۵

خاندانِ منچو

۱۶۴۴ سے ۱۹۱۲

وُو سان کوی کا بلا واہبت بروقت تھا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، سُنگ طے بخوشی اور امن دامان کے ساتھ پیکن میں داخل ہوا۔ یہ مشہور فاتح نورہاچو کا بیٹا اور اس وقت منچو تاتاریوں کا سردار تھا۔ منچو کم تاتاری تھے جو سُنگ خاندان کے زمانے میں شمالی چین کے مالک تھے اور جنھیں تیرھویں صدی عیسوی کے شروع میں چنگیز خاں نے بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ سُنگ طے بدقسمتی سے پیکن میں داخل ہوتے ہی مرگیا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا شُن چی چھ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا (۱۶۴۴)

شُن چی ۱۶۴۴ سے ۱۶۶۱ء۔ شاہنشاہ کی نابالغی کے زمانے میں اس کے چچا اما وانگ مدار المہام رہا۔ اور اس زمانے میں ہر طرح امن دامان رہا، بلکہ مختلف بغاوتیں بھی بآسانی فرو ہوگئیں۔ اس کے انتقال کے بعد شاہنشاہ نے بھی یہ روایات قائم رکھیں۔ مفتوح خاندانِ منگ کے طرفدار روز ایک نہ ایک دعویدار تخت و تاج لا کھڑا کرتے تھے اور کشت و خون اور جنگ وجدال

سے کے بعد ہی اس کا فیصلہ ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ یورپی تاجرین اور پادری منگ کے زمانے میں بڑھتے چلے جا رہے تھے، یہاں تک کہ امرار وزرار اور شاہی خاندان کے بعض شاہزادے تک عیسائی ہوگئے تھے اور یورپ والوں کے طرفدار تھے۔ نئی حکومت میں ان کو یہ مواقع نہ تھے۔ اس لئے وہ مفتوحین کو بھڑکاتے اور اپنے توپ خانوں سے ان کی امداد کرتے اور لڑائیاں کراتے تھے مغرب میں سی وانگ نے علم بغاوت بلند کیا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر اس کی فوج علمار کے زیر اثر نہ رہے اور گھر گرہستی بندشوں سے آزاد ہو جائے تو جان توڑ کر لڑ سکے گی اور شکست نہ ہوگی۔ اس لئے اس نے پہلے تیس ہزار علمار کو تہ تیغ کیا اور پھر سپاہیوں کی چار لاکھ بیویوں اور عورتوں کو حلال کر ڈالا۔ لیکن یہ قربانی کچھ کام نہ آئی کیونکہ یہ سردار خود ہی چندروز بعد ختم ہوا اور اس کے بعد بغاوت ہوا ہوگئی۔

بری بغاوتوں کے علاوہ سمندر میں بھی طوفان بپا تھا۔ جزیرۂ فارموسا ہالینڈ والوں کے قبضے میں تھا۔ یہاں چینگ چی لُنگ نے اپنی طاقت جمع کرکے سمندری لوٹ مار مچائی اور چین کے ساحلی شہروں کا ناطقہ بند کر دیا۔ اس کے بیٹے کاؤسنگ یا کوکسنگا نے باپ سے بھی زیادہ ہاتھ پاؤں پھیلائے۔ اور فارموسا سے ڈچ لوگوں کو نکال باہر کیا اور اس کا خودمختار بادشاہ بن بیٹھا شاہنشاہ اس کے خلاف بالکل مجبور تھا اس لئے اس نے ساحلی شہر والوں کو حکم دیا کہ وہ ساحل سے دس میل کے قریب پیچھے خشکی کی طرف ہٹ جائیں۔ اور موجودہ شہروں کو نیست ونابود کرکے نئے شہر بنائیں۔ اس سے لوگوں کو سخت نقصان ہوا۔ مچھیروں کی جانوں کے لالے پڑ گئے۔ بہرحال خدا خدا کرکے ۱۶۶۱ء میں کوکسنگا کا باپ شاہنشاہ کے ہاتھ پڑ گیا اور قتل کر دیا گیا

اس کے ایک ہی سال بعد کوسنگا بھی مرگیا

اغیار کی آمد روز بروز ترقی پر تھی - پرتگال اور ہالینڈ والے تو بہت پہلے سے جمے ہوئے تھے - روسیوں نے بھی ایک عرصہ سے اپنا اثر و اقتدار بڑھانے کی کوشش شروع کر رکھی تھی - اور بالآخر شمال اور شمال مغرب کے ایک بڑے حصے پر ان کا اثر ہو گیا تھا - انگریز بھی کچھ کچھ آرہے تھے لیکن پرتگال والے کسی اور مغربی طاقت کا آنا پسند نہ کرتے تھے - تبت کا دلائی لامہ اس زمانے میں بذات خود پیکن میں آیا - اور اگرچہ کبلائی خاں کے زمانے سے اس کو دلائی لاما کہا جاتا تھا لیکن اب شاہنشاہ نے باضابطہ طور پر یہ خطاب لامائے تبت کو عطا کیا - شن چی کا انتقال بعمر ۲۴ سال ۱۶۶۱ء میں ہوا - کہا جاتا ہے کہ اس کی محبوب بیوی کے انتقال نے اس کا دل توڑ دیا -

کانگ سی ۱۶۶۱ سے ۱۷۲۲ ؛ شن چی کے بعد اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا جس نے کانگ سی کا لقب اختیار کیا - اس کا عہد حکومت نصف صدی تک ہندوستان میں اورنگ زیب کی حکومت کا ہم زمانہ رہا - تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۸ سال کی تھی ، لیکن ۱۴ سال کی عمر سے ہی وہ وزارت کے سارے کاموں کو خود جانچنے لگا - آگے چل کر اس کا عہد ایسا ثابت ہوا کہ وہ چین کے بہترین شاہنشاہوں کا ہم رتبہ مانا جاتا ہے - اس کے زمانے میں مفتوح خاندان منگ کے وزیر ووسان کوئی کی بغاوت قابل ذکر ہے - کیونکہ یہی شخص تھا جس نے منچوؤں کو بلایا تھا - کانگ سی کے زمانے میں وہ جنوب مغربی اضلاع کا صوبہ دار تھا - لیکن اس قدر خود مختار کہ شاہنشاہ کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا - شاہنشاہ نے اس کی اطاعت آزمانے کے لئے اسے دربار میں بلا بھیجا - اس کو بھی شکوک

ہوئے اور اس نے انکار کر دیا۔ اس کے معنی کھلم کھلا بغاوت تھی جو حسب معمول جنگ کے بعد فرو ہوئی گو اس انجام کے لئے کانگ سی کو اپنی تمام قومی دلاوریاں کام میں لانی پڑیں، کیونکہ نہ صرف یہ کہ چینیوں کی ہمدردی وو سان کوی کے ساتھ تھی، بلکہ آفات سماوی بھی اس کے خلاف پڑ رہی تھیں۔ اس طرح کہ اسی سال پیکن میں زبردست زلزلہ آیا جس کی وجہ سے جان و مال کا بے حد نقصان ہوا یہاں تک کہ محل شاہی بھی برباد ہو گیا

۱۶۸۴ء میں فارموسا بھی کوکسنگا کے پوتے سے چھین لیا گیا۔ ۱۶۹۷ء میں شمال مغربی سرحد کے قبائل بہ سرکردگی گل دن باغی ہو گئے۔ اور ان کو دوبارہ مطیع کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ کانگ سی کا عہد حکومت کشت و خوں سے پاک رہا۔

یورپ کے عیسائیوں کو شروع شروع میں تو کانگ سی نے بہت سراہا اور بڑھایا، کیونکہ وہ ریاضی۔ علم الافلاک، جغرافیہ اور طب کے ماہر تھے۔ ان کے مذہب کی طرف سے بھی اس کا خیال بہت اچھا ہوتا جا رہا تھا، لیکن عیسائیوں کے آپس کے ہی تفرقے نے اس کو ان کے خلاف کر دیا۔ پہلے تو یہ کہ چینی اجداد پرستی کسی طرح نہ چھوڑنا چاہتے تھے۔ ایک عیسائی فرقہ تو یہ کہتا تھا کہ اس کے باوجود بھی عیسائی مذہب اختیار کیا جا سکتا ہے۔ دوسرا اس کے سخت مخالف تھا۔ یہی نہیں بلکہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کی حتے الوسع تکذیب میں مشغول رہتا تھا۔ ایک بڑی بحث یہی تھی کہ خدا کو چینی زبان میں طین (بمعنی آسمان ملا اعلئے) کہیں یا طین چو (بمعنی آسمانی حاکم) یا شانگ طی (بمعنی حاکم مطلق) اس کے فیصلے میں شاہنشاہ نے جو کہا وہ پوپ نے منظور نہیں کیا اس پر بجا طور پر شاہنشاہ کو غصہ آیا کیونکہ اول تو چینی زبان کے متعلق پوپ کا

دخل اس کے نزدیک بے معنی تھا۔ اور دوسرے جب بغیر عیسائی ہوئے پوپ کو یہ کچھ اختیارات تھے تو عیسائی ہونے کے بعد تو گویا اس کی شاہنشاہیت برائے نام بھی نہ رہے گی۔ غرضیکہ اسی قسم کی فضولیات کی وجہ سے چینی حکومت عیسائی نہ ہوئی ورنہ وہ بالکل تیار تھی[1]۔

کانگ سی کے زمانے میں علم و ادب کو بہت ترقی ہوئی۔ ایک کتاب ۱۶۲۸ جلدوں میں لکھی گئی۔ اس کی ہر جلد میں دو سو صفحات تھے۔ خود بادشاہ نے ایک مقدس حکم نامہ شن یُو کے نام سے جاری کیا جس میں ۱۶ اصول بتائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی شاہنشاہ نے کئی ایک اصلاحات کیں مثلاً عورتوں کے پاؤں باندھنے کی رسم کے خلاف احکامات جاری کئے۔ (اگو قدامت پرست لوگ اب تک وہی کئے جاتے ہیں) معززین کے جنازوں پر عورتوں کی قربانی بند کی۔ یہ رسم انتہائی وحشیانہ تھی۔ گذشتہ بادشاہ شُن چی کی

---

(۱) اسی قسم کا افسوسناک ایک واقعہ تاریخ اسلام میں بھی ہو چکا تھا۔ ایک وقت میں زارِ روس اسلام لانے پر بالکل تیار تھا، لیکن اس کو شراب کی بہت عادت تھی اسلئے اس نے مسلمان نمایندوں سے کہا کہ اور سب باتیں تو منظور ہیں لیکن میں شراب نہ چھوڑ سکوں گا۔ کٹ ملّا صاف اُکھڑ گئے اور فتوٰی دے دیا کہ اس صورت میں اسلام لانا بالکل بے کار ہے۔ چنانچہ زار معہ اپنی لامحدود سلطنت کے عیسائی رہا۔ نام نہاد ملاؤں نے یہ نہ سوچا کہ جب خدا نے زار کو اسلام کی اور خوبیاں سمجھنے کی توفیق دی ہے وہی آیندہ شراب بھی چھڑا دے گا۔ ان ملاؤں کا کسی شخص کو سایۂ اسلام میں لینے سے انکار بذاتِ خود اتنا بڑا گناہ ہے کہ شراب خوری اس کے آگے مات ہے۔

محبوبہ کے جنازے پر ۲۴ عورتیں ذبح کی گئی تھیں۔ اس نے فوجی محصول لینا بھی بند کر دیا۔ ۱۷۲۲ء میں شاہنشاہ نے ایک انوکھی رسم ادا کی۔ یہ اس کے عہد کی ساٹھویں سالگرہ تھی۔ اس لئے اس نے تمام ملک کے ساٹھ سال سے اوپر کے لوگوں کو دارالسلطنت میں بلایا اور جشن کیا، لیکن اس کے جلد ہی بعد ۲۰ دسمبر ۱۷۲۲ء میں وہ فوت ہو گیا۔ یہ بادشاہ نہایت کامیاب رہا اور لوگوں کے لئے پیغامِ رحمت بنا رہا۔ لیکن آئندہ کے متعلق وہ مطمئن نہ تھا۔ ۱۷۱۶ء میں ایک موقعہ پر اس نے کہا تھا کہ "مجھے خطرہ ہے کہ آئندہ آنے والی صدیوں میں یہ سمندر پار سے مغرب سے آنے والی قومیں چین کو حصے بخرے کر کے کھا جائیں گی"۔

یُنگ چینگ ۱۷۲۲ء سے ۱۷۳۶ء: کانگ سی کے بعد یُنگ چینگ تخت پر بیٹھا وہ نہایت نیک اور بھلا بادشاہ تھا۔ اور اس کا مقابلتاً مختصر عہد نہایت کامیابی اور نیک نامی سے گذرا۔ لیکن منچو کی طرف سے چینیوں کی دلی نفرت نہ گئی۔ ظاہرا اب اس قسم کی بغاوتیں بند ہو گئی تھیں لیکن ان کی جگہ خفیہ مجلسوں اور سازشوں نے لے لی جو اور بھی خوفناک ثابت ہوئیں۔ ان خفیہ جماعتوں میں "نقرئی کنول" "ارض و سما" اور "تثلیث" کی جماعتیں زیادہ خوفناک تھیں۔ ان کے علاوہ ایک دو بغاوتیں علانیہ بھی ہوئیں۔ مثلاً جنوب مغربی ملک میں دو لاکھ بدھ سادھو اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ بغاوت فرو کرنے کے بعد شاہنشاہ نے حکم دے دیا کہ کسی خانقاہ میں تین سو سے زیادہ بھکشو نہیں رہ سکتے اور نہ بھکشوؤں کو اسلحہ رکھنے کی اجازت ہے۔

غیروں کے ساتھ چینیوں کے رویئے میں کوئی خاص فرق نہ ہوا۔ روسی سب سے زیادہ کامیاب رہے زیادہ تر اس وجہ سے کہ ان کا مقصد محض

سیاسی تھا۔ مذہبی تبلیغ ان کا منشا نہ تھا۔ عیسائی پادریوں کے خلاف ایک حکم ۱۷۲۴ء میں اجرا ہوا جسکی رُو سے وہ ملک سے نکال دیے گئے اور سب کے سب کانٹن میں محدود ہو گئے۔ یُنگ چینگ نے قتل کی سزا کے احکامات بدل کر ان کو انصاف عقل اور انسانیت پر مبنی کیا۔ اچھے زمینداروں کو اعزاز عطا کرنے کی رسم ڈالی۔ اور علم و ادب کو بہت ترقی دی وہ خود بھی بڑا عالم تھا اور اس کی کتاب "اصولِ جنگ" بہت بلند پایہ تصنیف سمجھی جاتی ہے ۱۷۳۰ء میں جو پیکن میں زلزلہ آیا اس نے سارے شہر کا طبقہ الٹ دیا ایک لاکھ جانیں ضائع ہوئیں۔ شاہنشاہ نے اپنی ساری نجی دولت رعایا میں تقسیم کر دی۔ یہ نیک بادشاہ بالآخر ۵ اکتوبر ۱۷۳۵ء کو فوت ہو گیا۔ اور اس کا چوتھا بیٹا کین لُنگ تخت پر بیٹھا۔ کین لُنگ ۱۷۳۶ سے ۱۷۹۶: یہ بڑا جوانمرد بادشاہ تھا۔ اندرونی بغاوتوں کو دبا کر اس نے وسط ایشیا کا رُخ کیا جس کو اس کے اجداد نے بالکل فراموش کر رکھا تھا۔ اس نے پھر وہاں چین کا سکہ جمایا اور امن و امان کا باعث ہوا۔ حالت سُدھرنے کی ہی وجہ تھی کہ تاتاریوں کا قبیلہ ترغوت سائبریا سے پھر واپس اپنے ملک میں آ گیا۔(۱) ادھر جنوب میں ۱۷۶۹ء میں حدود کے

---

(۱) ترغوت قبیلے کی ہجرت کی داستان نہایت خون آشام ہے۔ اپنے ملک کی آئے دن کی بے چینیوں سے تنگ آ کر یہ سارا قبیلہ کا قبیلہ سائبریا کے برف پوش میدانوں کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں روسیوں کے لئے نہایت کار آمد ثابت ہوا تھا اب جو وطن میں امن و امان کی خبر سُنی تو منطقہ منجمد کی بیگانہ سختیاں کھلنے لگیں اور یہ طے پایا کہ جس طرح ہو وطن بھاگ چلو۔ ادھر روسیوں نے فوجیں مقرر کر دیں کہ ترغوتوں کو واپس نہ جانے دیا جائے۔ ترغوت یونہی موسم سے زیادہ روسیوں کی (بقیہ صفحہ ۱۸۴ پر)

معاملے پر جھگڑا ہو گیا اور شاہنشاہ نے اس کو بزور شمشیر طے کیا۔ پھر جنوب مغرب میں پہاڑی قبیلوں کا محاصرہ کیا۔ ان کی طرف سے ہمیشہ بغاوت کا ڈر رہتا تھا۔ اس دفعہ (۱۷۷۱ء) شاہنشاہ نے ان کو تقریباً فنا ہی کر دیا ساتھ ہی تبت میں بھی نیا جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا۔ کسی بدعہدی کی بنا پر گورکھے تبت میں گھس آئے اور لوٹ مار شروع کر دی لیکن شاہی فوجیں جلد پہنچ گئیں۔ اور

صفحہ ۱۸۳ کا بقیہ) سختی سے تنگ آئے ہوئے تھے جان پر کھیل کر اور ہتھیلیوں پر سر رکھ کر نکل کھڑے ہوئے۔ برف پڑ رہی تھی۔ پانی عنقا تھا۔ کھانے کا سامان مفقود پیچھے روسی سپاہی شکاریوں کی طرح کھوج لگا لگا کر آتے اور جھلک بھی دکھائی دے جاتی تو بندوق کا نشانہ بناتے۔ ان حالات میں یہ تاتاری سائبیریا سے بھاگ کھڑے ہوئے مہینوں کی مسافت تھی۔ بوڑھے اور بچے، مرد اور عورت اپنی جانوں سے اپنے جان سے زیادہ عزیز بچوں کو لگائے، رات کے اندھیرے میں جنگلوں اور پہاڑوں کی اوجھل میں بھاگتے تھے اور قدم قدم پر روسی بندوقوں کا نشانہ بنتے تھے۔ عزیز سے عزیز اور قریب سے قریب گولیوں سے زخمی ہو ہو کر گرتے تھے۔ لیکن ٹھیرنے کے معنی یقینی موت تھی۔ الوداع اور خدا حافظ سے زیادہ نہ یہ دے سکتے تھے نہ وہ لینا چاہتے تھے۔ جو گولیوں سے بچے وہ پیاس کا شکار ہوئے تھکن اور کسل کی نذر ہوئے اور جنگلی درندوں کی غذا بنے۔ حاملہ عورتیں چند دن کی زچائیں بوڑھی مائیں سب چل رہی تھیں اور اس وقت تک چلتی تھیں جب تک ایک قدم بھی اور اٹھانے کا امکان تھا۔ اس طرح یہ قبیلہ اپنے ہزاروں لاکھوں بھائیوں کو شمال کی برف میں دفنا کر آخر ترکستان پہنچ گیا۔

گورکھوں کو واپس نیپال مار بھگایا۔

دوسرے مذاہب سے بحیثیت مذہب اس کو کوئی پرخاش نہ تھی۔ لیکن سیاسی نقطۂ نظر سے وہ سوائے چین کے کسی کا طرفدار نہ تھا۔ شمال مغربی صوبوں کے مسلمانوں کا وہ بہت مخالف تھا، بلکہ ایک وقت تو وہ ان سب کے قتل عام کی سوچ رہا تھا، لیکن اس کے باوجود اس کی ایک بیوی مسلمان تھی اور اس سے وہ اس قدر محبت کرتا تھا کہ اس کے لئے ایک دو منزلہ محل اس صورت سے بنوایا تھا کہ اگر ایک طرف وہ مسجد کو دیکھ سکتی تھی تو دوسری جانب اپنے وطن ترکستان کو۔ اسی طرح جب عیسائی پادریوں نے بہت پر نکالے تو اس کو ان کے خلاف بھی احکام جاری کرنے پڑے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کہ اسپینیوں نے فلپائن میں چینیوں کا قتل عام کرا کے ہزارہا چینیوں کو تہہ تیغ کر دیا تھا۔ اس وجہ سے چین میں پادریوں کے خلاف اور بھی سختی ہو گئی۔ مذہب کے علاوہ شاہنشاہ کے پاس دو تجارتی وفد بھی آئے ایک انگریزوں کا اور دوسرا ڈچ لوگوں کا۔ لیکن کسی کو بھی کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

۱۷۹۶ء میں وہ بہت بڈھا ہو گیا تھا۔ دوسرے اس کی حکومت کا ساٹھ سالہ دور بھی پورا ہو گیا تھا جس کے بعد حکومت کرنا وہ دوسرے کا حق سمجھتا تھا۔ ادھر اس کی ماں کا انتقال ہو گیا جس سے وہ بے حد محبت کرتا تھا اور پھر کچھ ہی عرصے بعد اس کا بڑا بیٹا بھی مر گیا۔ ان سب وجوہات کی بنا پر ۱۷۹۶ء میں اس نے خود ہی تخت چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد کیا کنگ تخت پر بیٹھا۔

کیا کنگ ۱۷۹۶ء سے ۱۸۲۰ء: اس کے زمانے میں خفیہ جماعتوں کے

کر توت انتہا پر پہنچ گئے۔ بغاوتیں بھی ہوئیں اور پھر شاہنشاہ کی جان لینے کی سازشیں بھی۔ جن سے دو دفعہ تو شاہنشاہ بس بال بال بچا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے زمانے میں آسمانی آفات بھی ملک پر برس پڑیں۔ طوفان اور طغیانی پھر خشک سالی اور قحط۔ چین جیسے ملک میں جہاں موسم کے تغیرات کو حکومت کی نیکی یا بدی کے زیر اثر سمجھتے ہیں ان آفات سماوی کا اثر یہ ہوا کہ حکومت کے خلاف سازشوں اور خفیہ جماعتوں کو بڑی مدد ملی۔ اسی زمانے میں دریائے سی کیانگ کے دہانے پر دریائی ڈاکوؤں کا ایک گروہ بنا جو تمام دنیا میں مشہور ہو گیا۔

ایک اور اہم مسئلہ جو اس زمانے میں سطح پر آیا وہ افیون کا تھا۔ ۱۶۲۰ء میں پہلی بار اسپینیوں نے فلپائن سے تمباکو لا کر اس کو چین میں رواج دیا۔ شروع شروع میں بیکار آوارہ غنڈوں نے تمباکو کے ساتھ افیون ملا کر پی۔ اور جب اس کا چسکا لگا تو پھر صرف افیون ہی پینی شروع کر دی۔ اور یہ وبا بسرعت تمام ملک میں پھیلنے لگی۔ حکومت نے سب سے پہلے ۱۷۲۹ء میں اس کی ممانعت کا حکم جاری کیا، لیکن غیر ملکی تاجروں کا اس کی تجارت میں بڑا منافع تھا اس لئے وہ چھپے چھپے اس کو کرتے رہے۔ ۱۷۷۳ء تک تو صرف پرتگیز ہی اس تجارت کے حامل تھے۔ لیکن اس سال کلایو کو بنگال میں فتوحات نصیب ہوئیں اور وہاں کے افیون کے کھیت ہاتھ لگے، اس لئے یہ سارا مال انگریزوں کے ذریعہ چین میں جانے لگا۔ اور وہ اس تجارت کے واحد اجارے دار ہو گئے چینی حکومت نے انتہائی کوشش کر لی کہ یہ نقصان دہ تجارت بند کرے لیکن غیر ملکی بھلا کیوں اس کو چھوڑنے لگے تھے۔ ان کی طاقت کا لندن اور سمندر میں ایسی تھی کہ چینی حکومت اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتی تھی بلکہ زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے

سے کچھ اپنا ہی بگاڑ لیا۔ اور ہانگ کانگ کو ہمیشہ کے لئے انگریزوں کو دے بیٹھی جس کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمایئے۔

شاہنشاہ ۲ ستمبر ۱۸۲۰ء کو ۶۱ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اور اس کی جگہ اس کا دوسرا بیٹا طاؤ کوانگ جس نے ایک بار ۱۸۱۳ء میں سازشیوں کے خلاف اس کی جان بچائی تھی تخت پر بیٹھا[1]

طاؤ کوانگ ۱۸۲۰ء سے ۱۸۵۰ء: اس شاہنشاہ نے شروع شروع میں اپنے فرمانوں سے کچھ ایسی امید دلائی کہ گویا چین کے دن پھر جائیں گے، لیکن جلد ہی وہ عورتوں اور خواجہ سراؤں میں پڑ گیا۔ شروع میں ترکستان۔ فارموسا اور جنوب مغربی صوبوں کی بغاوتیں تو سب فرو کر دی گئیں، لیکن اصل نقصان کی چیز تو کانٹن کی یورش تھی۔ انگریزوں اور چینیوں میں غلط فہمیاں بڑھتی جاتی تھیں کیونکہ ہر ایک اپنی جگہ ہمچو ما دیگرے نیست سمجھے ہوئے تھا۔ شاہنشاہ کی طرف سے سخت احکام جاری ہو چکے تھے کہ افیون کی تجارت ناجائز ہے۔ لیکن کانٹن کے انگریز تاجر اس کی مطلق پروا نہ کرتے تھے۔ ۱۸۳۶ء میں کیپٹن ایلیٹ انگریزی آبادی کا کمشنر ہو کر چین میں آیا۔ اُدھر ۱۸۳۹ء میں لن کانٹن کا شاہی کمشنر مقرر ہوا۔ یہ نہایت عقلمند۔ ملک پرست۔ رعایا کا خیر خواہ اور سچا آدمی تھا۔ لن نے آتے ہی کانٹن کے سوداگروں سے تمام افیون طلب کی تاکہ اس کو ضائع کر دے تاجروں نے ایک ہزار بکس دے لیکن لن دھوکے میں آنے والا آدمی نہ تھا اُس نے محاصرہ ڈالدیا اور بیس ہزار دو سو تراسی افیون کے بکس برآمد کئے اور ساری افیون کو کما حقہ

---

(۱) چین میں وراثتِ تخت بڑے بیٹے کو ملنی کوئی ضروری نہ تھی، بلکہ جس کے حق میں بادشاہ وصیت کر جاتا وہی تخت پر بیٹھتا تھا۔

ضائع کر دیا۔ انگریز اس حرکت سے جتنے بھی چراغ پا ہوتے کم تھا۔ اس وقت تو وہ خاموش رہے تا لیکن کچھ ہی عرصے بعد ان کے دو جنگی جہاز آ گئے ان کی ہمتیں بندھ گئیں۔ اور انھوں نے چوان کو پر حملہ کر کے چینی کشتیاں ڈبو دیں اور اس طرح انگریزوں کی پہلی لڑائی یا جنگِ افیون شروع ہوئی۔ جون ۱۸۴۰ء میں ہانگ کانگ میں ۱۶ جنگی جہاز، ۲ چھوٹے جہاز اور چار ہزار سپاہی انگریز آ موجود ہوئے۔ اعلیٰ درجے کے اسلحہ اور سدھی ہوئی فوج کے سامنے بھلا چینیوں کی کیا چلتی۔ شکست پر شکست ہونی شروع ہوئی اور بالآخر معاہدہ نانکن مرتب ہوا جس کی رو سے ہانگ کانگ انگریزوں کے قبضے میں آیا۔ اور ۱۸ لاکھ روپیہ ضائع شدہ افیون کی قیمت اور ۲۴ لاکھ روپیہ ہرجانہ چینی حکومت سے وصول کیا گیا۔ اور کانٹن، شانگھائی اور تین اور بندرگاہوں میں تجارت کرنے کی اجازت عام ہوگئی۔ یہ معاہدہ ۱۸۴۲ء میں مکمل ہوا۔ لیکن اس معاہدہ کا اثر عوام پر بہت بُرا ہوا۔ اور لوگ انگریزوں کے سخت خلاف ہو گئے۔ کچھ ہی عرصے بعد یکم جنوری ۱۸۵۰ء کو شاہنشاہ فوت ہو گیا اور اس کا چوتھا بیٹا ہین فینگ تخت پر بیٹھا۔ اسی کے زمانے میں طائی پنگ کی بغاوت شروع ہوئی جو کہیں ۱۸۶۵ء میں جا کر ختم ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنوب میں کوئی ہُنگ سن چن ایک مذہبی مصلح کے بھیس میں اُبھرا۔ جو مورتی پوجا کے سخت خلاف تھا اور ایک خدا کی پرستش کی تلقین کرتا تھا۔ اس نے ایک "اللہ والوں کی جماعت بنائی۔ یہ خفیہ جماعتوں سے کوئی تعلق نہ رکھتی تھی۔ لیکن لفظِ "جماعت" سے حکومت مشکوک ہو گئی اور اس کے خلاف بھی احکام جاری کر دئے۔ منچو کے غیر ہونے کی وجہ سے چینی یونہی بے حد خلاف تھے۔ ان احکامات کی وجہ سے اور بھی حکومت کے خلاف ہو گئے اور نئی جماعت میں شامل ہو گئے۔ اب باقاعدہ حکومت میں اور ان میں

لڑائی شروع ہوگئی۔ جنوب میں ان کا زور زیادہ تھا۔ اس کے علاوہ حکومت غیر ملکیوں کے جھگڑے میں ایسی پھنسی تھی کہ جان پر بن گئی تھی۔ اور پوری طور پر بغاوت کی طرف متوجہ نہ ہوسکتی تھی(۱)۔ ہنگ سِن چن بڑھتا چلا گیا اور شہر پر شہر فتح کرلئے یہانتک کہ ۱۸۵۳ء میں نانکن پر قبضہ کرلیا۔ اور خود طین وانگ (آسمانی بادشاہ) کے لقب سے بادشاہ بن بیٹھا۔ اور اپنے نائبوں کو وانگ (بادشاہ) کا لقب دے کر چار اطراف میں بھیجا تاکہ فتح کا کام جاری رہے۔ یہ وانگ کل گیارہ تھے۔ اس نے اپنے خاندان کا نام طائی پنگ (مکمل امن) رکھا۔ اس کے بعد وہ شمال کی طرف بھی بڑھا، لیکن اس درمیان میں شاہنشاہ نے بھی غیروں کی مدد سے ایک فوج مہیا کرلی تھی۔ جس نے باغیوں کو شکست دی۔ اور بالآخر

---

(۱) بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ بغاوت غیر ملکیوں کی ہی عنایت تھی۔ ان کو یہ فکر تھا کہ کہیں چینی ہمت کرکے ہمارے مقابلے میں آ ہی نہ جائیں۔ اس لئے ایک اندرونی "مشغلہ" چینی حکومت کے لئے نکال دیا۔ بے شک اس سے زیادہ ہوتا ہے کہ اس بغاوت کا سرغنہ عیسائی تھا۔ اور اس کی فوج کے پاس غیر ملکی ہتھیار تھے۔ آگے چل کر اس بغاوت میں وطن پرستی شامل ہوگئی۔ اور عوام اسی جذبے کے ماتحت منچو کے خلاف اس میں شامل ہوئے۔ چنانچہ جب غیر ملکیوں نے ۱۸۶۵ء میں دیکھا کہ یہ بڑھتی ہوئی طاقت وطن پرست ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر آج منچو کے خلاف کامیاب ہوگئی تو کل دوسرے غیر ملکیوں کو نکال باہر کرے گی تو پانسہ پلٹا۔ یوں منچو حکومت کو کمزور کرنے کا مقصد بھی کماحقہ حاصل ہوگیا تھا۔ پھر یہ بھی موقعہ تھا کہ بظاہر منچو کی طرفداری کرکے اور ان کی حکومت بچا کر ہمیشہ کے لئے ان کو ممنون احسان کرلیا جائے چنانچہ غیر ملکی منچو حکومت کی طرف ہوگئے اور اپنی سدھی فوج سے طائی پنگ بغاوت کا خاتمہ کردیا

۱۸۶۵ء میں نانکن دوبارہ فتح کر لیا گیا۔ اور طین وانگ اور دیگر وانگ کو فنا کیا گیا۔ اس بغاوت میں ۶ اصوبے ۶۰۰ شہر اور تقریباً دو کرور جانیں ضائع ہوئیں۔(۱)

ہین فینگ کا عہدِ حکومت (۱۸۵۱ء سے ۱۸۶۱ء) صرف اس بغاوت کے ہی لئے مشہور نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ اور اس سے بھی زیادہ نقصان دہ جو چیز ثابت ہوئی وہ انگریزوں سے دوسری لڑائی تھی۔ ۱۸۴۲ء کے عہد نامے کے بعد بھی افیون کی تجارت کم نہ ہوئی تھی بہت سے بدمعاشی اور چوری سے افیون لانے والے چینیوں کے جہاز اس تجارت میں مشغول تھے جو ہانگ کانگ سے چین میں افیون پہنچا تے تھے۔ ان ناجائز طریقوں کے نقصان سے بچنے کے خیال سے یہ چینی جہاز بھی ہانگ کانگ کے ساحل ہی پر رہتے تھے اور جب چین کی حد میں گھستے تو انگریزی جھنڈا ان جہازوں پر لگا لیتے تاکہ چینی پولیس تعرض نہ کرے۔ اکتوبر ۱۸۵۶ء میں اسی قسم کے ایک جہاز پر شبہ ہوا کہ وہ افیون لایا ہے، اس لئے جب وہ چینی دریا میں پہنچا تو چینی پولیس نے اس کی تلاشی لی اور اس کے ملازمین کو حراست میں لے لیا انگریزوں کو موقعہ ملا۔ فوراً ہی حملہ کرکے دو چار قلعے فتح کر لئے۔ اسی جنگ کی کمک کے لئے ۱۸۵۷ء میں لارڈ الجن پانچ ہزار تازہ سپاہی انگلستان سے چین لئے جا رہے تھے۔ سنگاپور پہنچے تو لارڈ کیننگ کا اشد ضروری خط ملا جس میں ہندوستانی غدر کی اطلاع تھی اور افواج کو ہندوستان بلانے

(۱) جنگِ عظیم ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء میں کل تقریباً ایک کرور مارے گئے اور تقریباً دو کرور زخمی ہوئے۔

کے لئے لکھا تھا۔ چنانچہ ساری فوج ہندوستان آگئی۔ اُدھر چین میں اس تاخیر سے انگریزوں کا کوئی نقصان نہ ہوا بلکہ فائدہ ہی ہوا، کیونکہ اس درمیان میں ایک فرانسیسی پادری چین میں مار دیا گیا جس کی وجہ سے فرانسیسی بھی انگریزوں کے ساتھ ہو گئے۔ اور پھر سیاسی لوٹ کے خیال سے امریکہ اور روس بھی اپنے اپنے جنگی جہاز لے کر حملے میں شریک ہو گئے جو بالآخر دسمبر ۱۸۵۷ء میں ہندوستان سے فوجیں واپس آنے کے بعد کیا گیا۔ اور کئی قلعے لے لئے گئے پھر ۱۸۶۰ء میں متحدہ قوتوں کا ایک بڑا زبردست حملہ چین پر ہوا[1]۔ اور پیکن پہنچ کر شہر کا ایک دروازہ فتح کر لیا گیا۔ شاہنشاہ بھاگ کر جے ہول جا چھپا اور اس کے بھائی پرنس کوانگ نے بسرعت تمام عہدنامے پر دستخط کر دئے جس کی رو سے حملہ کا کل خرچ و ہرجانہ، پیکن میں سفارت خانوں کا قیام، کاؤلون پر انگریزوں کا قبضہ اور مختلف بندرگاہوں پر عام تجارت کی اجازت تسلیم کی گئی۔ فرانسیسیوں نے جعل سے دو فقرے اپنے عہدنامے میں بعد میں اور بڑھائے کہ عیسائی پادری کو تمام چین میں تبلیغ کی اجازت ہوگی۔ اور گذشتہ ضبط شدہ جائدادیں ان کو بلامعاوضہ واپس دی جائیں گی۔ اس پر بھی صبر نہ آیا تو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے خیال سے لارڈ الجن نے پیکن کے اس عجوبۂ روزگار محل کو جس کو خود یورپ والے ہی "دنیا میں جنت" کہتے تھے توپوں سے مسمار کر دیا۔

---

(۱) اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس سے پہلے کی ایک لڑائی میں چینیوں نے ایک اتحادی جہاز فتح کر لیا اور اس میں سے ۱۲۶ اتحادی گرفتار کر لئے گئے اور ان کو ایک تنگ کوٹھڑی میں دس دن تک بند رکھا جس کی وجہ سے ۲۵ قیدی سخت تکلیف میں مر گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ ہی "کال کوٹھڑیوں" کا تھا۔ اس سے پہلے کلکتہ اور کانپور میں بھی یہی ہو چکا تھا۔

روس نے دریائے امور کے شمالی علاقہ پر قبضہ کر لیا اور مشرقی ساحل پر ولاڈی ووسٹک کی بندرگاہ بنالی۔ اسی سال اگست میں شاہنشاہ کا انتقال ہو گیا اور دوسرا شاہنشاہ ٹنگ چی کے لقب سے تخت پر بٹھایا گیا۔

ٹنگ چی ۱۸۶۱ سے ۱۸۷۵ : ۴ سال کا بچہ تھا۔ اس لئے ہین فینگ کی دو ملکہ اس کی مدار المہام مقرر ہوئیں۔ ان میں سے ایک تو پہلی اور اصل ملکہ تھی اور دوسری خود اس بچے کی ماں۔ پہلی ملکہ محض برائے نام تھی۔ سارے اختیارات دوسری ملکہ زے سی کے ہاتھ میں تھے۔ یہ صورت شکل میں رعب دار لمبے قد اور تاتاری نقوش کی مالک تھی۔ اور یوں بھی نہایت مدبر اور عقلمند عورت تھی۔

چینی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ بغیر بحری طاقت کے اغیار کا مقابلہ ناممکن ہے۔ اس لئے انگلستان سے بحری بیڑا خریدنے کی کوشش کی گئی بلکہ معاملہ تقریباً پختہ بھی ہو گیا لیکن غیر ملکیوں کے مفاد کے یہ بات بالکل خلاف تھی اس لئے عین وقت پر سودا منسوخ کر دیا گیا۔ ۱۸۶۷ء میں چین کی تاریخ میں پہلی بار ایک امریکن مسٹر برلنگھیم کی سرکردگی میں ایک چینی وفد دوسرے ممالک میں گیا تاکہ چینی نقطۂ نظر پیش کر سکے۔ یہ وفد انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی امریکہ اور روس پہنچا۔ اسی کی وجہ سے چینیوں کا امریکہ میں جانا ممکن ہو گیا۔[1] لیکن ملک کے اندر غیر اطمینان بخش حالت نے بعض صوبوں کو بغاوت پر مجبور کر دیا۔ صوبہ یو۔ نان میں حکومت کے کارندوں نے مسلمانوں کو اس قدر

---

(۱) ۔ اس کے بعد سے امریکہ میں چینی ہزاروں کی تعداد میں پہنچے۔ یہاں تک کہ جلد ہی امریکہ کو قانوناً اس رو کو روکنا پڑا۔

ستایا کہ وہ آخر مجبور ہو کر سلطان سلیمان کی سرکردگی میں فوراً ہی مدافعت میں اٹھ کھڑے ہوئے شاہنشاہی فوج کے سامنے ایک صوبے کی حقیقت ہی کیا تھی۔ لیکن مسلمان آخر تک جان توڑ کر لڑتے رہے۔ جب سب امیدیں منقطع ہو گئیں تو سلطان سلیمان نے اپنے آپ کو اس شرط پر حوالہ کرنا منظور کیا کہ اس کی شہر کی جان بخشی کی جائے اور سب کے بدلے اس کی ذات سے انتقام لے لیا جائے چینی راضی ہو گئے لیکن ہتھیار ڈلوانے کے بعد انھوں نے وعدہ خلافی کی اور شہر میں گھس کر تقریباً ۵۰ ہزار نہتے مرد عورتوں اور بچوں کو ذبح کر ڈالا (جنوری ۱۸۷۳ء) اسی زمانے میں وسط ایشیا کے مسلمان تاتاری بھی آزاد ہو گئے تھے اور چینی حاکموں سے اپنا ملک چھین لیا تھا۔ لیکن ادھر سے شاہی افواج پہنچیں اور شمال سے روسیوں نے حملہ کر دیا۔ پھر بدقسمتی سے مسلمانوں کا سردار یعقوب خاں فوت ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۷۸ء میں یارقند اور ختن پھر چینیوں کے قبضے میں آ گئے۔ اس موقعہ پر بھی مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔

ادھر فارموسا میں چند جاپانیوں کے قتل کی وجہ سے جاپانیوں نے ۱۸۶۸ء میں اپنا جنگی بیڑا اس جزیرہ پر لا ڈالا تھا۔ جس سے لاتعداد ہرجانہ دے کر پیچھا چھڑایا گیا۔ ۱۸۷۲ء میں شاہنشاہ کی شادی ہوئی اور وہ خود مختار ہو گیا۔ ۲۹ جون ۱۸۷۳ء کو تاریخ میں پہلی بار چینی شاہنشاہ نے اقوام غیر کے سفیروں کو درشن دیئے۔ لیکن یہ بھی محل یا دربار میں نہیں بلکہ ایک الگ عمارت میں جو وحشیوں سے خراج وصول کرنے کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ محل میں تو ۱۸۹۴ء سے پہلے کوئی غیر ملکی جا ہی نہ سکا۔ ۱۸۷۵ء میں شاہنشاہ مر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ چیچک سے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی مدار المہام ملکہ (یعنی خود اس کی ماں کا) کارنامہ تھا۔ خصوصاً اس لئے اور شک ہوتا ہے

کہ دو مہینے بعد شاہنشاہ کی حاملہ بیوی بھی ختم ہوئی۔ اور پہلے پہل منچو خاندان میں سلطنت چچا کے بیٹوں میں گئی کیونکہ اس کے بعد ملکہ نے ہین فینگ کے ساتویں بیٹے کے بیٹے کوانگ سو کو جو چار سال کا تھا تخت پر بٹھادیا اور ملکہ کی مدار المہامی دوبارہ شروع ہو گئی۔

کوانگ سو ۱۸۷۵ء سے ۱۸۹۸ء: اس کے زمانے میں شروع ہی میں انگریزوں سے چپقلش ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ برما سے معاہدہ کرتے وقت انگریزی سفارت خانے کا ایک آدمی چینیوں نے مار ڈالا جس کے بدلے میں چینی حکومت نے سارے ملک میں انگریزوں کے باحفاظت سفر کی ذمہ داری لی۔ دو لاکھ طیل[1] جرمانہ دیا اور اپنا ایک وفد انگلستان بھیج کر معافی مانگی۔

کوریا میں بھی بڑی گڑبڑ ہو رہی تھی۔ چینی حکومت اس کی طرف سے بالکل بے فکر تھی اور جھگڑے میں پڑنا نہ چاہتی تھی۔ لیکن وہاں غیر اقوام اپنے اپنے نقصان کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ فرانسیسیوں کے چند پادری مر گئے تھے۔ جاپانیوں کی تجارت کو نقصان ہوا تھا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ جاپان فوجیں لے کر چڑھ آیا مگر لی ہنگ چانگ نے مصالحت کر لی اور طے یہ پایا کہ کوریا آیندہ کے لئے آزاد سمجھا جائے اور چینی یا جاپانی اپنی افواج بغیر اطلاع کئے وہاں نہ بھیجیں۔

ادھر فرانس نے کوچین چینی۔ کمبوڈیا اور سائیگون میں عمل دخل جمانا شروع کیا اور شاہنشاہ سے بات تک نہ پوچھی اس کا یقینی نتیجہ جنگ تھا جس میں چینیوں نے خوب ہمت سے کام لیا اور فرانسیسیوں کو مجبور کر دیا۔ اس وقت انگریزوں نے بیچ بچاؤ کر کے معاہدہ کرا دیا۔ جس کی رو سے فرانسیسیوں کو کچھ

---

(۱) چینی سکہ۔

مراعات مل گئیں۔ اس لڑائی کے بعد چین نے پہلی بار اپنی بحری طاقت بنائی اور مضبوط کی۔ ۱۸۸۹ء میں شاہنشاہ کی شادی ہوئی اور اس کے بعد سے ملکہ کی دوسری بار کی مدارالمہامی ٹوٹی۔ کوریا کا فتنہ ابھی دبا نہ تھا۔ جاپانی چند در چند وجوہ سے اپنا حق جمانے پر تلے ہوئے تھے کہ بدقسمتی سے عہد نامے کے خلاف چینی فوجیں بغیر اطلاع کوریا کے محاذ پر پہنچ گئیں۔ جاپان نے اس کو بہانا بنا کر فوراً حملہ کر دیا۔ (۱۸۹۴) اور چند ہی مہینوں میں قلعہ پر قلعہ فتح کرتے ہوئے پیکن تک پہنچ گئے، تو مجبور ہو کر چینیوں نے صلح کر لی جسکی رو سے کوریا کی مکمل آزادی تسلیم کی گئی۔ جزیرہ نما لیاؤطنگ، فارموسا اور پکاڈوریس اور بیس کرور طیل جاپانیوں کو دے گئے۔ اور پانچ مزید بندرگاہیں تجارت کے لئے کھولدی گئیں، لیکن جرمنی روس اور فرانس چینیوں کے ہمدرد بن کر بیچ میں آگئے اور لیاؤطنگ کا جزیرہ نما مزید تین کرور طیل کے بدلے چینیوں کو واپس دلوادیا اس سے مطلب خود اپنا فائدہ تھا کیونکہ اس ہمدردی کے بدلے میں یہ تینوں اور بعد کو انگریز بھی دو دو چار چار بندرگاہیں دبا بیٹھے۔ جاپان سے لڑائی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ چینیوں کی کمزوری پوری پوری ظاہر ہوگئی۔ اور اس سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے مغربی قومیں عجلت کے ساتھ چین کے حصے بخرے کرنے پر آمادہ ہوگئیں۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۹ء میں بقول مسٹر براؤن "چین کے تین ہزار میل لمبے ساحل میں کوئی ایک بھی بندرگاہ ایسی نہ رہی جو غیروں کے قبضے میں نہ ہو اور جہاں چینی خود اپنے جہاز بغیر اغیار کی اجازت رکھ سکیں۔"

مغربی طریقۂ جنگ۔ اسلحہ اور علم کا اثر ہونا لازمی تھا۔ چینیوں میں سے بعض کا خیال تھا کہ جب تک ان طریقوں کی پیروی نہ کی جائے گی ملک کو ترقی

ہونا معلوم ہوا اس لئے انہوں نے شاہنشاہ کو بھی صلاح دینی شروع کی۔ وہ خود بھی انقلابی اصلاحات کا قائل تھا، لیکن یہ صورت یوآن شی کائی اور معمر ملکہ کو پسند نہ تھی کیونکہ ان کا یقین تھا کہ اگر مغربیت کی اس قدر تقلید کی گئی تو ملک تمامتر مغربیوں کا ہی ہو رہے گا۔ اس لئے ملکہ نے اب تیسری بار عنانِ حکومت سنبھالنے کا ارادہ کیا۔ اور ۱۸۹۸ء میں شاہنشاہ کے صلاح کاروں کو قتل اور خود شاہنشاہ کو قید کر کے پھر تیسری دفعہ مدارالمہام بن گئی۔ اور ۱۹۰۸ء تک جمی رہی۔ ملکہ کے خیالات اغیار کے خلاف اور زیادہ ہوتے ہی چلے جاتے تھے۔ اس کو پختہ یقین ہو گیا تھا کہ یہ غیر ملکی سارے ملک پر دانت رکھتے ہیں اور موقعہ کے منتظر ہیں۔ اس لئے اس نے غیر ملکیوں کے نکالنے کی یہ تدبیر کی کہ خفیہ جماعتوں کو غیر ملکیوں کے خلاف کر دیا۔ اب تک یہ جماعتیں منچوؤں کے خلاف تھیں۔ لیکن ملکہ نے ان کو غیروں کا خدشہ سمجھایا۔ ان میں سے ایک جماعت نے جس کا نام "منصف مکّے باز" تھا بڑے جوش سے اس نئی تجویز کا خیر مقدم کیا۔ ان مکّے بازوں کی تعداد لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی گئی، اور غیر ملکیوں کی مخالفت نہایت تیزی سے سارے ملک میں پھیل گئی۔ جس کا آخری نتیجہ پادریوں وغیرہ کا قتل عام کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہی مکّے بازوں کی بغاوت کہلاتی ہے۔ عیسائیوں کا بیان ہے کہ کُل ملا کر ۱۰۷ پادری ۵۳ بچے اور ۹ عورتیں اس میں مارے گئے۔ مکّے بازوں نے آگے بڑھ کر پیکن میں جون ۱۹۰۰ء میں غیر ملکی سفارت خانوں کا محاصرہ کر لیا۔ اور جاپانی اور جرمن سفیر کو قتل کر دیا۔ اس محاصرے کے دوران میں جو ۶۴ دن قائم رہا چینیوں میں اختلاف ہو گیا۔ غیر ملکیوں کے موافق اشخاص کا زور بھی برابر بڑھ رہا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ محاصرے کی لڑائی کبھی بھی یکدلی اور سچائی سے نہ لڑی گئی۔ اس اثنا میں جرمن، جاپانی فرانسیسی، انگریز، امریکن اور روسی متحد فوجیں پیکن پر چڑھ آئیں اور سفارت خانوں

کو محاصرے سے چھڑا لیا۔ ساتھ ہی ملکہ معہ اپنے صلاح کاروں کے پیکن چھوڑ کر چلی گئی۔ پیکن کی فتح کے بعد جو اتحادی فوجوں نے کشت وخون اور لوٹ مار شہر میں جاری رکھا ہے وہ اس قدر ہولناک تھا کہ مکے بازوں کی بغاوت اور چینیوں کی مشہور سفاکیاں اس کے آگے ماند پڑ گئیں۔ اور پھر یہ پیکن ہی میں نہ تھا بلکہ قرب وجوار کے سارے شہروں پر بھی آفت آئی۔ خواہ اس میں مکے بازوں کا گذر بھی نہ ہوا ہو قتل غارت، بے عصمتی، لوٹ اور تذلیل کی یہ انتہا تھی کہ صرف ایک شہر ٹنگ چو ہی میں (جہاں شہر والوں نے بغیر مزاحمت اپنے آپ کو فاتحین کے حوالے کر دیا تھا) اپنی عزت بچانے کے لئے ۵۷۰ شریف عورتوں نے خودکشی کر لی یہ قتل عام کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔ بہزار دقت سب سے پہلے جاپانی فوجوں میں ضبط ونظام ہوا پھر امریکہ اور انگلستان کی فوجوں میں۔ جنگ کے بعد چین کو جرمنی اور جاپان وفد بھیج کر سفیروں کے قتل کی معافی مانگنی پڑی۔ اور ۴۵ کروڑ طیل ہرجانہ دیا۔ روس نے اس ہرجانے کے علاوہ منچوریا پر قبضہ کر لیا۔ اور اس سلسلے میں بلاگو دسٹا چینکس میں جو دریائے امور پر واقع ہے چینیوں پر سخت مظالم توڑے ہزاروں عورت مرد بچوں کو خنجروں اور تلواروں کی نوکوں سے ہکا ہکا کر دریا میں ڈبو دیا۔

روس کا منچوریا پر قبضہ ساری دوسری طاقتوں کو ناگوار گذرا۔ یہاں تک کہ جاپان نے ۱۹۰۴ء میں روس پر حملہ کر دیا اور ۱۹۰۵ء میں لیاؤ ٹنگ اور منچوریا کو اپنے زیر اثر لے لیا۔ چین اس لڑائی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ قومیت آزادی، عزت سب کے لئے یہ ضروری تھا کہ اپنا جائزہ لیا جائے اور اصلاح کی جائے۔ قوم کو زندہ کرنے کا سوال سامنے آگیا۔ اور ان خیالات کا بیج چینیوں کے دلوں میں پڑ گیا جو آیندہ چل کر انقلاب کا باعث ہوئے۔ خود ملکہ ہی نے

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک ہیں کئی ایک اصلاحات منظور کرلی تھیں لیکن قوم کی بڑھتی ہوئی امنگوں کے سامنے یہ اصلاحات امیدوں سے کم تھیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اسی لئے نومبر ۱۹۰۸ء میں مقید شاہنشاہ اور تاتاری شان کی آخری زبردست ہستی یعنی ملکہ مدارالمہام ایک دن کے آگے پیچھے سے ختم کردیئے گئے یوں کرنے کو تو ان دونوں کے مرنے کے فوراً ہی بعد متوفی شاہنشاہ کا بھتیجہ جو ابھی بچہ ہی تھا تخت پر بٹھادیا گیا، لیکن حالات نہایت سرعت کے ساتھ بدل رہے تھے۔ منچو خاندان کے خلاف جو جماعتیں تھیں وہ پھر مصروف تھیں۔ ادھر آزاد خیال اور ترقی کے دلدادہ جمہوریت، پارلیمنٹ، انتخاب، آزادی رائے، نمایندگی وغیرہ وغیرہ پر زور دے رہے تھے۔ یوں تو چین جیسے قدامت پرست ملک میں جہاں کا سارا دستور ہی خاندانی نظام پر مبنی ہو جمہوریت بالکل ناقابل یقین چیز ہے لیکن فوری طور پر یہ نئی چیزیں بھی منچو بادشاہت کے خلاف پڑتی تھیں اس لئے خفیہ جماعتیں بھی اس نئی تحریک میں شریک ہوگئیں۔ انقلاب کے سلسلے میں ڈاکٹر سن یٹ سین کا نام سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔ وہ ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے اور جزائر ہوائی میں انگریزی کی تعلیم پائی۔ چین میں آکر انہوں نے منچو کے خلاف کام کرنا شروع کیا۔ اسی لئے ۱۸۹۶ء میں چین چھوڑنا پڑا اور یہاں سے جاکر امریکہ و انگلستان میں اپنے مقصد کی وکالت کرتے رہے۔ ۱۹۰۴ء میں جاپان میں انہوں نے منچوؤں کے تمام مخالفین متحد کرکے انقلاب کا کام نکالا۔ انقلاب اصل میں ۱۹۱۱ء میں ستمبر میں ہوا۔ اس کی فوری وجہ تو یہ تھی کہ یہ قوم پرست اس قرضے کے سخت خلاف تھے جو حکومت چار غیر اقوام سے لے کر ریل وغیرہ نکالنے میں خرچ کرنا چاہتی تھی۔ یہ ان کے نزدیک ملک کو گروی رکھ دینے کے مترادف تھا۔ چنانچہ جنوب میں مخالفت شروع ہوئی اور دو ہی مہینوں میں سارا

جنوب انقلابیوں کا ہو گیا۔ اس وقت جنوب میں ڈاکٹر سن یٹ سین کے علاوہ چین کی دوسری بڑی ہستی شمال میں شاہنشاہ کی طرف یوآن شی کائی کی تھی۔ یوآن نہایت گہرا دوربین اور ہشیار آدمی تھا۔ اس نے انقلابیوں کا زور صحیح طور پر سمجھ لیا۔ اور ڈاکٹر سن کی دعوتِ صلح قبول کر لی۔ دسمبر ۱۹۱۱ء میں شانگھائی میں گفتگو ہوئی اور ۷ فروری ۱۹۱۲ء کو شاہنشاہ نے تخت سے دست برداری لکھ دی۔ یہ سارا کام بغیر ایک قطرہ خون گرائے مکمل ہو گیا۔ اس عہد نامے کی بموجب شاہنشاہ اور اس کے سارے خاندان کو معقول وظائف دیئے جانا منظور کئے گئے اور یہ اعلان کیا گیا کہ پانچوں خاندان، یعنی چینی۔ منچو۔ منگول مسلمان اور تبتی بالکل مساویانہ طور پر ملک میں رہا کریں گے۔ ڈاکٹر سن یٹ سین نے اپنی بے غرضانہ خدمات کا یہ ثبوت دیا کہ مجلس مشورۃ کی صدارت بذاتِ خود یوآن شی کائی کے سپرد کر دی۔

۶
چینی جمہوریت

۱۲؍ فروری ۱۹۱۲ء کو شاہنشاہ کو علیحدہ کر دیا گیا اور یُوان شی کائی صدر ہو گیا۔ مارچ ۱۹۱۲ء میں ایک عارضی نظام بنایا گیا، لیکن جمہوریت اس قدر سرعت سے اور یکلخت قائم ہوئی تھی کہ اس میں استقلال ہونا مشکل تھا۔ عوام کو اس زبردست تبدیلی کا پوری طرح احساس بھی نہ تھا۔ غیر ملکیوں کو یہ نایاب موقع ہاتھ لگا اور انہوں نے اور زیادہ دخل دینا شروع کر دیا۔ ان مختلف حالات کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چین میں غیر ملکی اثر کی تاریخ کا اعادہ کر لیا جائے۔

چین اور غیر ملکی

شروع میں چین کی طرف سے غیر ملکیوں پر کوئی بندشیں نہ تھیں، لیکن مغربی قومیں جو سترھویں صدی عیسوی میں یورپ سے اُبل اُبل کر دنیا پر چھا رہی تھیں انکا مقصد محض تجارت اور بھائی چارہ نہ تھا۔ بلکہ وہ ملک گیری اور غلبہ چاہتی تھیں۔ مشرقی قوموں کا ستارۂ عروج غروب ہو چکا تھا۔ مصر و چین ہندوستان و ایران کی تہذیبیں خوابیدہ تھیں۔ عربوں اور تاتاریوں کا طبل جنگ خاموش ہو چکا تھا۔ اس وقت یورپ اٹھا اور افریقہ ایشیا۔ آسٹریلیا اور امریکہ پر چھا گیا۔ چین میں اولاً پرتگیزی آئے اور امن پسند عرب تاجروں کو ختم کر کے کانٹن پر تسلط کر لیا۔ اور یورپی قومیں بھی جلد ہی آنے لگیں اور اپنی طاقت کے زعم میں چینی حکومت، چینی قانون اور رعایا کو کچھ نہ گردانا۔ آخر ان حرکتوں سے تنگ آ کر ۱۷۵۷ء میں حکومت نے اغیار کے لئے "دور باش" کا مسلک اختیار کیا اور سوائے کانٹن اور مکاؤ کے اور

ہر جگہ ان کو تجارت کرنے سے ممانعت کردی۔ اس پر بھی عیسائی پادریوں نے کنفیوشس کی تضحیک نہ چھوڑی اور چینی قانون کی طرف سے بے پروائی برابر جاری رہی[1]۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ یورپی طاقتوں کو اپنی جنگی قوت پر ناز تھا۔ اور ہر ایک طاقت اپنی حکومت اور اپنا اثر بڑھانے پر تلی ہوئی تھی۔ آزادانہ تجارت کی حمایت، مظلوم اور بے کس رعایا کی طرفداری۔ تہذیب اور تعلیم کی ترویج، امن کا قیام یا پھر ہتک یا کسی جانی[2] یا مالی نقصان کا انتقام ان میں سے کسی کو وجہ بنا کر جنگ چھیڑ دی جاتی تھی اور اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا لیا جاتا تھا۔

۱۸۶۰ء میں اتحادیوں سے جنگ کے بعد جو عہد نامہ نانکن ہوا اس کے ذریعہ چین نے وہ سب کچھ کھو دیا جس کے معنی خودداری اور آزادی کے

---

(۱) ۱۸۸۲ء میں ایک غیر ملکی جہاز Topaz کے ملازمین نے دو چینیوں کو مار ڈالا۔ چینی حکومت نے انتہائی کوشش کی لیکن غیر ملکیوں نے نہ مجرموں کو چینیوں کے حوالے کیا نہ خود سزائیں دیں۔

(۲) "جانی نقصان" اکثر و بیشتر تو پادریوں کے قتل کی صورت میں ہوتا تھا۔ اور انہی کا خون بہا سب سے زیادہ اہم بھی تھا۔ کوریا میں عیسائیوں کے ایک خاص فرقے کے دو پادری مارے گئے۔ یہ لوگ جرمنی کے باشندے تھے۔ لیکن یہ اس فرقے سے تعلق رکھتے تھے جس کو جرمنی حکومت نے ملک بدر کردیا تھا۔ لیکن اب بہانہ ہاتھ آیا جرمنی نے چین سے ان کے خون بہا کا مطالبہ کردیا اور ان کے عوض پورٹ آرتھر دبا بیٹھے۔ یورپ کی دیکھا دیکھی جاپان نے بھی اپنے بدھ سادھو بنا بنا کر چین میں بھیجنے شروع کئے تاکہ وہ بھی اپنا قیمتی خون وہاں گرائیں اور ملک پرستی کا ثبوت دیں۔

ہو سکتے ہیں۔ یوں کہنے کو صرف تین چیزیں غیروں کو دی گئیں۔ لیکن اس کے بعد پھر چین کے پاس کچھ نہ بچا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

۱۔ غیر ملکیوں کے مخصوص حقوق[1]: اس کے ماتحت غیر ملکی چینی قانون سے بری ہو گئے۔ چینی حکومت غیر ملکیوں پر کسی جرم پر بھی مقدمہ چلا ہی نہیں سکتی۔ غیر ملکیوں کا مقدمہ محض ان کے اپنے ہی ججوں کے سامنے ہو سکتا ہے۔ اور ان کی سزا وغیرہ بھی اپنے ممالک کے قانون کے ماتحت اپنے ججوں کی رائے سے ہو سکتی ہے۔ چین میں خواہ کسی جگہ کوئی غیر ملکی کسی قسم کا جرم کرے اس کا مقدمہ غیر ملکی عدالتوں ہی میں ہو سکے گا۔ خواہ مدعی یا مدعا علیہ چینی ہو، یا چینی حکومت اسی طرح غیر ملکیوں پر چینی ٹیکس یا چنگی کا عمل درآمد نہ ہو گا۔ شانگھائی کا ایک حصہ غیر ملکیوں کے بسنے اور ان کی عدالتوں وغیرہ کے لئے دے دیا گیا تھا۔ یہی "بین الاقوامی آبادی" کہلاتی ہے۔ شروع میں یہ ۴۷۰ ایکڑ رقبہ تھا لیکن اب ۵۵۸۴ ایکڑ ہو گیا ہے۔ اس کی کل آبادی نو لاکھ چھپن ہزار ہے۔ جن میں نو لاکھ ۳۰ ہزار چینی ہیں۔ اسی طرح کل بلدہ کے ٹیکس کا ۸۰ فی صدی بھی چینی ہی دیتے ہیں۔ لیکن ان کو مجلس بلدہ کی ممبری تو الگ رہی اس کے انتخاب کے لئے رائے تک دینے کا حق نہیں ہے۔

۲۔ مالیاتِ ملک پر قبضہ: ۱۸۴۳ء اور اس کے بعد کے معاہدوں کے ذریعہ چین میں اشیاء کی درآمد پر محصول بلا تخصیص جنس ہمیشہ کے لئے قیمت کا ۵ فی صدی مقرر کر دیا گیا[2]۔ اور اس کو بڑھانے کا چین کو کوئی اختیار نہیں رہا

---

(۱) *Extra-territoriality*.

(۲) دوسرے ممالک میں درآمد پر محصول بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور مختلف (بقیہ صفحہ ۲۰۳ پر)

اسی کے ساتھ برآمد پر بھی زیادہ سے زیادہ پانچ فی صدی ہی ٹیکس کی اجازت دی گئی۔ درآمد کے محصول کے علاوہ اندرون ملک میں ایک اور ٹیکس ہوتا ہے جسے چین میں لی کن کہتے ہیں (۳)۔ یہ چینی یا غیر چینی سب کو دینا پڑتا تھا۔ لیکن محصول درآمد مقرر ہونے کے بعد غیر ملکیوں نے لی کن دینے سے انکار کر دیا۔ اور وہ اس سے بری سمجھے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تخصیص کی وجہ سے ملکی تاجر غیر ملکیوں کا کبھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ درآمد کے محصول عائد کرنے میں بھی یہ ستم ظریفی کی گئی کہ اشیار کی قیمت جو ۱۸۵۸ء میں خود غیر ملکیوں ہی نے اصل قیمت کو بہت کم کر کے مقرر کی تھی وہ بغیر تبدیلی نصف صدی سے زیادہ تک قائم رہی گو اس زمانے میں اشیا کی قیمتیں بہت چڑھ گئی تھیں حسب بالا عہدناموں کے کچھ ہی عرصے بعد چین کو اور لڑائیاں لڑنی پڑیں اور ان سب کے اخراجات اور ہرجانے کی رقم اس قدر ہو گئی کہ حکومت کو غیر ملکیوں سے قرضہ لینا پڑا جس کی ضمانت میں درآمد کا محصول اور نمک کا محصول غیر ملکیوں کے ہاتھ رہن رکھ دینا پڑا۔ پہلے انگلستان۔ فرانس، جرمنی، امریکہ نے ایک متحدہ مجلس قائم کی جس نے چین کو قرضہ دینا شروع کیا۔ پھر ۱۹۱۲ء میں روس اور جاپان بھی اس سمجھوتے میں شریک ہو گئے

(صفحہ ۲۰۲ کا بقیہ) قسم کی اشیار پر مختلف شرح ہوتی ہے اشیار خوردنی وغیرہ مثلاً اناج وغیرہ پر کم اور سامان عیش و نشاط مثلاً شراب۔ سگرٹ۔ موٹر وغیرہ پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ ملک کی آمد کا بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اسی سے اپنے ملک کی تجارت کو خاطر خواہ قابو میں لایا جا سکتا ہے مثلاً جاپان میں چینی تمباکو پر شرح محصول درآمد قیمت کا تین سو پچاس فی صدی ہے۔

(۳)۔ ہندوستان میں اس کو Municipal terminal tax یا چنگی کہتے ہیں۔

اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ چین پر غیر ملکیوں کی گرفت اور مضبوط ہو جائے، ورنہ اصل بات تو یہ تھی کہ جاپان اور روس جس وقت اس مجلس میں شریک ہوئے اس وقت خود ان کی حکومتیں بے حد مقروض تھیں۔ ۱۹۱۲ء کے انقلاب[1] کے بعد سے چین کو بہت قرضے کی ضرورت پڑی۔ یہ قرضہ یا ہرجانہ ادا کرنے کیلئے لیا جاتا تھا یا صنعتی ترقی کے لئے اور یا حکومت کے انتظامات کے لئے۔ ظاہر ہے کہ تینوں خصوصاً آخری دو صورتوں میں ملکی معاملات میں قرضخواہ کا کس قدر عمل دخل ہو جائے گا[2]۔ پھر یہ قرضہ بھی ایک طرح سے بالجبر دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ اس بات سے ظاہر ہے کہ واشنگٹن کانفرنس (۱۹۲۱ء) میں جب چین نے جاپان کا ایک قرضہ ادا کرنا چاہا تو جاپان نے واپس لینے سے انکار کر دیا کیونکہ درآں صورت جاپان نے جو شان ٹنگ میں "حقوق" جما رکھے تھے ان سے دست بردار ہونا پڑتا تھا دیگر عہد ناموں میں بھی یہ شرط شامل ہے کہ بلا منظوری قرضخواہ قرضے نہیں چکائے جا سکتے۔ یہ بھی عہد ناموں کے ذریعہ طے ہو گیا ہے کہ چین بجز اس مجلس کے کسی اور سے قرضہ نہ لے سکے گا ۱۹۱۲ء میں انگلستان کی کرسپ اینڈ کمپنی نرم شرائط پر چین کو حسب ضرورت قرض دینے پر تیار تھی، لیکن غیر ملکیوں نے اس کی اجازت نہ دی اور بالآخر چین کو اسی متحدہ مجلس سے روپیہ قرض لینا پڑا۔ پھر

---

(۱) ۱۹۱۲ء تک چین میں شاہنشاہیت تھی اس کے بعد جمہوریت قائم ہو گئی۔

(۲) مثال کے طور پر کانوں اور ریلوں کو لے لیجئے بہت سے قرضے ان دو صنعتوں کے ابھارنے کے لئے بھی لئے گئے۔ چنانچہ لوہے کی بڑی کانیں کل پانچ ہیں اور ان میں سے چار کم و بیش عملاً جاپانیوں کے ہاتھ میں ہیں اور صرف ایک چینیوں کے پاس۔ اسی طرح ریلوے۔ دیکھئے صفحہ ۱۱

ایک اور دقت یہ ہے کہ چین میں چاندی کا سکّہ رائج ہے، اور یہ تمام قرضے سونے کے حساب سے دیئے گئے ہیں۔ اس طرح بھی شرح تبادلہ کا نقصان چینیوں کو اُٹھانا پڑتا ہے۔ جنگ عظیم کے بعد وہ پہلی قرضہ دہندہ مجلس ختم ہوگئی، لیکن ۱۹۲۰ء میں امریکہ کی تجویز پر امریکہ، انگلستان، فرانس اور جاپان نے پھر ایک نئی مجلس بنالی۔ شروع شروع میں جاپان راضی نہ ہوتا تھا۔ لیکن "منچوریا" میں اس کے "خاص حقوق" تسلیم کر لینے کے بعد وہ بھی شریک ہوگیا۔

حسب بالا مختصر سے بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ چین کس طرح اغیار کے پنجے میں ہے۔ چینی حکومت کی آمدنی زمین کے لگان، نمک کے محصول، درآمد کے محصول، برآمد کے محصول، افیون کے محصول اور لی کن پر منحصر ہے۔ یہاں انکم ٹیکس، اسٹامپ وغیرہ کچھ نہیں۔ آمد کی مدّات میں زمین کا لگان کم و بیش مستقل چیز ہے، بلکہ آئے دن کی بے چینیوں اور کسانوں کی احتجاج کی وجہ سے اس میں معتد بہ کمی ہو رہی ہے۔ افیون کے متعلق حکومت کی سخت کوشش ہے کہ یہ تجارت ہی ختم ہو۔ گویا یہ مد بھی کم ہو رہی ہے اور جلد ہی ختم ہو جائے گی برآمد پر ۵ فی صدی سے زیادہ ٹیکس نہیں لگا سکتے۔ اور اس کے علاوہ بھی برآمد پر ٹیکس لگانا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنا ہے۔ نمک اور درآمد کا ٹیکس بھی مقرر ہے اور اغیار کے ہاتھوں میں ہے۔ لی کن کو زیادہ کرنے سے اندرونی تجارت ختم ہو جانے کا ڈر ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ غیر ملکیوں پر یہ محصول لگ نہیں سکتا۔ گویا اس کو بڑھانے سے ملکی تاجر ختم ہو جائے گا، اور محصول صفر رہ جائے گا۔ اس کے مقابلے میں نئی حکومت کے قیام کے سارے اخراجات ملک کی ترقی کی تدابیر اندرونی اور بیرونی سازشوں اور حملوں سے حفاظت یہ سب روپیہ چاہتے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ موجودہ صورت میں تو چینی ہمیشہ ہمیشہ

محتاج رہے گا۔

۴۔ غیروں کے مذہب کی آزادی بلکہ اسکی عزت اور اولیت: ۱۸۶۰ء کے عہدنامے میں فرانسیسیوں کے جعل کی بنا پر[1] پادریوں نے جھوٹے سچے دعوے شروع کر دئے۔ برسوں قرنوں کی بنی بنائی عمارتوں کو یہ کہہ کر تڑوا دیا گیا کہ یہاں پہلے گرجا تھا اور یہ زمین ہمیں واپس ملنی چاہیئے۔ اس سے جو کچھ زک حکومت کی خودداری کو پہنچی وہ ظاہر ہے۔ پادریوں کے اس طرح ملک پر چھا جانے سے چینیوں کو اور نقصان بھی پہنچے۔ چینی سوسائٹی میں تفریق ہو گئی۔ نو عیسائیوں کے نزدیک اجداد پرستی گناہ عظیم ٹھیری۔ اور پرانے چینی اس کو اہم ترین عبادت سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ پادریوں نے جو کتابیں چینیوں کے متعلق لکھی ہیں۔ وہ تعصب اور سیاست کی وجہ سے سخت گمراہ کن ہیں۔ اور چینیوں کے متعلق بہت ہی خراب قسم کی معلومات بہم پہنچاتی ہیں اس طرح بین الاقوامی طور پر چینی عزت اور خودداری کو بڑا دھکا لگا ہے[2]۔

---

(۱) ۱۸۵۷ء سے ۱۸۶۰ء تک انگلستان، فرانس، امریکہ اور روس نے متحدہ طور پر چین کے خلاف جنگ کی اور جب چین کو بالکل پامال کر لیا تو اپنے من مانے شرائط صلح پیش کیے جس پر چین کو دستخط کرنے پڑے۔ فرانسیسیوں نے اپنے معاہدے میں جعل کر کے دو فقرے بڑھا دئیے کہ عیسائی پادریوں کو تمام چین میں تبلیغ کی اجازت ہو گی اور گذشتہ ضبط شدہ جائدیں ان کو بلا معاوضہ واپس دی جائیں گی۔

(۲) ۔جن بعض اشخاص نے چینی تہذیب وغیرہ کی تعریف بھی کی ہے۔ اس کا بھی مقصد سیاسی ہے۔ بقول آنریبل مسٹر برٹرینڈ رسل "وہ تمام دول جو چین سے مادی طور پر انتفاع چاہتی ہیں وہاں کی پرانی تہذیب اور قدامت پرستی کی بہت تعریف کرتی ہیں اور ترغیب دیتی ہیں کہ چین اسی ماحول میں مگن رہے۔ اور ترقی نہ کرنے پائے" (از مسئلۂ چین

چین میں غیر ملکی مسئلہ کے اس مختصر سے بیان کے بعد ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ اب ایک عرصے سے اور خصوصاً ۱۹۱۲ء کے انقلاب کے بعد سے چین کی تاریخ کے نشیب و فراز کی ذمہ داری ملکیوں سے زیادہ غیر ملکیوں پر رہی ہے۔ مارچ ۱۹۱۲ء میں ایک عارضی نظام بنایا گیا اور یوآن شی کائی صدارت کے فرائض انجام دینے لگا۔ لیکن یوآن صرف صدارت سے مطمئن نہ تھا۔ اس کا مطمح نظر اپنی شاہنشاہیت تھی یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جمہوریت کا پہلا صدر بھی غدار ہو۔ یوآن نے غیر ملکیوں سے خفیہ معاہدے کرنے شروع کئے۔ سب سے زیادہ ضرورت روپیہ کی تھی اور روپیہ ہونے کی صورت میں پھر اندرونی مخالفتوں کا دبانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اس لئے یوآن نے برطانیہ فرانس روس جرمنی اور جاپان کی متحدہ مجلس سے ایک زر کثیر قرضہ لے لیا۔ اس کے اس فعل میں مجلس مشاورت شامل نہ تھی۔ یہ قرضہ حکومت کی آمدنی کی ضمانت پر لیا گیا تھا اور اس حساب میں نمک کا محصول غیر ملکیوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر سن یٹ سین کی جماعت عوام کومن طانگ جو اصلیت میں انقلاب کا باعث ہوئی تھی اس قرضہ پر بہت بگڑی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر سن یٹ سین نے فوجی مداخلت بھی کرنی چاہی۔ لیکن اس میں یوآن کا نیا لیا ہوا روپیہ اور غیر ملکی رفیق کام آئے اور ملک پرست کومن طانگ کو دبا دیا گیا۔ ۱۹۱۳ء میں یوآن شی کائی نے کومن طانگ کو خلاف قانون قرار دیا۔ اور ۱۹۱۴ء میں صوبجاتی مجالس مشاورۃ توڑ ڈالیں۔ اسی سال اس نے شاہنشاہی مندر میں مخصوص پوجا کی رسم بھی ادا کی جو محض شاہنشاہ ہی کر سکتا ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اسی سال اپنی شاہنشاہیت کا اعلان کر دے لیکن غیروں کے مطالب کے یہ بات موافق نہ تھی کہ خانہ جنگی کا فیصلہ اس آسانی سے ہو جائے اس لئے انہوں نے خصوصاً جاپان نے

اس کو نہ مانا۔ بلکہ کومن طانگ کے طرفدار ہو گئے۔ اُدھر یورپ میں جنگِ عظیم چھڑ گئی۔ اب اتحادیوں نے یہ کوشش شروع کی کہ کسی طرح چین بھی ان کی طرف ہو جائے اور اس کے بدلے یوآن شی کائی سے شاہنشاہیت کا وعدہ بھی کر لیا لیکن اس وقت چین کا اتحادیوں کے ساتھ مل جانا جاپان کے مفاد کے خلاف تھا اس لئے اس نے حکمتِ عملی، دباؤ اور مخالف جماعت یعنی کومن طانگ کو مدد دیکر چین کو شریک جنگ نہ ہونے دیا۔ اب حالات ایسے سقیم ہو گئے تھے کہ جون ۱۹۱۶ء میں یوآن شی کائی کی موت ملک کے لئے رحمت ثابت ہوئی۔ اس کے بعد لی یوآن ہنگ صدر منتخب ہوا۔ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۶ء تک کے عرصے میں اس طرف تو ملک میں مسلسل خانہ جنگی رہی اور ادھر منگولیا روس کے زیر اثر آ گیا اور تبت برطانیہ کی ہمت پر آزاد ہو گیا۔ ۱۹۱۴ء سے یورپی قومیں خود اپنے ہی جھگڑے میں مشغول ہو گئیں تو چین میں جاپان کی بن آئی۔ ۱۹۱۵ء میں جاپان نے پیکن گورنمنٹ کو اپنے مشہور اکیس مطالبات پیش کئے جو انتہائی ذلیل کن اور سخت تھے اور جن کی رو سے ہر قسم کے تجارتی، سیاسی اور ملکی مفاد اپنے لئے محفوظ کر لئے گئے۔ ۱۹۱۶ء میں منچوریا کی حدود کے جھگڑے پر چین و جاپان میں جھڑپ بھی ہو گئی، لیکن ابھی وقت نہیں آیا تھا اس لئے جاپان دانستہ واپس ہٹ گیا۔ جنگِ عظیم کے معاملہ میں جس طرح جاپان نے چینی معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا ہے وہ اس کی حکمتِ عملی کی بہت کامیاب مثال ہے۔ چین کے اتحادیوں کے ساتھ ہو جانے سے جاپان کی مخالفت دو وجہ سے تھی جیسا کہ وائی کاونٹ آئی شی جاپانی وزیر کے بیان سے ظاہر ہے۔ اوّل تو جاپان کو یہ خطرہ تھا کہ اگر چین اتحادیوں کے ساتھ ہو گیا تو لڑائی کے بعد ان کی مدد سے ممکن ہے یہ میرے اثر سے نکل جائے اور دوسرے

"جاپان یہ ہرگز گوارہ نہیں کرسکتا کہ چین کی فوجیں منظم اور مضبوط ہو جائیں اور آج تو وہ اتحادیوں کے ساتھ جرمنی سے لڑیں اور کل خود ہمیں ہی نکال باہر کریں" جاپان کی خواہشات حتے المقدور پورا کرنے کی اتحادیوں کے پاس بہت معقول وجہ بھی۔ جاپان خود غیر جانب دار تھا۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ آخری وقت جس کی فتح ہوتی دیکھے اسی کے ساتھ ہو جائے، تاکہ مال غنیمت میں حصہ دار ہو سکے۔ جاپان کو یقین تھا کہ جرمنی جیتے گا۔ اور اسی لئے وہ اتحادیوں سے ملنا نہ چاہتا تھا۔ ادھر اتحادیوں کو یہ فکر تھا کہ کہیں جاپان جرمنی سے نہ مل جائے کیونکہ پھر مشرق کو وہ نہ بچا سکتے تھے۔ اسی لئے وہ جاپان کو محض غیر جانبدار رکھنے کے لئے اس کی ہر قسم کی خاطر داری کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ اس سے فائدہ اٹھا کر جاپان نے اتحادیوں سے ۱۹۱۷ء میں خفیہ معاہدوں کے ذریعہ یہ طے کر لیا کہ اتحادیوں کی فتح کی صورت میں چین میں جرمنی مقبوضات اور حقوق تمام و کمال جاپان کو مل جائیں گے اور اس کے علاوہ وہ بھی شمالی چین میں جاپان کے مخصوص اور مزید حقوق تسلیم کر لئے جائیں گے۔ جب تک یہ معاہدہ نہ ہو گیا جاپان ہرگز اس بات پر رضامند نہ تھا کہ چین اتحادیوں کا ساتھ دے اور ان کو اپنا ہمدرد بنالے۔ لیکن اس خفیہ معاہدے کے بعد سے پھر جاپان کو کوئی ڈر نہ رہا۔ اس موقعہ پر دو اور ایسی باتیں بھی ہو گئیں جن سے جاپان کا رہا سہا اعتراض بھی جاتا رہا۔ اول تو امریکہ جو اب تک غیر جانبدار تھا اب جرمنی کے مخالف ہو گیا اور اس کی کوشش سے اور اس کے ساتھ متعدد اور حکومتیں بھی جرمنی کے خلاف ہو گئیں اس سے فتح و شکست کا مسئلہ بھی مشتبہ نہ رہا۔ دوسرے امریکہ ہی کے کہنے پر چین میں بھی شرکت جنگ کا سوال اٹھا۔ وزیر اعظم طوآن چی جوئی شرکت کے موافق تھا لیکن صدر مخالف۔ یہ اختلاف

اس قدر بڑھ گیا کہ سارے ملک میں پھیل گیا۔ اس اختلاف کو بڑھانے میں بھی جاپان کا فائدہ تھا کہ اس سے چین کی قوت گھٹتی تھی۔ اس لئے اس نے وزیر اعظم کی طرف ہو کر شرکت جنگ کا اعلان کرا دیا۔ صدر نے وزیر کو علیحدہ کر دیا، لیکن بیرونی مدد کے زور پر وزیر طوآن نے بغاوت کی۔ ادھر صدر نے چانگ سُن کی مدد مانگی جس نے جون ۱۹۱۷ء میں معزول بادشاہ کو پھر سے تخت پر لا بٹھایا لیکن طوآن وزیر اغیار کی مدد سے فتحیاب ہوا اور پیکن فتح کر لیا۔ صدر کو روپوش ہونا پڑا۔ طوآن نے نیا صدر منتخب کر لیا۔ اب معاملہ صاف تھا۔ چنانچہ جاپان کی رضامندی سے طوآن نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا (اگست ۱۹۱۷ء) ادھر جاپان نے اتحادیوں کے طرفدار بن کر چین میں جرمن مقبوضات پر حملہ کر دیا اور ان سب کو دبا بیٹھا۔

طوآن کی بغاوت اور بعدہٗ فتح کا مقامی اثر بھی بہت ہوا۔ ممنوعہ کومن طانگ کے ممبر پھر ایکبار جمع ہوئے اور وزیر اعظم کے اس خود مختارانہ رویہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور ڈاکٹر سن یت سین کی صدارت میں ایک عارضی اور متوازی حکومت کانٹن میں قائم کر لی۔ اس نئی حکومت نے چاہا کہ غیر ملکی اس کو باقاعدہ اور چین کی اصلی حکومت گردانیں، لیکن ظاہر ہے کہ غیر ملکی بھلا ایسا کیوں کرتے۔

۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم کے اختتام کے بعد وارسائی امن کانفرنس میں چین بھی شامل ہوا اور فاتحین کی صف میں شامل ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ جنگ میں چین نے کوئی خاص مدد اتحادیوں کو نہیں پہنچائی[1]، لیکن یہی حال جاپان

---

(۱) چینیوں نے کوئی لڑائی نہیں لڑی۔ سوائے اس کے کہ بجیرہ چین میں (بقیہ صفحہ ۲۱۲ پر

کا تھا۔ وہ بھی محض انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخل ہوا تھا۔ امن کانفرنس میں فاتحین دونوں ہاتھوں سے مالِ غنیمت لوٹ رہے تھے۔ چین بے چارے نے کوئی نئی چیز نہیں مانگی بلکہ صرف یہ خواہش کی کہ چین میں جو جرمنی مقبوضات ہیں وہ واپس چین کو مل جائیں، اغیار کے حلقہ اثر میں نہ رہیں، جو ریلیں ڈاکخانے وغیرہ ملک میں موجود ہیں ان کا اختیار چینی حکومت کو ہی مل جائے لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا تھا۔ جرمنی مقبوضات جاپان کو ملے۔ صرف یہی نہیں بلکہ منچوریا میں اس کے خاص حقوق تسلیم کئے گئے ریل و ڈاکخانے کے مطالبہ کو یہ کہہ کر ٹال دیا گیا کہ ان چیزوں کا امن کانفرنس سے کوئی تعلق نہیں۔ غرضیکہ فاتحین میں ایک صرف چین ہی تھا جو بجائے فائدے کے اور الٹا کھو بیٹھا۔ اسی زمانے سے چین میں جاپان کے خلاف سخت نفرت پیدا ہوگئی اور اسی وقت سے اسے اپنے مخلص دوست یعنی امریکہ کی ہٹ دھرمی کا بھی پتا چل گیا۔ سب کے بدلے چین کو یہ حق دیا گیا کہ وہ مجلس اقوام (لیگ آف نیشن) کا ممبر ہو سکے گا اور بڑے زور شور سے یہ کہا گیا کہ یہ ایسی عزت افزائی ہے کہ جس پر چین جتنا بھی خوش ہو کم ہے۔(۱)

صفحہ ۲۱۱ کا بقیہ) جو جرمن جہاز تھے انکو ضبط کرکے اتحادیوں کے حوالے کر دیا۔ اسکے علاوہ ایک لاکھ پچھتر ہزار چینی مزدور فرانس اور میسوپوٹیمیا میں کیمپ میں کام کرتے رہے۔

(۱) گو بعد کے واقعات بتاتے ہیں کہ یہ بھی چین کے لئے کچھ فائدہ مند چیز ثابت نہ ہوئی ۱۹۲۶ئہ میں (اور اسی سال چین ممبر بھی ہوا تھا) شہر وان سین پر جو مطلق بے اسلحہ اور بے فوج کے تھا گولہ باری کی گئی۔ پھر ۱۹۳۵ئہ میں جاپان نے مانچکاؤ دبا لیا، لیکن لیگ کوئی مدد نہ دے سکی۔

امن کانفرنس میں ناانصافی، جاپانیوں کی بڑھتی ہوئی دست بُرد، ڈاکٹر سن یٹ سین کی تعلیم اور زبان میں انقلابی اصلاحات اور پھر شانگھائی کی ہڑتال(۱) یہ ایسی چیزیں تھیں کہ کم از کم کچھ روز کے لئے تو تمام چین کو متحد کر دیا۔ اور سب نے مل کر قومی فلاح اور بہبودی کی طرف توجہ کرنی شروع کی چنانچہ واشنگٹن کانفرنس منعقدہ سنہ ۲۲-۱۹۲۱ میں چینیوں نے متفقہ طور پر وہی مطالبات پیش کیے جو امن کانفرنس میں کیے تھے اور یہ بھی چاہا کہ محاصل میں جو پابندیاں ہیں وہ توڑ دی جائیں اور چین کو اختیار ہو کہ وہ درآمد پر مناسب محصول لگائے۔ اس دفعہ کچھ یونہی سی اشک شوئی ہو گئی۔ ڈاکخانہ اور بعض ریلوں کا انتظام چینیوں کو دے دیا گیا۔ شان ٹنگ میں جاپانی اثر کم ہو گیا۔ اور محصول کے بارے میں گو پابندیاں وہی رہیں لیکن یہ طے ہو گیا کہ اب تک تو نمائشی ۵ فی صدی لیا جاتا تھا اب واقعی ۵ فی صدی دیا جائے۔

لیکن چین کی یہ متحد کیفیت قائم نہ رہ سکی۔ جاپانی اثر نے جلد ہی خانہ جنگیاں شروع کرا دیں۔ منچوریا کا چانگ سو لن(۲) اس کے کہنے پر ہر طرح لڑنے پر تیار تھا

---

(۱) شانگھائی میں ایک جاپانی کارخانے میں ایک بارہ سالہ بچی جو رات کی بارہ گھنٹے کی ڈیوٹی پر تھی، ذرا سی سستی پر جاپانی مستری نے بری طرح زد و کوب کیا۔ اس کی حمایت میں چینی مزدوروں نے ہڑتال کر دی اور مظاہرہ کیا جس پر پولیس نے گولیاں چلائیں اور کئی چینی طلبا مر گئے اس پر تمام ملک میں اشتعال پھیل گیا۔

(۲)۔ جاپان نے اس جنرل کو لاتعداد قرضہ اسی غرض سے دیا تھا، بلکہ اس کو ہر قسم کی مدد دے کر وہ چاہتا تھا کہ چانگ سو لن سب پر حاوی آ جائے اور دوبارہ بادشاہت قائم کر لے۔ اس صورت میں چین میں جاپان کا عمل دخل مکمل ہو جاتا۔ لیکن دوسری غیر ملکی

جنوب میں ڈاکٹر سن یت سین کی حکومت عارضی زندگی جی رہی تھی لیکن شمال کی حالت زدہ تھی۔ بالآخر ۱۹۲۱ء میں سو شی چانگ نے استعفیٰ دیدیا اور صدارت کے لئے دوبارہ لی یوآن ہنگ منتخب ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں غیر ملکی اثرات کی وجہ سے پھر شمال میں سخت قسم کی خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹر سن یت سین فیصلہ کرانے کی نیت سے پیکن گئے۔ لیکن بدقسمتی سے اسی مہینے کی بارہ تاریخ کو ان کا انتقال ہو گیا۔ لیکن اس واقعہ نے ان کو مہاتما بنا دیا، اور ملک ان کے پروگرام کو پورا کرنے کے لئے ٹوٹ پڑا۔ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ڈاکٹر سن یت سین کے پروگرام کا خاکہ ہدیۂ ناظرین کریں جسکو چینی الہام سے کم نہیں سمجھتے:

یہ پروگرام تین اصولوں پر قائم ہے اور وہ تین اصول یہ ہیں:۔

۱۔ وطنیت:۔ اس کے تحت میں اپنی قوم کو ابھارنا اور زندہ بنانا ہے تاکہ دیگر اقوام کے ہمسر ہو سکے۔

۲۔ جمہوریت: اس کے تحت میں دو چیزیں آتی ہیں:۔

(۱) انتظام حکومت:۔ اور اس کے پانچ شعبے ہیں:۔

(۱) مجلسِ قانون ساز

(۲) محکمہ عدالت

(۳) مجلس انتظامیہ

(صفحہ ۲۱۳ کا بقیہ) طاقتیں اس انتظام سے خوش نہ تھیں۔ وہ ایک اور گدّے کو تخت پر بٹھانا چاہتی تھیں۔ چانگ سو لن ۱۹۲۸ء میں ریل کے ڈبے میں بم پھٹنے سے ہلاک ہو گیا اور اس کا بیٹا چانگ سو لیانگ اس کا جانشین ہوا۔ لیکن جاپانیوں کی اس سے نہ نبھی۔

(۴) مجلس برائے تقرر ملازمین حکومت و امتحانات۔
(۵) مجلس برائے قیام امن و پولیس۔
(ب) تحفظِ حقوقِ عوام: جس میں۔ رائے، انتخاب، آزادی رائے، تقریر و تحریر، نمایندگی وغیرہ سب آتے ہیں۔
۳۔ اشتراکیت۔ اس کے تحت میں کسانوں اور مزدوروں کے معاشی حقوق کا قیام ہے تاکہ ان لوگوں کی حالت سدھر سکے اور قوتِ لایموت اور ضروریاتِ زندگی کا توڑھکانا ہو جائے۔ ڈاکٹر سن یٹ سین کا قول تھا کہ "ہمیں سرمایہ داری سے لڑنا نہیں ہے بلکہ ہماری لڑائی تو فاقہ اور قلت سے ہے۔"

ڈاکٹر سن یٹ سین کے انتقال کے بعد لوگوں میں ان کے پروگرام کو کامیاب بنانے کا غیر معمولی جوش پھیل گیا۔ اسی میں روس کے اشتراکی لیڈر خصوصاً بورو ڈن بھی آشامل ہوئے اور اس پروگرام کو حتے الوسع کامیاب بنانے میں مدد دینے لگے۔ گویا اب یہ ایک نئی کومن طانگ پیدا ہو گئی اس وقت اس کے کارپردازان میں مسز سن (اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر سن یٹ سین)، سن فو (فرزند ڈاکٹر سن یٹ سین)، ٹی۔ وی۔ سونگ (مسز سن کے بھائی) اور چانگ کائی شک (جن سے مسٹر ٹی۔ وی۔ سونگ کی بہن منکوح ہیں) تھے۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں جرنیل چانگ کائی شک[1] نے شمال پر حملہ کر دیا اور سب کو شکست

---

(۱) چانگ کائی شک کی فوجی تعلیم ماسکو میں ہوئی تھی۔ یہ شروع میں مسلمان تھے، لیکن انکی چوتھی شادی مسٹر ٹی وی۔ سنگ کی بہن سے ہوئی جس کے بعد سے عیسائی ہو گئے ہیں۔ مسٹر۔ ٹی۔ وی۔ سنگ چین میں مالیات کے ماہر اور بے انتہا امیر ہیں (بقیہ صفحہ دیگر پر)

وے کرپیکن کو من طانگ کا صدر مقام بنایا۔ مارچ ۱۹۲۷ء تک اس قومی سپاہ کو بہت سی کامیابیاں حاصل ہو چکی تھیں اور اغیار کا اثر کم ہو گیا تھا، لیکن بدقسمتی سے اس مہم میں بھی اتحاد قائم نہ رہ سکا۔ ۲۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو نانکن کی فتح پر فوج کی اشتراکی جماعت نے شہر میں اس طرح لوٹ مار مچائی کہ ان کے اتحادِ عمل کا نتیجہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور چانگ کائی شک کو مشترک جماعت سے الگ ہو کر اپنی جماعت الگ بنانی پڑی جس کا صدر مقام نانکن میں بنایا گیا یہیں سے چین اور روس کی مخالفت شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۲۷ء کی شانگھائی کانفرنس میں کو من طانگ نے روسی اشتراکیوں کے خلاف فیصلہ کر کے ان سے مقاطعہ کر لیا۔ اور بوروڈن کو نکال دیا گیا۔

کو من طانگ میں شروع ہی سے دو تاثرات کارفرما تھے۔ بعض تو مکملاً اشتراکی رنگ میں رنگے جا چکے تھے۔ یہ کسانوں اور مزدوروں کے طرفدار اور دولت کی مناسب تقسیم کے قائل تھے۔ اور بعض جمہوریت اور قومیت کے تو اسی قدر قائل تھے جتنا کہ اشتراکی لیکن یہ دراصل تجار اور دیگر متوسط درجے کی مخلوق کے نمایندے تھے۔ کسان اور مزدور سے ان کو کوئی خصوصیت نہ تھی اول الذکر پارٹی گویا روسی تجربہ کی مؤید تھی۔ اسی لئے جب مارشل چانگ کائی شک نے اس کی مخالفت کی اور کو من طانگ یا بالفاظِ دیگر سارے چین کو

(صفحہ ۲۱۴ کا بقیہ) انکی دولت اور صلاح ہی زیادہ تر مارشل چانگ کائی شک کی کامیابی کا راز ہے۔ ڈاکٹر سن یٹ سین کی وفات کے بعد خیال تھا کہ ڈاکٹر موصوف کا سب سے بڑا معتمد لیاؤ چنگ کائی ان کا خلیفہ مقرر ہو گا کیونکہ وہ اشتراکیوں کا بھی نمایندہ تھا۔ لیکن اس کے قتل کے بعد بوروڈن کی مدد سے چانگ کائی شک کو من طانگ کا صدر بنا دیا گیا۔

اس اثر سے پاک کرنا چاہا تو ملک کے تمام متوسط الحال اشخاص، تاجر، ساہوکار اور اہل کارخانہ کے علاوہ ماسوائے روس اور غیر ملکیوں نے مارشل چانگ کائی شک کی حکومت کی ہر طرح کی مدد کا وعدہ کیا۔ درآمد کے محصول کا اجارہ ٹوٹ گیا جو چین کے لئے سب سے زیادہ اہم بات ہے۔ برطانیہ نے ہانکو کی مراعات سے دست برداری دیدی۔ دوسری اقوام نے بھی ہمدردانہ اور مساویانہ سلوک برتنے کی کوشش کی۔ گویا نہ صرف ملکی روپیہ بلکہ غیر ملکی روپیہ اور قوت بھی مارشل چانگ کائی شک کے ساتھ ہوگئی۔

۱۹۲۸ء کے شروع حصے میں چین میں ہر جگہ جنگ تھی۔ لیکن اسی سال بہتر صورت ہوتی گئی جرنیل چانگ کائی شک نے اور جرنیلوں سے اتحاد کر لیا اور چاروں طرف سختی سے بدنظمی کو دبانا شروع کیا۔ جاپان شمال میں تکلیف دئے جاتا تھا۔ ۱۹۱۶ء کے بعد اب پھر اس سے کھٹ پٹ ہوگئی لیکن یہ شعلہ فوراً ہی دب گیا۔ ۱۹۲۸ء کے آخر میں دار السلطنت پیکن سے نانکن میں آگیا۔ اور یہیں کومن طانگ نے حکومت کا دستور و نظام بنایا جو یہ ہے :-

سارا ملک ۲۸ صوبوں میں منقسم ہے جن میں ۱۹۱۵ ضلعے اور ۱۱ بلدیہ ہیں۔ نظام حکومت اسی چربے پر بنایا گیا ہے جو ڈاکٹر سن یٹ سین نے پیش کیا تھا(۱)۔ گو ڈاکٹر موصوف کے انتقال کے بعد اس پر دو چیزوں کا اثر پڑا اول تو خود کومن طانگ کے اندرونی اختلاف کا اور دوسرے وہ فوجی سپہ سالار جنہوں نے ۱۹۱۲ء کے انقلاب کو ظہور میں لانے میں مدد دی تھی

---

(۱) دیکھئے صفحہ ۲۱۳۔

اپنے اختیارات بہت زیادہ چاہتے تھے۔ ان کے علاوہ طوچن یعنی وہ سپہ سالار جو بدنظمی کے زمانے میں عارضی طور پر صوبوں کے حاکم بنا دئے گئے تھے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنا رہے تھے۔ بہر حال ۱۹۲۸ء کے نظام کا خاکہ یہ ہے

۱۔ مجلس حکومت: یہ ۵ ممبروں کی مجلس ہے۔ اسی کے ہاتھ میں چینی حکومت کے تمام آخری اختیارات ہیں۔ اس کا صدر حکومت چین کا صدر ہوتا ہے اسی کو صلح جنگ معاہدے وغیرہ کے اختیارات ہیں۔ وہی چینی سپاہ کا سپہ سالار اعظم ہوتا ہے۔

۲۔ مجالس خمسہ۔ جن کو یوآن کہتے ہیں۔ ان کے کام یہ ہیں:۔

(ا)۔ انتظامیہ

(ب)۔ قانون سازی

(ج)۔ عدالت

(د)۔ تقرر ملازمین حکومت وامتحان وتعلیم

(س)۔ قیام امن و پولیس

ان مجالس کے صدر مجلس حکومت مقرر کرتی ہے۔ اور ان کے آپس کے جھگڑے بھی چکاتی ہے۔ امتحان اور تعلیم کے یوآن نے طریقہ تعلیم نئے اصولوں پر قائم کیا ہے پہلے یہ جاپانی طرز پر آزمایا گیا تھا لیکن موجودہ طریقہ تعلیم امریکہ جیسا ہی ہے جسکی تقسیم یہ ہے

۱۔ ابتدائی تعلیم: چھ سال کا نصاب ہے یعنی چھ سال سے بارہ سال تک کی عمر تک۔ یہ دو حصوں میں منقسم ہے یعنی ادنےٰ و اعلےٰ جو ہر ایک تین سال کا ہے۔ قانوناً یہ تعلیم لازمی ہے۔

۲۔ ثانوی تعلیم: چھ سال کا نصاب عمر بارہ سال سے اٹھارہ سال تک

یہ بھی حسبِ سابق ادنےٰ و اعلیٰ میں منقسم ہے۔ادنےٰ
حصے کے بعد جو طلبا یونیورسٹی میں جانا چاہیں وہ
تو معمولی اعلیٰ میں داخل ہو جاتے ہیں اور جو ثانوی
تعلیم سے آگے پڑھنا نہیں چاہتے ان کے لئے
ثانوی تعلیم کا حصہ اعلیٰ فنّی تعلیم کا ہوتا ہے۔

۳۔ اعلیٰ تعلیم۔ چار سال کا یونیورسٹی کا نصاب۔

اس کے علاوہ نورمل اور فوجی تعلیم کے لئے بھی مدارس ہیں۔بعض جگہ ثانوی تعلیم کی جگہ صنعتی تعلیم کا نصاب ہے۔ اور پھر اسی مناسبت سے اعلیٰ تعلیم یونیورسٹی کی ہے۔

انتخاب کے مراحل ابھی طے نہیں ہوئے ہیں اور ابھی پر کومن طانگ میں اس قدر اختلاف ہے۔ اغلباً کومن طانگ کے نمایندے صوبوں کی مجالس میں جائیں گے اور وہاں سے پھر مرکزی مجلس میں۔

عدالت کے معاملے میں چین کا انتظام ابھی تک بہت عجیب تھا۔عدالت محض فوجداری تھی۔ دیوانی اور مال کا نہ کوئی قانون نہ عدالت۔ اس قسم کے تنازعے اغلباً بہت کم ہوتے ہوں گے۔ اور جو ہوئے بھی تو ان کو سرپنچ یا مختلف تجارتی انجمنیں خود ہی فیصل کر لیتی ہوں گی۔ اسٹامپ، وکیل یا استغاثہ کچھ نہیں۔منصف ہر وقت کا نوکر ہے۔ فریادی کسی وقت بھی عدالت کا گھنٹہ بجا دے منصف کو اسی وقت مقدمہ کی سماعت کرنی پڑتی ہے اور کم سے کم وقت میں طے کر کے سزا بھی فوراً ہی دے دی جاتی ہے۔صرف موت کی سزا کی منظوری حکام بالا (پہلے شاہنشاہ) کی طرف سے آتی ہے۔ عام طور پر یہ سزائیں دی جاتی ہیں:۔

ہنٹر لگانا، کوڑے لگانا، شہر بدر کرنا، ہمیشہ کے لئے جلاوطن کرنا، سزائے موت جو بذریعہ پھانسی یا گردن زدنی دی جاتی ہے۔ سزائے موت کے ساتھ کسی عضو کو قبل موت یا بعد از موت کاٹا بھی جا سکتا ہے، گو کہا جاتا ہے کہ عملاً ایسا بہت کم ہوتا ہے(۱) سزائے قید تعزیرات چین میں تھی ہی نہیں، لیکن ۱۹۰۵ء سے شامل کر لی گئی ہے۔ ۱۹۲۷ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیان بہت سے دیوانی و دیگر قوانین بھی مرتب کئے گئے

گاؤں کا انتظام وہی پرانی طرز پر ہے کہ گاؤں کا مکھیا یا سرپنچ ہی وہاں کا حاکم اعلیٰ ہوتا ہے۔

مگر یہ نظام اور دستور ابھی تک تو محض کاغذ ہی پر ہیں، کیونکہ خانہ جنگیوں سے کسی کو فرصت ہی کہاں ملی کہ کوئی تعمیری کام کیا جائے۔ دستور کو عمل میں لانے کی دقتوں کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ کس طرح فوجی سپہ سالار اور طوچن اپنے اپنے مخصوص حقوق پر اڑے ہوئے ہیں۔ شمالی چین کا سپہ سالار چانگ سوہ لیانگ اسی بات پر ۱۹۳۰ء میں بگڑ بیٹھا اور پیکن پر اپنی حکومت جما لی۔ لیکن اسوقت یہ چنگاری آسانی سے دب گئی اور صلح ہو گئی۔

کومن طانگ کی اشتراکی پارٹی بھی بالکل خاموش نہ تھی۔ مئی ۱۹۳۱ء میں کانٹن میں اس پارٹی نے ایک متوازی حکومت کی بنا ڈالی اور "جنوب مغربی سیاسی مجلس" کے نام سے کارفرما ہوئی۔ اسی زمانے میں شمال میں جاپانی فتنہ پھر جاگ اٹھا منچوریا

---

(۱): انگلستان میں ۱۸۳۲ء تک دو سو سے اوپر جرائم کی سزا موت تھی ۱۸۷۰ء تک کے قانون میں یہ تھا کہ باغی کو سزائے موت دینے کے بعد اس کی لاش کے چار حصے کر دئے جائیں۔

۱۶۴۴ء سے سلطنت چین کا حصہ تھا۔ اس کا رقبہ جرمنی اور فرانس دونوں کے رقبوں کے برابر ہے۔ ۱۹۲۸ء تک اس علاقے کا صوبہ دار چانگ سولن تھا۔ اس کے ہلاک ہونے کے بعد اس کا بیٹا چانگ سوہ لیانگ صوبہ دار یا بالفاظ دیگر حکمران ہوا۔ جاپان کا اس حصۂ ملک پر بہت عرصے سے دانت تھا چنانچہ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ء کو اس نے مکدن (منچوریا کا پایہ تخت) پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ جاپانی سپاہیوں کے قواعد کرتے وقت ان سے کوئی دو سو گز کے فاصلے پر ریل کی پٹڑی بم سے اڑا دی گئی۔ جس کے متعلق جاپانیوں کا یہ خیال ہے کہ یہ حرکت چینیوں کی تھی اور اس کا مقصد جاپانی سپاہ کو نقصان پہنچانا تھا۔ اس کے علاوہ دو اور وجوہ بھی بیان کی جاتی ہیں۔ ایک جاپانی افسر کپتان ناکامورا کا وسط منچوریا میں قتل اور دوسرے یکم جولائی ۱۹۳۱ء کا فساد جو چینیوں اور کوریا کے باشندوں میں آب پاشی کی نالی نکالنے میں ہوا۔ لیکن اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حملہ کی وجوہات حسبِ ذیل تھیں:۔

۱۔ جاپان کو اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے ملک معدنیات اور پیداوار کی ضرورت تھی۔

۲۔ چین میں بیداری ہونے کے بعد سے چین کی نئی حکومت منچوریا میں اپنی افواج بھیجنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

۳۔ جاپان نے اسی مقصد کی خاطر چانگ سولن کو بہت روپیہ دیا تھا اور اس کے ہلاک ہونے کے بعد سے حالات ایسے ہوتے جا رہے تھے کہ منچوریا کا جاپان کو ملنا التوا میں پڑ گیا تھا۔

۴۔ لیکن سب سے زیادہ اہم وجہ تو یہ تھی کہ چین کی نئی حکومت نے جاپانی ریلوے (ساؤتھ منچورین ریلوے) کے متوازی ایک اور ریل بنانے

کا فیصلہ کر لیا تھا جس کا لازمی نتیجہ جاپانی ریل کا نقصان تھا۔

بہر حال وجہ خواہ کچھ ہو ہوا یہ کہ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ئہ کو جاپانی افواج نے مکدن پر حملہ کر دیا اور تین دن کے اندر تین شہر (مکدن، چنگ چن اور کیرن) لے لیے۔ اکتوبر کے شروع میں زیادہ حصہ ملک جاپانیوں کا تھا۔ ۳ جنوری ۱۹۳۲ئہ کو چن چو اور دوسرے دن شان ہیکوان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس سارے علاقے میں جاپان نے عارضی صوبجاتی حکومتیں مقرر کیں جن کے حاکم گو چینی تھے لیکن جاپانیوں کے مقرر کردہ۔ اس کے علاوہ ایک مجلس شوریٰ بھی تھی جس کے زیادہ تر ممبر جاپانی تھے۔ اسی مجلس نے مکدن میں ۱۹ فروری ۱۹۳۲ئہ میں ایک کانفرنس منعقد کی جس نے نئی حکومت مانچکاؤ کا اعلان کیا اور اس کی صدارت کے لیے چین کے معزول شدہ منچو شاہنشاہ ہنری پُو-یی (جو دس سال سے جاپانی اسیر تھا) کو تجویز کیا۔ یہ نئی حکومت ۹ مارچ ۱۹۳۲ئہ کو معرض وجود میں آ گئی۔ اور جاپان نے اسے تسلیم کیا بلکہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ئہ کو اس سے ایک معاہدہ بھی کر لیا۔ فروری ۱۹۳۴ئہ میں یہ جمہوریت بادشاہت میں منتقل ہو گئی اور صدر شاہنشاہ ہو گیا۔ ۱۹۳۳ئہ میں اس سلطنت میں جی ہول کا صوبہ بھی شامل کر لیا گیا اور جاپانی فوجوں کا قبضہ دیوار چین کے اکثر و بیشتر دروں پر ہو گیا۔

جاپانی خودسری کا ایک فوری اثر تو یہ ہوا کہ نانکن اور کانٹن کی چینی حکومتوں نے ستمبر ۱۹۳۱ئہ ہی میں باہم سمجھوتہ کرنے کے لئے ایک کانفرنس کی۔ لیکن آپس کی ضد نے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلنے دیا۔ لیکن نومبر کے ختم تک سارے ملک کے طالب علم موقعہ پر آ جمع ہوئے اور ان کے دباؤ سے چانگ کائی شک اور ان کے ساتھیوں کو میدان چھوڑنا پڑا اور دسمبر ۱۹۳۱ئہ میں کانٹن کی اشتراکی پارٹی برسر اقتدار ہو گئی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی چانگ کائی شک کی ایک سیاسی

چال تھی۔ عہدے سے الگ ہوتے وقت ان کے وزیر مال نے خزانہ خالی کر کے اشتراکیوں کو سونپا تھا۔ چانگ کائی شک کا یہ خیال تھا کہ کانٹن پارٹی اس صورت میں کسی حالت سے حکومت نہ چلا سکے گی۔ چنانچہ یہی ہوا اور بمشکل ایک ماہ بعد یعنی جنوری ۱۹۳۲ء میں چانگ کائی شک دوبارہ صدر جمہوریت بن گئے۔

مارشل چانگ کائی شک نے منچوریا کے قضیہ سے اپنا دامن بالکل بچائے رکھا۔ اور اپنی فوج کو کسی بلاواسطہ یا بالواسطہ طریقہ پر بھی اس جھگڑے میں نہ پڑنے دیا۔ بعض سخت گیر معترضین نے اس کے اس طرزِ عمل کو غدّاری سے منسوب کیا ہے لیکن اصلیت یہ ہے کہ چانگ کائی شک خود اپنی جگہ مستحکم نہ تھا برابر کے فوجی طوچن ہر وقت اس انتظار میں تھے کہ نانکن کی فوج کی توجہ بٹے تو مرکزی حکومت پر ہاتھ ماریں۔ ان کے علاوہ اشتراکیوں کے منصوبے بھی بالکل یہی تھے۔ ان دو خطروں کی وجہ سے چانگ کائی شک نے یہی مناسب خیال کیا کہ منچوریا کو اس کی قسمت پر چھوڑے رہے اور نانکن میں جما بیٹھا رہا۔

۱۹۳۳ء میں سارے سال زِی شان کے دو طوچن افیون کے محاصل پر قبضہ جمانے کے لئے لڑتے رہے جس میں تقریباً تیس ہزار جانیں ضائع ہوئیں۔ ۱۹۳۴ء میں مارشل چانگ کائی شک کے زیرِ اثر چھ صوبوں سے زیادہ نہ تھے۔ اس کے مغرب میں تین چار صوبے مکملاً اشتراکی تھے۔ جنوب میں کانٹن کی اشتراکی پارٹی ایک الگ کومن طانگ بنائے بیٹھی تھی۔ شمال میں منچوریا، جی ہول، وسط منگولیا اور ہوپی میں اصل حکومت جاپان کی تھی۔ مرکزی حکومت بھی جمہوریت سے کوسوں دور تھی، بلکہ اس کی صورت ایک مجموعی آمریت کی تھی۔ مختلف یوآن کے صدر بھی عوام کے نمایندے

نہ تھے بلکہ کومن طانگ کے ممبروں میں سے مقرر کردیے جاتے تھے۔ مختصر یہ کہ ۱۹۳۴ء میں چین کی حالت بہت زدہ تھی۔ فروری ۱۹۳۴ء میں شمال میں مکمل طریقہ پر مانچکاؤ کی کم وبیش جاپانی سلطنت قائم ہوگئی، تو وہ جھگڑا مٹا۔ اس کے بعد سے نسبتاً امن کی سی کیفیت ہے۔ مارشل چانگ کائی شک موجودہ صدر و سپہ سالارِ اعظم چین کے سامنے ایک عظیم الشان کام ہے اور وہ چینی قومیت کی تجدید اور اس میں دوبارہ جان ڈالنا ہے۔ ملک میں خودداری اور زندگی کا احساس پیدا کرنا، حکومت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنا، اصول اور حکومت کی پابندی، باقاعدگی، نظم اور باضابطگی کی تعلیم دینا، حکومت کو رشوت، نااہلی غداری، ور خود غرضی کی خرابیوں سے پاک کرنا، مقصد اور عمل میں اتحاد پیدا کرنا یہ ایسی چیزیں ہیں جو موافق سے موافق حالات میں بھی سخت مشکل سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور چین میں تو بلکہ ایسے اثرات زیادہ ہیں اور حاوی تر ہیں جن کے مقصد کی تکمیل ہی چینیوں کی تباہی اور تذلیل میں ہے یہی دو رجحانات ہیں جو چین میں اس وقت دست و گریباں ہیں۔ ایک طرف مارشل چانگ کائی شک تعمیری پروگرام میں لگے ہوئے ہیں اور حکومت کے استحکام کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کی انفرادی حالت بھی سدھارنا چاہتے ہیں کیونکہ بہر حال حکومت بھی آخر افراد کے مجموعے کا ہی نام ہے۔ اسی لئے انہوں نے "تحریکِ حیاتِ نو"[۱] نکالی ہے جس کا مقصد زیادہ تر اشتراکیوں کی ریشہ دوانیوں

---

(۱) "تحریکِ حیاتِ نو"۔ یہ تحریک ۱۹۳۴ء میں مارشل چانگ کائی شک نے نکالی۔ منچو خاندان کے زمانے کی بداخلاقیاں، سپہ سالاروں کی خود غرضیاں اور اشتراکی ایجنٹوں کی ریشہ دوانیاں ملک میں اس قدر سرایت کر گئی تھیں کہ ان کی اصلاح ضروری تھی ۱۹۲۷ء (بقیہ صفحہ ۲۲۴ پر

کی کاٹ ہے۔ دوسری طرف غیر ملکی ہر ممکن طریقہ سے چین کو کمزور اور پامال رکھنے کی کوشش میں ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غیر ملکیوں کے تعلقات پر ایک اور نظر ڈال لی جائے کیونکہ چین میں چینیوں سے زیادہ اہم غیر چینیوں کی نقل و حرکت ہے۔

(صفحہ ۲۲۳ کا بقیہ) کے بعد سے مارشل چانگ کائی شک اشتراکیوں سے لڑائیاں لڑتے رہے اور ملک کو ان کے اثر سے پاک کیا۔ اسی اثنا میں انہوں نے یہ سوچا کہ سرخ پروپیگنڈے کے خلاف کوئی ایسی تحریک جاری کرنی چاہیئے جو ملک کے دماغ کو مسموم ہونے سے بچائے چنانچہ انہوں نے یہ تحریک حیاتِ نو نکالی۔ اشتراکیوں کی مخالفت میں مارشل چانگ کائی شک کے خیالات فاشسٹی ہو گئے اور وہ اٹلی اور جرمنی کی تقلید میں ترقی کرتے گئے یہاں تک کہ ۱۹۳۵ء میں انہوں نے کم و بیش اپنی آمریت کا اعلان کر دیا۔ یہ تحریک حیاتِ نو بھی ایسے ہی خیالات کا نتیجہ ہے، گو چین کی مناسبت سے اس تحریک کی بنیاد چین کی چار اخلاقی نیکیوں کو بتایا گیا ہے جو یہ ہیں:-

۱- لی = یعنی آداب و تمیز ۲- آئی = یعنی اپنی اور دوسروں کی خدمت

۳- لین = یعنی صداقت اور دوسروں کے حقوق کا تحفظ۔

۴- چیہہ = یعنی بلند خیالی اور عزت۔

ان کے ماتحت مارشل چانگ نے چینی قوم کو بے عیب زندگی گذارنے کی دعوت دی ہے۔ اس تحریک کے بعض اوامر و نواہی یہ ہیں:-

۱- بازاروں، دفتروں، مدرسوں اور ریل و ٹریم میں ادب قاعدے کا لحاظ رکھا جائے۔

۲- دھوکہ، جعل اور رشوت سے بالکل الگ رہا جائے۔

جنگ عظیم کے بعد چین میں غیر ملکیوں کا توازن اور ان کے مقاصد بالکل بدل گئے۔ فوراً ہی تو جرمنی اور روس اس اکھاڑے سے غائب ہو گئے لیکن روس جلد ہی پھر آن دھمکا۔ امریکہ، انگلستان اور دوسری یورپی طاقتوں کا مفاد اور مقصد اب صرف یہی ہے کہ چین میں تجارت کی مکمل آزادی رہے اور ساری قومیں مساویانہ حقوق کے ماتحت تجارت کر سکیں۔ ان طاقتوں میں

(صفحہ ۲۲۴ کا بقیہ) ۔۳۔ بازاروں اور دیگر عام مقامات پر تمبا کو نوشی نہ کی جائے۔

۴۔ جوا اور افیون کی قطعاً ممانعت ہے۔

۵۔ عورت اور مرد کے مشترک حمام ناجائز ہیں۔ مخرب اخلاق کتابوں اور تصویروں کا دیکھنا اور رکھنا ناجائز ہے۔

۶۔ کوڑھ اور جذام کی بیماری والے سر بازار آزادنہ پھریں نہ بھیک مانگیں۔

۷۔ تھیٹر یا کسی عام جلسے میں ہر شخص کو ٹوپی اتارنی چاہیئے۔

۸۔ "علمبرداری" کے جلسے میں سب کی حاضری لازمی ہے۔

۹۔ کوئی شخص ایک وقت کے کھانے پر دس ڈالر سے زیادہ خرچ نہیں کر سکتا نہ چند ڈالر سے زیادہ قیمتی تحفہ کسی کو دے سکتا ہے۔

۱۰۔ نمائش اور نزاکت کی مخالفت کی گئی ہے۔ حجاموں کو ہدایت ہے کہ وہ کسی کے بال گھونگر والے نہ بنائیں اس کے علاوہ حفظان صحت، مناسب غذا اور نجی زندگی کے متعلق بھی ہدایتیں دی گئیں ہیں۔ ہر خاندان کو حکم ہے کہ تین ماہ تک روز اپنے نوکروں کو ایک ایک گھنٹہ کی چھٹی دیں تاکہ وہ اصلاحی درس میں شریک ہو سکیں۔ اس تحریک کا ایک یہ بھی اثر ہوا کہ اس کے ممبروں میں غول کے غول بہ یک وقت شادیاں کر رہے ہیں۔

ایک بھی ملک گیری یا سیاسی اقتدار کا خواہاں نہیں ہے[1]۔ لیکن جاپان اور روس کا معاملہ بالکل مختلف ہے اور اصلیت یہ ہے کہ اب چین میں غیر ملکی مسئلہ کی اہمیت ہے تو صرف ان دو طاقتوں کی وجہ سے ہے۔ جاپان اور روس کی دشمنی کوئی نئی نہیں۔ روس کے اشتراکی ہو جانے کے بعد سے یہ اختلاف اور بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ اس اپنی دشمنی کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی اغراض چین سے بھی بہت زیادہ وابستہ ہیں اور دونوں ہیں بھی اس کے قریب ترین ہمسائے۔

اس سوال کا جواب کہ چین میں جاپان کے کیا ارادے ہیں، خود جاپان نے کبھی صاف صاف نہیں دیا ہے لیکن یہ چیز کوئی ایسی نہیں جو چھپی رہ سکے۔ جاپان میں بہت سی ایسی اشیاء نہیں ہوتیں جن کے بغیر اس کی صنعت و حرفت ایک دن بھی نہیں چل سکتی۔ لوہا، روئی، ریشم اور دیگر اجناس اسے باہر سے خریدنی پڑتی ہیں۔ یہ ساری چیزیں چین میں با افراط دستیاب ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں۔ جاپان کی خواہش ہے کہ چین کی منڈی ہمیشہ اس کے ہاتھ میں رہے تاکہ وہ اجناسِ ضروری ہمیشہ وہاں سے لیتا رہے اور اپنی مصنوعات وہاں

---

(۱)۔ ملکی نقطۂ نظر سے انگریزوں سے اس وقت صرف ایک معاملہ چل رہا ہے یعنی برما اور چین کی سرحد کا معاملہ۔ سو وہ بھی تقریباً طے ہو گیا ہے۔ اس کا تصفیہ کرنے کے لئے مجلس اقوام نے ایک کمیشن مقرر کر دیا ہے جس کا صدر جانبین کے علاوہ ایک تیسرے ملک کا ہے۔ اس کمیشن نے زیادہ تر کام ختم کر لیئے۔ اب صرف مغربی شان سٹیٹ میں دو سو میل کا معاملہ رہ گیا ہے۔ کمیشن اس سال بھی کام کر رہا ہے اور خیال ہے کہ دو ایک مہینہ میں یہ قصہ طے ہو جائے گا۔

بھیجتا رہے۔

دوسرے جاپان کے سرمایہ دار یہ چاہتے ہیں کہ چین میں نفع بخش کاموں میں روپیہ لگا کر وہاں سے منافع حاصل کریں۔ چین کی حالت برسوں سے اس قدر ابتر رہی ہے کہ وہاں نفع بخش اصلاحات بھی ابھی مطلق نہیں کی گئی ہیں۔ چینیوں کے پاس اس کام کے لئے نہ روپیہ نہ علم۔ جاپانی سرمایہ دار اس حالت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور ریل، نہر، کارخانے، بجلی اور سائنٹیفک زراعت کو کام میں لانا چاہتے ہیں۔

تیسرے جاپان کی سول حکومت کے سامنے وہاں کی آبادی کا سوال درپیش ہے۔ خود جاپان کی وسعت محدود اور تنگ ہے۔ اور آبادی اس قدر تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ کچھ ہی عرصے میں سارے جاپانیوں کا جاپان میں رہ سکنا ناممکن ہو جائے گا۔ فی الحال ہی آبادی کا دباؤ بہت زیادہ ہے۔ اس لئے جاپانی حکومت شمالی چین کے کم آباد حصوں کو نوآبادیات کی طرح کام میں لانا چاہتی ہے۔

چوتھے جاپانی فوجی طبقہ (جو اور دوسری ہر قسم کی پارٹیوں سے زیادہ با اثر ہے) یہ چاہتا ہے کہ چین اور اشتراکی روس کے درمیان ایک ایسی آزاد ریاست قائم ہو جائے جو جاپان کے زیر اثر ہو۔ اس کے دو مقصد ہوں گے اول تو روسی اشتراکیت کے مقابلے کے لئے جاپان کے واسطے یہ ایک نہایت عمدہ محاذ ہوگا اور یہاں جاپان اپنی فوجی قوت مستحکم کر کے اشتراکی خدشے کا سد باب کر سکے گا اور دوسرے چین بھی روس کی ہمسائگی سے بچ جائے گا۔ اور اشتراکی اثر سے آیندہ کے لئے محفوظ رہے گا۔ اسی خاطر اب بھی جاپان کے زیر اثر مانچکاؤ، جی ہول، چاہار اور ہوپی ہیں۔ لیکن یہ ویران اور صحرائی علاقے

ہیں اور ایسے نہیں جہاں معقول خرچ کرنے کے بعد بھی اتنی آمد ہو سکے جو ایک کثیر جاپانی فوج کے اخراجات کی کفیل ہو جائے۔ اس لئے جاپان کی اصلی خواہش یہ ہے کہ دریائے ہوانگ ہو کے شمال کا تمام علاقہ (پانچ صوبے جن کی آبادی ساڑھے سات کروڑ ہے یعنی جاپان کی کل آبادی سے بھی زیادہ) اس مقصد کے لئے اسے مل جائے (۱)

اسی طرح روس کے منصوبے بھی کچھ ایسے ہی سے ہیں۔ تجارت کے علاوہ زیادہ تر اس کا مقصد چین کو اشتراکی بنانا ہے تاکہ اپنے حریف جاپان کی مکمل کاٹ کر سکے۔ چنانچہ ان دو ملاؤں کے درمیان میں چین کی مرغی "حلال" ہو رہی ہے۔ چین ان دونوں حکومتوں سے سخت عاجز ہے۔ ۱۹۱۹ء کی امن کانفرنس کے موقعہ پر تو جاپان کی طرف سے اس کا دل بالکل پھٹ گیا اور پھر ۱۹۲۷ء میں نانکن کی فتح کے وقت اشتراکیوں کا وہ سخت مخالف ہو گیا۔ مارشل چیانگ کائی شک نے اس وقت سے اشتراکی پروپیگنڈا دبانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، لیکن اب بھی ملک کسی ایک بات پر پوری طرح متفق نہیں ہے۔ شمالی چین کے طوحن جاپانیوں کے زیر اثر ہیں۔ شمال مغربی صوبوں میں اشتراکی اثر زیادہ ہے۔ نانکن کی حکومت ابھی کسی لڑائی میں پڑنا نہیں چاہتی خصوصاً جاپان سے الجھنے میں اسے خطرہ ہی نظر آتا ہے، اس لئے وہ ہر ممکن طریقے پر جنگ کو ٹال رہی ہے۔ شمال مغربی صوبوں کے لوگ اس طرز عمل سے خوش نہیں۔ وہ جاپان کے مقاطعے پر مصر ہیں اور

---

(۱)۔ ان میں سے بعض نکات کو ایک مضمون میں اور زیادہ وضاحت سے بتایا گیا ہے جو حال میں اخبار اسٹیٹسمین میں شائع ہوا۔ (دیکھو "جاپان کے منصوبے" اسٹیٹسمین ۱۶ اور ۱۸ جنوری ۱۹۳۷ء)

حکومت کی خاموشی کو اس کی نااہلی سے تعبیر کرتے ہیں یہی وجہ تھی کہ دسمبر ۱۹۳۶ء میں کن سُو اور شن سی کی فوجیں اشتراکی اثر کے ماتحت نانکن حکومت سے بگڑ بیٹھیں۔ اور مارشل چانگ کائی شک کو مخالف فوجوں کے جنرل چانگ سُو لیانگ نے سیاہ فُوہ میں ۱۵ روز تک قید رکھا یہ فتنہ ابھی تک پوری طرح دبا نہیں ہے (۱)

---

(۱)۔ اس قضیہ کی مختصر سی تاریخ یہ ہے:۔

صوبہ شن سی میں اشتراکی اثر زائل کرنے جنرل چانگ سُو لیانگ کی فوجیں بھیجی گئیں لیکن وہ خود ہی اس رنگ میں رنگی گئیں اور نانکن حکومت سے جاپان کے خلاف جنگ کا مطالبہ کیا۔ اس بے چینی کو دبانے خود مارشل چانگ کائی شک وہاں گئے لیکن مخالف فوج نے ان کو سیان فُوہ میں گرفتار کر لیا بہت خطرہ کے بعد بالآخر مارشل چانگ کائی شک معہ اپنے گرفتار کرنے والے جنرل چانگ سُوہ لیانگ بخیریت نانکن پہنچ گئے جنرل چانگ سُوہ لیانگ پر دکھاوے کا ایک مقدمہ چلایا گیا اور ۳ جنوری ۱۹۳۷ء کو ان کو دس سال قید کا حکم سنا دیا گیا دوسرے دن یہ سزا معاف کر دی گئی۔ مارشل چانگ کائی شک کی گرفتاری کے ایام میں نانکن کی فوج نے نہایت تحمل اور بردباری سے کام لیا۔ لیکن ان کی رہائی کے بعد مرکزی فوج نے اس بغاوت کو کما حقہ دبانا چاہا۔ اس پر ۸ و ۹ جنوری کو آپس میں کچھ جھڑپ بھی ہوئی جسکی وجہ سے سیان فوہ کے انگریز وامریکن باشندوں کو نکالنے کی تجویز بھی کی گئی۔ ۱۱ جنوری سے ۱۲ جنوری تک سیان فوہ پر کلّیۃً سرخ فوجوں کا قبضہ رہا۔ مرکزی حکومت کی کوشش اب اس فتنہ کو بغیر لڑائی کے دبانے کی ہوئی اور اسی لئے یہ صلاح ہوئی کہ جنرل چانگ سُو لیانگ کو پھر شمال مغربی افواج کا سپہ سالار بنا دیا جائے۔ ۱۸ جنوری تک عارضی صلح رہی لیکن ۱۹ کو یہ امید ٹوٹ گئی اور پھر ہوسین کے مقام پر حکومت اور جنرل یانگ ہوچین کی فوجیں ٹکرائیں۔ حکومت کو کامیابی ہوئی (بقیہ صفحہ ۲۳۰ پر)

ملکی بدامنیوں، جاپانی دھمکیوں اور اشتراکی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہنے کی صرف یہی صورت ہے کہ حکومت کے پاس سدھی ہوئی، وفادار معقول فوج اور دیگر سامانِ مدافعت ہوں۔ دو چار برس پہلے تک محکمہ مدافعت حسبِ ذیل پر مشتمل تھا:

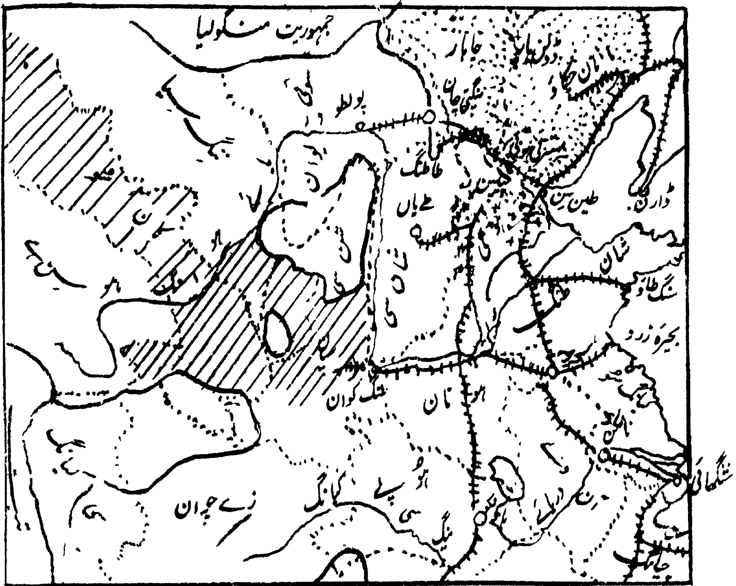
بری طاقت: چین کی کل فوج اغلباً ۲۰ لاکھ ہوگی، لیکن اس کے یا اسکے سپہ سالاروں اور ان کے نظام کے متعلق بہت نامکمل واقفیت ہے۔

بحری طاقت: ۱۸۸۱ء میں پہلی بار بحری بیڑا بنایا گیا تھا لیکن نسبتاً زیادہ مضبوط ہونے کے باوجود بدانتظامی کی وجہ سے ۱۸۹۸ء میں جاپانی بیڑے سے ہار گیا۔ ۱۹۰۸ء سے نظام قائم ہوا ہے، لیکن اب موجودہ بحری طاقتوں کے مقابلے میں چین کا بیڑا نہایت حقیر سا ہے۔ ہر قسم کے کل ملا کر بارہ پندرہ جنگی جہاز ہیں۔

ہوائی طاقت: اس کی حالت بحری طاقت سے بہتر ہے۔ تقریباً پندرہ سو ہوائی جہاز اس محکمے میں ہیں۔ لیکن اب کچھ عرصے سے لازمی فوجی ملازمت کے اصول پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اس لئے فوج کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے جنرل فان سیکٹ اور ۷۰ دیگر جرمن فوجی افسروں کے زیرِ تعلیم ۱۶ ڈویژن بالکل نئے اصولوں کے ماتحت تیار کئے گئے ہیں جن کے آگے اب کسی صوبجاتی فوج کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

(صفحہ ۲۲۹ کا بقیہ) لیکن ۴ فروری کو پھر سیان فوہ اشتراکیوں کے ہاتھوں میں آگیا۔ اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے سردار چانگ سُولیانگ کو واپس کیا جائے۔ لیکن یہ خودسری زیادہ عرصہ قائم نہ رہی۔ ۹ فروری ۳۷ء کو سیان فوہ حکومت نے فتح کر لیا۔

فوج اور جنگ کے سامان بڑھانے اور معقول بنانے سے بہت سی مشکلات کا حل تو بے شک ہو گیا اور ہو جائے گا لیکن اس میں دو قباحتیں ایسی ہیں جن کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا۔ اول تو یہ کہ اندرونی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے تو بے شک مناسب اور کافی فوج مہیا ہو سکتی ہے، لیکن غیر ملکی دشمن کے مقابلے کا تو خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چین کا معاملہ اب زیادہ تر جاپان اور روس سے ہے اور ان دونوں کے پاس اس قدر سامان جنگ ہے کہ چین خواہ کچھ بھی کرے اس کا عشر عشیر بھی مہیا نہیں کر سکتا۔ دوسری چیز اس سے بھی کہیں زیادہ اہم ہے اور وہ ایسی ہے کہ اندرونی ملکی بغاوتوں کو دبانے کے لئے جس قدر سامان جنگ کی ضرورت ہے اس کے پورا کرنے میں بھی ہارج ہو رہی ہے، اور وہ روپیہ کا سوال ہے۔ یکم فروری ۱۹۳۱ء کے پانیر میں مسٹر جارج ٹیلر نے اس مسئلے پر بحث کی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مرکزی حکومت کی آمد کا بہت زیادہ حصہ مرکزی فوج پر خرچ ہو رہا ہے، اور صوبجاتی حکومتوں کی فوجیں زمین کے لگان کا بیشتر حصہ ختم کر دیتی ہیں۔ ملک کی آمد کے مدات محدود ہیں اس لئے مزید آمدنی حاصل کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ کسانوں پر ٹیکس بڑھایا جائے۔ بعض بعض جگہ تو اب کسانوں کو شروع کے مقابلے میں تین سو فی صدی زیادہ ٹیکس دینا پڑ رہا ہے۔ اس چیز کا جو کچھ بھی نتیجہ نہ نکلے وہ کم ہے۔ اور ماہرین کا خیال ہے کہ اگر جلد ہی کچھ نہ کیا گیا تو چین میں سیاسی بے چینی سے کہیں زیادہ یہ معاشی مسئلہ اٹھنے والا ہے۔



یکم جنوری ۱۹۳۷ء کو سیاسی حصے اور اثرات

۱- ہوپی - چاہار کونسل کے ماتحت =

۲- چینی اشتراکیوں کے زیر اثر =

۳- جاپانی فوج کے ماتحت =

۴- جنرل چانگ سوہ لیانگ کی فوج کے ماتحت =

۵- ریل =

۶- حدود صوبجات =

مشرقی ہوپی

پیمانہ = ایک انچ = چارسو میل۔

ضمیمہ

سنہ وار فہرست شاہان چین

۱- دیومالا کا زمانہ

پان کُو *Pán Ku*

آسمانی بادشاہ (۱۲ بھائی)

ارضی بادشاہ (۱۱ بھائی)

انسانی بادشاہ (۹ بھائی)

ازمنہ ترقی (دس)

۲- پانچ حکمراں کا زمانہ:-

فُو ہسی	*Fu-hsi.*	۲۸۵۲ ق م
شن ننگ	*Shen-nung.*	۲۷۳۷ ” ”
ہوانگ - طی	*Hwang-ti.*	۲۶۹۷ ” ”
شاؤ ہاؤ	*Shao-hao.*	۲۵۹۷ ” ”
چوان ہُو	*Chwan-hu*	۲۵۱۳ ” ”
طی کوہ	*Ti-Kuh*	۲۴۳۵ ” ”
طی چہہ	*Ti-chih*	۲۳۶۵ ” ”

یاؤ	Yao.	۲۳۵۶ ق م
شُن	Shun.	" " ۲۲۵۵

۳۔ خاندانِ ہیا — Hia Dynasty.

یُو	Yu.	" " ۲۲۰۵
کی	Ki.	" " ۲۱۹۷
طائی کانگ	Tái Káng.	" " ۲۱۸۸
چُنگ کانگ	Chung Káng.	" " ۲۱۵۹
سیانگ	Siang.	" " ۲۱۴۶

(چالیس سال کا وقفہ)

شاؤ کانگ	Shao Káng.	" " ۲۰۷۹
چُو	Chú.	" " ۲۰۵۷
ہوائی	Hwai	" " ۲۰۴۰
مانگ	Mang.	" " ۲۰۱۴
سیہ	Sieh.	" " ۱۹۹۶
پُو کیانگ	Pu Kiang.	" " ۱۹۸۰
کیُنگ	Kiung.	" " ۱۹۲۱
کِن	Kin.	" " ۱۹۰۰
کُنگ کیا	Kung Kia.	" " ۱۸۷۹
کاؤ	Kao.	" " ۱۸۴۸

فا	Fa.	۱۸۳۷ ق م
کئے کیوی	Kie Kwei.	" " ۱۸۱۸

۴- خاندانِ شانگ — Shang (yin) Dynasty

طانگ	Táng.	" " ۱۷۶۶
طائی کیا	Tai-kia.	" " ۱۷۵۳
یُوطِنگ	Yuting.	" " ۱۷۲۰
طائی کینگ	Tai Keng.	" " ۱۶۹۱
سیاؤ کیا	Siau Kia.	" " ۱۶۶۶
یُنگ کی	Yung Ki.	" " ۱۶۴۹
طائی مَو	Tai Mow	" " ۱۶۳۷
چُنگ طِنگ	Chung ting.	" " ۱۵۶۲
وائی جِن	Wai jen.	" " ۱۵۴۹
ہو طان کیا	Ho tan Kia.	" " ۱۵۳۴
تسُو یہہ	Tsu yih.	" " ۱۵۲۵
تسُو سِن	Tsu sin.	" " ۱۵۰۶
یُوکیا	Yu Kia.	" " ۱۴۹۰
تسُو طِنگ	Tsu ting.	" " ۱۴۶۵
نان کینگ	Nan Keng.	" " ۱۴۳۳
یانگ کیا	Yang Kia.	" " ۱۴۰۸
پان کینگ	Pan Keng.	" " ۱۴۰۱

۱۳۷۳ ق م	Siao sin.	سیاؤسن
〃 〃 ۱۳۵۲	Siao yih.	سیاؤیہہ
〃 〃 ۱۳۲۴	Wu-ting.	وُوطنگ
〃 〃 ۱۲۶۵	Tsu Keng	سُوکینگ
〃 〃 ۱۲۵۸	Tsu Kia.	سوکیا
〃 〃 ۱۲۲۵	Lin sin.	لِن سِن
〃 〃 ۱۲۱۹	Keng ting.	کینگ طِنگ
〃 〃 ۱۱۹۸	Wu-yih.	وُویہہ
〃 〃 ۱۱۹۴	Tai-ting.	طائی طِنگ
〃 〃 ۱۱۹۱	Ti-yih.	طی یہہ
〃 〃 ۱۱۵۴	Chou sin.	چاؤسن

Chou Dynasty. ۵ - خاندانِ چَو

〃 〃 ۱۱۲۲	Wu wang.	وُووانگ
〃 〃 ۱۱۱۵	Cheng wang.	چینگ وانگ
〃 〃 ۱۰۷۸	Kang wang.	کانگ وانگ
〃 〃 ۱۰۵۲	Chao wang.	چاؤوانگ
〃 〃 ۱۰۰۱	Muh wang.	مُوہ وانگ
〃 〃 ۹۴۶	Kung wang.	کُنگ وانگ
〃 〃 ۹۳۴	I wang.	آئی وانگ
〃 〃 ۹۰۹	Hiao wang.	ہیاؤوانگ

آئی وانگ	I wang.	۸۹۴ ق م
لی وانگ	Li wang.	۸۷۸ 〃 〃
سوان وانگ	Swan wang.	۸۲۷ 〃 〃
یُو وانگ	Yew wang.	۷۸۱ 〃 〃
پنگ وانگ	Ping wang.	۷۷۰ 〃 〃
ہوان وانگ	Hwan wang.	۷۱۹ 〃 〃
چوانگ وانگ	Chwan wang.	۶۹۶ 〃 〃
ہی وانگ	Hi wang.	۶۸۱ 〃 〃
ہوی وانگ	Hwei wang.	۶۷۶ 〃 〃
سیانگ وانگ	Siang wang.	۶۵۱ 〃 〃
کِنگ وانگ	King wang.	۶۱۸ 〃 〃
کوانگ وانگ	Kwang wang.	۶۱۲ 〃 〃
ٹِنگ وانگ	Ting wang.	۶۰۶ 〃 〃
کین وانگ	Kien wang.	۵۸۵ 〃 〃
لنگ وانگ	Lin wang.	۵۷۱ 〃 〃
کِنگ وانگ	King wang.	۵۴۴ 〃 〃
کِنگ وانگ	King wang.	۵۱۹ 〃 〃
یوان وانگ	Yuan wang.	۴۷۵ 〃 〃
چینگ ٹِنگ وانگ	Cheng ting wang.	۴۶۸ 〃 〃
کاؤ وانگ	Kao wang.	۴۴۰ 〃 〃
وائی لیہہ وانگ	Wai lieh wang.	۴۲۵ 〃 〃

نگن وانگ	Ngan wang.	۴۰۱ ق م
لیہہ وانگ	Lieh wang.	۳۷۵ " "
ہَین وانگ	Hein wang.	۳۶۸ " "
شن سِنگ وانگ	Shen tsing wang.	۳۲۰ " "
نان وانگ	Nan wang.	۳۱۴ " "
ٹُنگ چوکُن	Tung Chou Kun.	۲۲۵ " "

۶۔ خاندانِ سِن — Tsin Dynasty.

چوان سیانگ وانگ	Chwan Siang wang	۲۴۹ " "
چیہہ ہوانگ طی	Cheh Hwang ti.	۲۲۱ " "
اَرہ چیہہ ہوانگ طی	Erh Cheh Hwang ti.	۲۰۹ " "

۷۔ خاندانِ ہان — Han Dynasty.

کاؤسو	Kao tsu	۲۰۲ " "
ہوئی طی	Hwei ti	۱۹۴ " "
لُوہو	Lu How.	۱۸۷ " "
وِن طی	Wen ti.	۱۷۹ " "
کِنگ طی	King ti.	۱۵۶ " "
وُو طی	Wu ti.	۱۴۰ " "
چاؤ طی	Chao ti.	۸۶ " "
شُوان طی	Suan ti.	۷۳ " "

یُوان طی	Yuan ti.	۴۸	ق م
چینگ طی	Cheng ti.	۳۲	" "
نگائی طی	Ngai ti.	۶	" "
پنگ طی	Ping ti.	۱	عیسوی
جوزے ینگ	Ju tz ying.	۶	"
وانگ مانگ	Wang mang.	۹	"
ہوائی یانگ وانگ	Hwai yang wang.	۲۳	"
کوانگ وُو طی	Kwang wu ti.	۲۵	"
منگ طی	Ming ti.	۵۸	"
چانگ طی	Chang ti.	۷۶	"
ہو طی	Ho ti.	۸۹	"
شانگ طی	Shang ti.	۱۰۶	"
نگن طی	Ngan ti.	۱۰۷	"
شُن طی	Shun ti.	۱۲۶	"
چنگ طی	Chung ti.	۱۴۵	"
چیہہ طی	Chih ti.	۱۴۶	"
ہوان طی	Hwan ti	۱۴۷	"
لنگ طی	Ling ti	۱۶۸	"
ہین طی	Hien ti	۱۹۰	"

۸۔ تین حکومتوں کا زمانہ

ا خاندان ہان خورد — Minor Han Dynasty

چاؤ لیہہ ٹی	Chao Lieh ti.	۲۲۱ عیسوی
ہوچو	How Chu.	" ۲۲۳
ii خاندانِ وَی	Wei Dynasty.	
وین ٹی	Wen ti.	" ۲۲۰
منگ ٹی	Ming ti.	" ۲۲۷
فی ٹی	Fei ti.	" ۲۴۰
شاؤ ٹی	Shao ti.	" ۲۵۴
یوان ٹی	Yuan ti.	" ۲۶۰
iii خاندانِ وُو	Wu Dynasty.	
طائی ٹی	Tai ti.	" ۲۲۲
فی ٹی	Fei ti.	" ۲۵۲
کنگ ٹی	King ti.	" ۲۵۸
مو ٹی	Mo ti.	" ۲۶۴

۹ - خاندانِ سن مغربی — Western Tsin Dynasty.

وُو ٹی	Wu-ti.	" ۲۶۵
ہوئی ٹی	Hwei ti	" ۲۹۰
ہوائی ٹی	Hwai ti	" ۳۰۷
من ٹی	Min ti.	" ۳۱۳

۱۰ - خاندانِ سن مشرقی — Eastern Tsin Dynasty.

یوان ٹی	Yuan ti.	" ۳۱۷

منگ طی	Ming ti.	۳۲۳ عیسوی
چینگ طی	Cheng ti.	۳۲۶ 〃
کانگ طی	Kang ti	۳۴۳ 〃
مُوہ طی	Muh ti.	۳۴۵ 〃
نگائی طی	Ngai ti.	۳۶۲ 〃
طی یہہ	Ti-yih.	۳۶۶ 〃
کین وین طی	Kien wen ti	۳۷۱ 〃
ہیاؤ وُو طی	Hiao wu ti	۳۷۳ 〃
نگن طی	Ngan ti.	۳۹۷ 〃
کُنگ طی	Kung ti.	۴۱۹ 〃

۱۱- خاندانِ سُنگ اول — Earlier Sung Dynasty

وُو طی	Wu ti.	۴۲۰ 〃
شاؤ طی	Shao ti.	۴۲۳ 〃
ینگ یانگ وانگ	Ying yang wang.	۴۲۳ 〃
وین طی	Wenti.	۴۲۴ 〃
ہیاؤ وُو طی	Hiao wu ti.	۴۵۴ 〃
فی طی	Fei ti.	۴۶۵ 〃
منگ طی	Ming ti.	۴۶۵ 〃
سانگ وُو وانگ	Tsang wu wang.	۴۷۳ 〃
چُو لی	Chu li.	۴۷۳ 〃

شن طی	Shun ti.	۴۷۷ عیسوی

۱۲- خاندانِ سی — The Tsi Dynasty.

کاو طی	Kao ti.	" ۴۷۹
وُو طی	Wu ti.	" ۴۸۳
یُولِن وانگ	yu lin wang.	" ۴۹۴
ہای لِنگ وانگ	Hai ling wang.	" ۴۹۴
مِنگ طی	Ming ti	" ۴۹۴
طنگ وین ہاؤ	Tung Hwen how.	" ۴۹۹
ہو طی	Ho ti.	" ۵۰۱

۱۳- خاندانِ لیانگ — Liang Dynasty.

وُو طی	Wu ti	" ۵۰۲
کین وین طی	Kien Wen ti	" ۵۵۰
یُوچانگ وانگ	Yu chang wang	" ۵۵۱
یوان طی	Yuan ti.	" ۵۵۲
چنگ یانگ ہاؤ	Cheng yang haw	" ۵۵۵
کنگ طی	King ti	" ۵۵۵

۱۴- خاندانِ سُوی — Suy Dynasty.

وین طی	Wen ti.	" ۵۸۱

۶۰۵ عیسوی	Yang ti.	یانگ ٹی
" ۶۱۷	Kung ti yew.	کُنگ ٹی یُو
" ۶۱۸	Kung ti kung.	کُنگ ٹی کُنگ

۱۵۔ خاندانِ طانگ — Tang Dynasty

" ۶۱۸	Kao tsu.	کاؤسو
" ۶۲۷	Tai tsung.	طائی سُنگ
" ۶۵۰	Kao tsung.	کاؤسُنگ
" ۶۸۴	Chung tsung.	چُنگ سُنگ
" ۶۸۴	Wu how	وُو ہاؤ
" ۷۱۰	Jui tsung.	جوئی سُنگ
" ۷۱۳	Huan tsung.	ہوان سُنگ
" ۷۵۶	Su tsung.	سُوسُنگ
" ۷۶۳	Tai tsung	طائی سُنگ
" ۷۸۰	Te tsung.	طے سُنگ
" ۸۰۵	Shun tsung.	شُن سُنگ
" ۸۰۶	Hsien tsung.	ہین سُنگ
" ۸۲۱	Mu tsung.	مُوسُنگ
" ۸۲۵	King tsung.	کِنگ سُنگ
" ۸۲۷	Wen tsung.	وین سُنگ
" ۸۴۱	Wu tsung	وُوسُنگ

شوان سُنگ	Suan tsung.	۸۴۷ عیسوی
آئی سُنگ	I tsung.	" ۸۶۰
ہی سُنگ	Hi tsung.	" ۸۷۴
چاؤ سُنگ	Chao tsung.	" ۸۸۹
چاؤ شوان طی	Chao Suan ti.	" ۹۰۵

۱۶- پانچ خورد خاندان — Five little Dynasty.

i- خاندان لیانگ ثانی - The later Liang.

طائی سُو	Tai tsu.	" ۹۰۷
مو طی	Mo ti	" ۹۱۵

ii- خاندان طانگ ثانی The later Tang.

چوانگ سُنگ	Chwan tsung.	" ۹۲۳
مِنگ سُنگ	Ming tsung.	" ۹۲۶
مِن طی	Min ti.	" ۹۳۴
فی طی	Fei ti.	" ۹۳۴

iii- خاندان سِن ثانی The later Tsin.

کاؤ سُو	Kao tsu	" ۹۳۶
سائی وانگ	Ts'i wang.	" ۹۴۳

iv- خاندانِ ہان ثانی The later Han.

کاؤ سُو	Kao tsu.	" ۹۴۷
ین طی	Yin ti.	" ۹۴۸

۷- خاندان چو ثانی — The later Chou.

طائی شو	Tai tsu.	۹۵۱ عیسوی
شیہہ سُنگ	Shih tsung.	〃 ۹۵۴
کُنگ طی	Kung ti.	〃 ۹۶۰

۱۷- خاندانِ سُنگ — The Sung Dynasty.

طائی شو	Tai tsu.	〃 ۹۶۰
طائی سُنگ	Tai tsung.	〃 ۹۷۶
چین سُنگ	Chen tsung.	〃 ۹۹۸
جین سُنگ	Jen tsung.	〃 ۱۰۲۳
ینگ سُنگ	Yng tsung.	〃 ۱۰۶۴
چین سُنگ	Chen tsung.	〃 ۱۰۶۸
چیہہ سُنگ	Cheh tsung.	〃 ۱۰۸۶
ہوئی سُنگ	Hwei tsung	〃 ۱۱۰۱
کِن سُنگ	Kin tsung.	〃 ۱۱۲۶

(جنوبی سُنگ)

کاؤ سُنگ	Kao tsung.	〃 ۱۱۲۷
ہیاؤ سُنگ	Hiao tsung.	〃 ۱۱۶۳
کوانگ سُنگ	Kwang tsung.	〃 ۱۱۹۰
ننگ سُنگ	Ning tsung.	〃 ۱۱۹۵

لی سُنگ	Li tsung	۱۲۲۵ عیسوی
طُوسُنگ	Tu tsung	۱۲۶۵ "
کُنگ طی	Kung ti.	۱۲۷۵ "
طوان سُنگ	Twan tsung.	۱۲۷۶ "
طی پنگ	To-Ping	۱۲۷۸ "

۱۸- خاندانِ یُوآن یا خاندانِ مغل — Yuan (Mongol) Dynasty.

شے سُو (کبلائی خاں)	She tsu (Kublai Khan)	۱۲۶۰ "
چینگ سُنگ	Ching tsung.	۱۲۹۴ "
وُوسُنگ	Wu tsung.	۱۳۰۸ "
جین سُنگ	Jen tsung.	۱۳۱۲ "
ینگ سُنگ	Ying tsung.	۱۳۲۱ "
طائی طنگ طی	Tai ting ti	۱۳۲۴ "
منگ سُنگ	Ming tsung.	۱۳۲۹ "
وین طی	Wen ti	۱۳۳۰ "
شُن طی	Shun ti.	۱۳۳۳ "

۱۹- خاندانِ منگ — Ming Dynasty.

طائی شو	Tai tsu.	۱۳۶۸ "
ہوئی طی	Hwei ti.	۱۳۹۹ "
چینگ شو	Cheng tsu.	۱۴۰۳ "

١٤٢٥ عیسوی	Jen tsung.	جین تسنگ
" ١٤٢٦	Suan tsung.	شوان تسنگ
" ١٤٣٦	Ying tsung.	ینگ تسنگ
" ١٤٥٠	Tai tsung.	طائی تسنگ
" ١٤٥٧	(دوبارہ تخت پر بیٹھا) Ying tsung.	ینگ تسنگ
" ١٤٦٥	Hein tsung.	ہن تسنگ
" ١٤٨٨	Hiao tsung.	ہیاؤ تسنگ
" ١٥٠٦	Wu tsung.	وُو تسنگ
" ١٥٢٢	She tsung.	شے تسنگ
" ١٥٦٧	Muh tsung.	مُوہ تسنگ
" ١٥٧٣	Shen tsung.	شین تسنگ
" ١٦٢٠	Kwang tsung.	کوانگ تسنگ
" ١٦٢١	Hi tsung.	ہی تسنگ
" ١٦٢٨	Chwang lieh ti.	چوانگ لیہہ طی

Manchu Dynasty. — ٢٠- خاندانِ منچو

١٦٤٤-١٦٢٧	Tien tsung.	طین تسنگ
١٦٦١-١٦٤٤	Shun Chih	شن چیہہ
١٧٢٢-١٦٦١	Kang hsi.	کانگ ہسی
١٧٣٦-١٧٢٢	Yung Cheng.	ینگ چینگ
١٧٩٦-١٧٣٦	Kein lung.	کین لنگ

کیا کنگ	Kia King	۱۸۲۰-۱۷۹۶
طاؤ کوانگ	Tao Kwang.	۱۸۵۰-۱۸۲۰
ہین فینگ	Hien feng.	۱۸۶۰-۱۸۵۰
ٹُنگ چی	Tung Chih.	۱۸۷۵-۱۸۶۰
کوانگ سو	Kwang tsu.	۱۹۰۸-۱۸۷۵
سُوان ٹُنگ	swan tung	۱۹۱۲-۱۹۰۸

جمہوریت: ۱۲ر فروری ۱۹۱۲ء - اس کے بعد سے صدر ہونے لگے

۱- یُوان شی کائی	Yuan Shih Kai	۱۹۱۶-۱۹۱۲
۲- لی یُوان ہُنگ	li yuan hung.	۱۹۱۷-۱۹۱۶
۳- فینگ کوچانگ	Feng Kuo chang	۱۹۱۸-۱۹۱۷

اسی کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر سن یٹ سین نے اپنی صدارت کا اعلان کرکے کانٹن میں اپنا صدر مقام قائم کیا۔ یہ صدارت مارچ ۱۹۲۵ء تک رہی مالیکن غیر اقوام نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔

۴- سُو شی چانگ	Hsu Shih Chang.	۱۹۲۱-۱۹۱۸
۵- لی یُوان ہُنگ (دوبارہ)	li yuan hung.	۱۹۲۶-۱۹۲۱
۶- چانگ کائی شیک	Chiang Kai Shek.	-۱۹۲۶

(درمیان میں کچھ عرصے کے لئے یہ صدارت سے الگ بھی ہو گئے تھے لیکن پھر یہی ہو گئے اور اب بھی ہیں)